

UNIVERSAL
LIBRARY

OU-234193

UNIVERSAL
LIBRARY

تذکرہ شاعر اردو

مؤلفہ

میر حسن دہلوی مصنفِ ثنوی "بدرِ منیر"



بہ تصحیح و تنقید

جنابِ انا محمد حبیب الرحمن خاں حب شر دانی

بہ تمام

مؤید قندی خاں شر دانی

مطبع مسلم پریس پریس ایسٹریٹ ۱۲۳۰ صلی گڑھیں پریس،
۱۹۲۲ء

فہرست مہلوعاتِ انجمن ترقی اردو

تہذیبِ مسلم ہر بڑا افسر کی مشہور تصنیف و مسئلہ تعلیم کی آخری کتاب ہے غور و فکر کا بہترین کارنامہ اور والدین معلم کے لئے چراغِ ہدایت ہے تربیت کے زبانی قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھ مرتب کیا ہے کہ کتابِ لہامی معلوم ہوتی ہے اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے۔ قیمت ۷۰۔

القول الاظہر - ابن سکویہ کی معرکہ الہار تصنیف الفہر الاصف کا اردو ترجمہ ہے ابن سکویہ آسان علم و فضل کا آفتاب تھا یہ کتاب فلسفہ انھیں کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انھیں اصول کو منطبق کیا گیا ہے اس کو مبنی یونیورسٹی نے سرکاری کتاب خانہ کے لئے تجویز کیا ہے قیمت ۷۰۔

نہالینِ عظم - ایٹ کی مستند کتاب کا اردو ترجمہ ہے کتاب کے مطالعے سے معلوم ہو گا کہ یونین کی زندگی بشری جدوجہد کا آخری باب ہے واقعات کی دوا دیا تو سکندر کی زبان داد اگر نکلتی ہے یا تیمور کی زبان ترجمہ آسان اور عام فہم مکمل پانچ جلدوں میں قیمت ۷۰۔

رہنمایانِ ہند - مشہور کتاب پروفیسر آف انڈیا کا ترجمہ ہے شروع میں ہندو مذہب کے برکزیہ عقائد کا بیان فاضلانہ مگر دل کش پیرایہ میں لکھا ہے اس کے بعد سری کرشنن جی ہلاج کی سوانح عمری اور گوتم بدھ کے پراثر حالات آتے ہیں آخری حصہ میں شکر چانچ راجنچ اور رامانند کا ذکر ہے قیمت ۷۰۔

امراء ہندو - پانچ سو سے زیادہ ہندو امراء کے حالات قلمبند ہیں۔ یہ امراء سلاطین مغلیہ کے زمانہ میں بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز تھے کتاب کو ایمان متعصب اور ناقص موز خور کا جواب ہے جو اسلامی حکومت پر تعصب کے الزام لگاتے ہیں قیمت حصہ اول ۷۰۔ حصہ دوم ۷۰۔

تذکرہ شعرا اردو

مؤلف

میر حسن ہلوی

مع مقدمہ نوشتہ

نولوی محمد حبیب الرحمن خاں شرانی

مقدمہ

تذکرہ شعر امیر حسن ہروی

”بدر میر نے میر حسن ہوی کے نام کو آسمانِ شہرت پر نہ مینہ بنا کر روشن کیا۔ روشنی طبع نے
میر صاحب کو یہ نغموں پہنے ہی سمجھا دیا تھا۔ شنوی مذکور کی نسبت کہتے ہیں :-

ربیکا جہاں میں میر اس سے نام

کہ ہے یادگار جہاں یہ کلام

”شنوی میر حسن جو جو قبول نام نصیب ہوا شاید ہی اُردو کی کسی کتاب کو نصیب ہوا ہو جو
پڑھ سکتے تھے اُنہوں نے پڑھی۔ جو پڑھ نہیں سکتے تھے اُنہوں نے پڑھوا کر سُنی۔ جاہلوں کا بھی
یہ عالم رہا کہ جو دو چار شعر یاد تھے اُن کو پڑھتے تھے اور میر سُنتے تھے۔ چاندنی رات میں
ماہِ کامل کی روشنی بہت سے ستاروں کو نکالتی تھی اور جیس کر دیتی تھی یہی حال ”بدر میر“ کی
آب و تاب کے ساتھ میر حسن کے بانی کلام کا ہوا۔ آبِ حیات میں آزادانہ لکھا ہی۔ دیوان
اب نہیں ملتا۔ تذکرہ بھی طوں و ناں کی نذر ہو چکا تھا۔ بالآخر وقت آیا کہ کلام حسن کا سن
سادہ رونمائے عالم ہوا اب ادب کو مردہ کہ ”انجمن ترقی اردو“ کلیات اور تذکرہ دونوں کی اہمیت
پر آمادہ ہی۔ اول تذکرے کو یاد ہوئی ہی۔

تذکرہ شعرا | یہ تذکرہ میر حسن نے اُس زمانہ میں لکھا ہی جب کہ دلی کر خیر باد کا مکر فیض آباد میں

بلکہ نہتہ پریر تھے چنانچہ خود اپنی مثال میں لکھتے ہیں کہ شریعہ جو انی زگر و شہنشاہی مہر
 اکتفا فیض آید درین مہر تذکرہ ہذا میں میر صاحب مدظلہ فرست اپنی تصنیف کی کئی کجیاں
 بشیہ ہی روز المعارفین "ہر گز از ارم نہیں جو رہو ناما ریفین کمال تصنیف شمسہ جو
 او گز از ارم کا ہلکا ہر روز المعارفین کی نسبت کھا جو کہ وہ مشہور ہو چکی ہو و شیخ ہے کہ
 تذکرہ شمسہ در شمسہ کے باہن لکھا گیا اور آج اس کی تالیف کو ڈیڑھ سو برس کا زمانہ
 گزر چکا۔ رسم قدیم کے مطابق یہ تذکرہ فارسی زبان میں بہ رعایت عروض و قافیہ لکھا گیا ہے۔
 ہر دہائی میں تین دور قایم کئے ہیں بقائیں۔ متوہطیں۔ متاخرین۔ اور متقدمین۔ فتح میر
 سے پہلے اس دور میں زبان ریختہ کا دلچسپ زبان و سن سے ہو۔ اور متوہطین۔ آخر عصر
 فتح میر سے ابتدا احمدیوں شاہ کمالی متاخرین اس کے بعد سے زمانہ تالیف تذکرہ ہے۔
 اب سب متقدم ہیں۔ یہی نام لکھا۔

یہ تذکرہ شہنشاہی کہ مولف کو عبارت آرائی و رنگیں بانی میں عمدہ و سنگاہ حاصل تھی۔
 وہ اس دور کا طرز عبارت جو میر تقی میر کے تذکرہ کی جو اس میں نہیں تیر کی یہ ادبی
 توہم خان آرزو کی تربیت کا ثمرہ تھی۔ ایک مثال سن جو میر تقی میر ایک موقع پر لکھتے ہیں
 خوش تقریر بہر تہا است کہ در تحریر گنج میر حسن اسی موقع پر لکھتے ہیں "خوش تقریر بہر تہا است"
 کہ در تحریر و تقریر گنج میر صاحب اباب ذوق سلیم نے محسوس کیا ہو گا کہ لفظ کے احوال سے زور
 کھانم کم کر دیا۔

اس تذکرہ کے زمانہ تصنیف کی ایک خاص خوبی جو اور وہ یہ کہ وہ ایسے زمانہ میں تصنیف
 ہوا کہ دور سوم ختم اور دور چارم شروع ہو رہا تھا۔ اس طرح مولف نے دونوں دور کے
 شعرا کے چشم دید حالات قلب بند کئے ہیں۔ میر، سودا، خواجہ میر درد اور حضرت میرزا امیر کو
 دیکھا اسی کے ساتھ مصحفی، انیس اور جرات کو دور سوم اور دور چارم کے طرز کلام کا دلچسپ
 جائزہ دیا۔ وہ اس تذکرہ کے انتخابی اشعار سے بخوبی واضح ہو جائیگا کہ اس کی ایک

[illegible]

موت کے حالات و معانات سید ضیاء الدین بخاری کے بیٹے قطب عالم گجراتی کو خانقاہ
سے خفیہ طور پر پیش فرمائیں۔ خوشنویس۔ رائے شمہ۔ فطرت نہایت بلند۔ علوم تیر اندازی میں ایک
رسالہ زوردار لکھا تھا۔ رنگ زمانہ سے بدل ہو کر گوشہ نشین تھے۔ اشعار اس خوبی سے
پڑھتے تھے کہ بیان میں نہیں آسکتے۔ طرز سخن ”درمہجہ دارجہ ادا بندہ“ ممتاز۔ طبع
ادائیہ ملک اوست۔“

جرات۔ حالات و صفات۔ وطن اصلی شاہجہاں آباد۔ مقام نشو و نما فیض آباد۔ میاں

حسرت کے شاگرد جوان چھپک اور خوش خلق۔ نیک اوریں نوجوانی بسیار بحکم و حیا بری بر
فن موسیقی اور تار نوازی میں ایک حد تک قدرت۔ لطیفیت بہت دردمند اور گداز شوق
شعر حد جنوں تک پہنچا ہوا۔ کہ کسی وقت فکر سخن سے غالی نہیں۔ طرز سخن از کلام نکلیں۔ بیان
شیریں۔ گلزار معانی میں چوں میوہ آرزو شد فرشتہ نشان۔ اس تذکرہ کا نام مولف نہیں لکھا۔
مولف تذکرہ کے حالات | مسلمانوں کے عہد حکومت نے جن شہروں کو ناز و نعمت

مخزن اور علم و کمال کا معدن بنایا تھا ان میں فراسان کا دار السلطنت ہرات بھی تھا۔ یہی
مردم نیز شہر میر حسن کے خاندان کا بھی وطن تھا۔ میر حامی وہاں سے سہند وستان
میں آئے جو میر حسن کے پرداد و ستے ہفت قلم تھے اور فاضل تجربہ جانا علم و فضل دلی میں
آکر ہمدردوں میں امتیاز ماہل کیا۔ شعر بھی کہتے تھے۔ یہ لکھنؤ میر حسن کہتے ہیں کہ میری شاعری
آہم، ہر نہ آج کی۔ ہر چند کہ میر انیس نے اپنے لئے پانچویں پشت تاجی کا دعویٰ کیا ہر ع
پانچویں پشت بر شیر کی مدائی میں

مگر میر حسن کی شہادت کی بنا پر چھٹی پشت تاجی۔ میر نفیس نے کس نفاس سے اس سلسلہ کو
صاف کر دیا ہر ع

شمیر فصاحت پہ مٹے یث تو ان ضیق

سات پشتیں ملاحظہ ہوں۔

- ۱۔ میر حامی
- ۲۔ خواجہ عزیز اللہ
- ۳۔ میر ضامن
- ۴۔ میر حسن
- ۵۔ میر غلیظ
- ۶۔ میر انیس
- ۷۔ میر نفیس

اندھم بربر مطلب میر حسن کا نام غلام حسن تھا۔ اُن کے والد میر غلام حسین ضاحک نے
 دلی میں نشوونما پایا۔ آخر زمانہ میں فیض آباد میں جا کر سکونت اختیار کی۔ تحریرِ تذکرہ کر دقت
 زندہ تھے اور تیس برس سے ترک روزگار کر کے آزادانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ والدِ مفضل
 تھے ناظمِ فرائض ہزل دوست مزاج پند غزل چائینسل چپاس شعر سے کم نہ ہونی تھی۔ غنِ سوتلی
 میں بھی دخل تھا۔ قد میانہ۔ رنگِ بھورا۔ دائرِ حسی اوسط۔ ریش بچہ مند ابوا۔ سبز علامہ بطبر
 عرب باندھتے تھے۔ بڑا ساجبہ پہنتے تھے۔ فارسی اور ریختہ دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے
 قصائد فارسی کی تعریفِ تذکرہ شعراے ہند کے موافق نے کی۔ دو متین کلام کا نمونہ یہ ہے
 دپیش اگر روزِ اجل آدہ ہوتا قصہ تھا محبت کا یہ کوتاہ ہوتا
 اُس آن تھے آنوئیں اُن کہ دل ڈوبا تب جان سی جم اٹھے جب دیدہ نم سٹٹ

رباعی در منقبت

کشافِ حقایق و نجاتِ توحید اُن را کہ دوش احمدی شاہ شہید
 خود معنی آیاتِ کلامِ الہی ست تفسیرِ حسینی ست بقدر اُن مجید
 تذکرہ میر حسن میں یہ رباعی اُن کے نام سے درج ہے۔ حالانکہ وہ مولانا لطف اللہ شیرازی
 کی مشہور رباعی ہے اور فارسی تذکروں میں اُن کے نام سے درج ہے۔

رباعی

افسوس دلا کہ غمگساراں فرستند سیس بہناں دگلا عذاراں فرستند
 چوں بولے گل آمدن برباد سوار در خاک چو قطر بائے باران فرستند
 میر حسن دہلی میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی تعلیم پائی۔ سولی سے واقف نہ تھے۔ ابتدا سے شعر گو
 اس سلسلے میں حضرت خواجہ میر درد کی خدمت میں بکبرِ شعل حاصل کیا۔ مرضیائے شاگرد تھے
 مگر خود کہتے ہیں کہ مجھ سے اُن کی طرز کا بناؤ نہ ہو سکا۔ اس لئے یہ طرز کی طرز کی پیروی کی
 تذکرہ کی بابت آبجیات میں لکھا ہے: میر زاریغ کو بھی غزل دکھائی تا میر حسن کے بیان سے

اُس کی تابعدار بنی ہوئی۔ وہ اپنا تلمذ صرف میر تقی میر سے ظاہر کرتے ہیں۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ میں اُن کی ہلر زبا نہ نہ سکا۔ اس لئے میر۔ فردا اور سودا کی طرز کی پیروی کی۔ یہاں بھی سودا کی تخصیص نہیں آزادانہ جو خط میر حسن کی قدرت اللہ خان قاسم کے نام نقل کیا۔ دائر میں بھی یہی لکھا ہے: "اصلاح سخن از میر تقی میر گرفتہ ام۔" سودا کا نام نہیں آغا شیب میں دلی لی تباہی سے پریشان ہو کر اپنے والد کے ساتھ فیض آباد گئے۔ وہاں ہوا پانچ لکھنؤ جو کرپوہ دہلش اختیار کر لی۔ اس سفر میں دلی سے پہلے کراؤل چند جینے دیگ میں رہا وہاں سے حضرت شاہ دہلوی کی چھڑیوں کے ساتھ مکہ من پور گئے۔ اسی سفر کی کیفیت نے منشی محمد زار ام کی بیماریں دکھائیں۔ فیض آباد اور لکھنؤ میں نواب سالار جنگ اور اُن کے بیٹے میرزا نوازش علی خان کی مصاحبت میں رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گزریاں بھی تنگی سے ہوتی رہی۔ نو دس گتے ہیں پچھاپتے تھیں ہر نوع گزراں میں نام۔

حلیہ۔ دائر میں منڈی ہوئی۔ رنگ بھورا۔ قد اچھا بڑا۔ میر تقی میر تک یہ قد و قامت قائم تھا۔ پرانی وضع کی گڑی سر پہ اب سر پہ کپڑی ہی نہ رہی۔ پرانی وضع کون سمجھے گا؟ اپنے والد کی طرح بڑا ساجہ پہنتے تھے۔ یہ طالع تذکرہ شعرائے ہند میں لکھا ہے۔ آج بھی اس کے خلاف یوں لکھا ہے: "میان قادیانہ مشن اندام۔" گوارنگ۔ احمد قوانین شرافت زمین خاندان ہں اپنے والد کے پابند تھے۔ لکھا تھا کہ دائر میں منڈا رہے تھے۔ سر پہ بانگی ٹوپی تن میں تنزیب کا انگرکھا پہنتی ہوئی آسمینیں کہتے دو چہ بندھائی۔ اہل نظر فیصد کریں کہ کوئی بیان قابل قبول ہو۔ تذکرہ شعرائے ہند کی قداست اور تحقیقات کے موقع کا زیادہ وسیلہ ہونا غالباً تذکرہ شعرائے ہند کو زیادہ مستند قرار دے۔

میر حسن کے انداز کی بابت تذکرہ شعرائے ہند میں لکھا ہے۔ وہ ظریف اور خوش خلق آدمی تھا۔ مگر بہ دد اور کلام معیوب کبھی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ سوار ازیں شیریں مزاج خوش خلق پسند بہ تعلیم یافتہ تھا۔ کسی شخص نے اُس کو برا نہیں لکھا۔ اور نہ کچھ الزام لگایا ہے۔

آخو ماہ فیجہ میں میل ہوئے۔ عشرہ خرم^۱ میں انتقال کیا (یعنی مثنوی سحرالبیان کے ختم ہونے کے دو سال بعد) مرزا قاسم علی خاں کے باغچہ کی پست پر مدفون ہوئے۔
تصنیفی نے تو بیخ وفات کہی۔

بدن حسن آں میل خوش و ستان رو۔ ازیں گلزار رنگ بو تافت
بسکہ شیریں بو بافتش مصحفی شاعر شیریں زباں۔ تیغ یافت

پارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے تین محسن خلیق اور فنیق شاعر ہوئے۔ شاید ہی اس کی نظیر تاریخ عالم میں ملے کہ شاعری ایک خاندان میں آٹھ پشت تک مسلسل رہی ہو۔ یہ نظر امتیاز میر حسن کے خاندان کی دستار پر کھلا کہیں علوم سات آٹھ پشت تک شافو نادار پے ہیں۔ چہ جائیکہ شاعری جو دہی ہو۔ پھر قدرت نے اس فراوانی ہے یہ نعمت اس خاندان کو بخشی کہ میر حسن کے تین صاحبزادے شاعر ہوئے۔ اوتین پڑے میر انیس۔ مونس۔ انس ایک میر انیس تنہا ایک کاک کے فخر کے لئے کافی ہیں۔

میر حسن کا کلام | میر حسن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ اب تک فقیر نے قریب سات آٹھ ہزار کے شعر کہے ہیں۔ ابابہ ترکیب بند کہا جو اور ایک مثنوی رموز العارفین جو قبول خاطر و شہرت عام حاصل کر چکی ہو۔

آبجیات میں آزاد لکھتے ہیں۔ دیوان اب نہیں متا۔ اسی کے ساتھ قدرت اللہ خاں قاسم کا یہ قول دیوان کی نسبت نقل کیا ہے۔ انواع سخن سے بہرہ فریاد۔ ایک اور موقع پر لکھتے ہیں۔ آج یہ نوبت ہے کہ پانچ غزلیں بھی پوری نہیں جو کتاب میں درج کرتا۔ مثنوی گلزارِ ارام کی نسبت لکھتے ہیں۔ میں نے یہ مثنوی دلی کی شاہی سے پہلے دیکھی تھی۔ تذکرہ آبجیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ”آزاد“ کو مثنوی رموز العارفین کی خبر نہ تھی۔ تذکرہ شعرائے ہند میں مثنوی کریم الدین نے میر حسن کی تصانیف کی نسبت عجب خلط مبحث کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ”حسن مذکور کی تصنیفات یہ ہیں۔ ایک دیوان اقسام سخن کا جس میں تخمیناً آٹھ ہزار شعر ہیں۔ دوسرا تذکرہ

ہندی مصنفوں کا ریختہ میں لکھا ہے۔ تیسری مثنوی بدرمیراں مثنوی کی برابر کسی سے آج تک
 اجمعی مثنوی نہیں ہوئی۔ چوتھی سحرالبیان۔ یہ سب سے بڑی کتاب میر حسن کی ہے۔ اس میں عروپ
 کی پوشاک عجیبہ کا حال بیان کیا گیا ہے اور طوائف کا بھی اُس میں ذکر ہے اور مسلمانوں کی
 سماتِ شادی کا بھی حال اُس میں مندرج ہے۔ ظاہر ہے کہ ”سحرالبیان“ مثنوی بدرمیراں کا
 نام ہے۔ چنانچہ بہترین نے مثنوی مذکور کے خاتمہ میں لکھا ہے۔ ع

نئی مثنوی ہے یہ سحرالبیان

نئی صاحب جس مثنوی کو سحرالبیان کہتے ہیں وہ گلاز آرم ہے۔ لیکن وہ مثنوی بدرمیراں
 سے بڑی نہیں۔ ”تذکرہ“ ریختہ میں نہیں لکھا بلکہ فارسی میں لکھا ہے۔ رموز العارفین کا پتہ منشی
 کریم الدین کو بھی نہیں لگا۔ اور چوں کہ اُن کا تذکرہ دوی ماسی کے تذکرہ سے ماخوذ ہے اس لئے
 ماننا چاہیے کہ دوی ماسی بھی اُس سے بے خبر تھا۔ تذکرہ بھی دیکھا نہیں۔ سماعی خبر کھدی دہ
 اُس کی زبان کی بابت ایسی فاحش غلطی ہوتی۔ یہاں ایک وقت اور ہے۔ آزاد نے آبجیات
 میں جو خط خود میر حسن کا قدرت اللہ خاں قاسم کے نام کا نقل کیا ہے اُس میں یہ عبارت ہے۔
 ”تذکرہ در ریختہ ہم نوشتہ“ اس عبارت کے معنی خلاف ظاہر یہ لینے ہوں گے۔ ”دربیان
 شعراے ریختہ نوشتہ“ ورنہ یہ تو بعید از قیاس ہے کہ شعراے ریختہ کے دو تذکرے میر حسن
 نے لکھے ہوں۔ ایک زبان ریختہ میں دوسرا فارسی میں۔ غالباً اسی خط کی عبارت سے
 منشی کریم الدین کو اغزش ہوئی۔

خدا کا شکر ہے کہ جو نعمت مولف آبجیات کے لئے پردہ ظلمات میں رہی وہ مجھ کو
 مل گئی۔ لکھنؤ سے کلیات میر حسن کا نسخہ ہاتھ آیا۔ جو شکر اللہ کا لکھا ہوا ہے۔ مطلقاً اور مذہب سے
 اور اُس اہتمام سے لکھا گیا ہے جس اہتمام سے فارسی شعرا کے دوا دین لکھے جاتے تھے۔ نعمت
 اللہ سے نعمت یہ ہے کہ سمجھ ہے۔ قدرت اللہ خاں قاسم کا قول بھی اُس پر صادق ہے۔ انواع
 سخن سے لبریز ہے۔ چ۔ ص۔ غ۔ کا حجم ہے۔ تقریباً سات ہزار شعر ہیں۔ غزل کے اشعار قریباً

چار ہزار ہیں۔ چھوٹی بڑی گیارہ ہتھوڑیاں ہیں سات قصیدے ہیں۔ مخمس ہندس مثلث ایسی بھی ہیں۔ وہ ترکیب بند بھی (واسوخت کے نام سے) موجود ہیں جس کا ذکر تذکرہ میں میر حسن نے کیا ہے۔ مرثیے نہیں ہیں۔ حالانکہ میر حسن نے مرثیوں کا لکھنا تذکرہ میں لکھا ہے۔ اس مجموعے کی دستیابی سے آزاد کا وہ تاسف آمیز شکوہ رفع ہو جاتا ہے جو ان کو اخلاص میر حسن سے کلیات مرتب نہ کرنے کی بابت تھا۔

جوش عقیدت | سب سے اول شاہ عالم بادشاہ کا ذکر لکھا ہے۔ اس ادب کے ساتھ ذکر اول بادشاہ حجازہ کنڈر سپا وظل اللہ شاہ عالم بادشاہ ... خلد اللہ ملکہ و افاض اللہ برہ و احسانہ۔ اس ذکر کے بعد تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چند کہ اس عہد میں سلاطین مغلیہ کے ہاتھ سے سلطنت ظاہری جا چکی تھی مگر دلوں پر حکومت قائم تھی۔

ادبی نکتے | جس طرح میر صاحب نے ”نکات الشعراء“ کو ضمناً جا بجا ادبی نکتے اور فائدے بیان کر کے زینت دی۔ اسی طرح میر حسن نے اپنے تذکرہ کو آراستہ کیا ہے۔ ریختہ کی تعریف ”ریختہ اول از زبان دکن رواج یافتہ“ اس لحاظ سے یہ گراں بہا جنس شاہجہانی اردو بازار کی دکانوں کی ملکیت نہ تھی (میر حسن اور میر تقی میر دونوں نے اپنے اپنے تذکرہ میں اس زبان کا نام یا ہندی لکھا ہے یا ریختہ۔ اردو جہاں تک میرا خیال ہے کہیں نہیں لکھا۔ منشی کریم الدین نے اردو کے ساتھ ہندوستانی بھی لکھا ہے) طرز متعین و متاخرین کا فرق۔ ”طرز متعین بطور ایہام۔ طرز متاخرین بزبان حال ادائیہ“ میر تقی نے خاکسار کے اس شعر میں

خاکسار اس کی تو آنکھ سے گئے مت لگے

مچھو ان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

یہ اصلاح دی تھی۔ ”برقع اس فن پوشیدہ نیست، کہ بجائے بیمار کیا، ’گفتار کیا‘ ہی بایست۔“

میر حسن کہتے ہیں: ”ذوقِ فقیر خیں گزرد کہ اگر چشمِ خودی بود گرفتار مناسب بود چوں اینجا
چشمِ معشوقِ ست بنیاری صحت دارد“ دیکھو کیسی بات سمجھا گئے۔ راقم کا ایک شعر نقل کیا ہے:

بہم عاشقوں کا کچھ تجھے منظور ہی نہیں

نکسنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں

لکھتے ہیں کہ ”من شعر میں عین“ (عاشقوں کا) قطع سے گزرا ہی اور یہ عینِ خطا ہی۔ مصرع
یوں ہوتا تو بہتر تھا۔ ع

میرا تو کام کچھ تجھے منظور ہی نہیں

معین بیاؤنی کا ایک شعر دے

خوش ہم غریانی سے آئی ہیں بربگِ بونے گل نکلے جاتے ہیں ٹھہرتے نہیں پوشاک سے ہم

میر حسن کہتے ہیں: ”خوش ہم غریانی ناموز دنِ مستی چرا کہ ”میم“ با ”را“ چنان
چسپیدہ است کہ ”عین“ چون چشمِ غزال از میاں رم کردہ۔ وایں سخت عیبِ ست“
سجاد کا شعر دے

تجھے غیر سے صحبت اب آہنی

اسی دوستی ہم سے ہی دشمنی

میرسن سے ہیں۔ اسی دوستی ”زبانِ قدیم ست یعنی برائے بہین“ فی البدیہ۔ راجہ
رام نرائن موزوں مخلف۔ نواب سراج المدلولہ کی طرف سے عظیم آباد کے صوبہ دار تھے۔
شیخ علی خیر کے شاگرد ”آشنا پرست“ سیاہ و دست۔ فارس کا ذوق تھا۔ ریختہ کا صر
ایک شعر کہا جو مشہور ہو گیا۔ اس کا واقعہ خود میر حسن کے الفاظ میں سنو: ”شعر ریختہ کم گفتہ
بلکہ نگفتہ۔ مگر وقتیکہ خبر شنید شدن سب از الدولہ در شرفِ قادیالای وقت فی البدیہ اس شعر
میخواند و از بخار خرمی پرید و می گریست“

غزلاں۔ تم لوہا نف ہو کو مجھوں کے مرنے کی۔ دوانہ مر گیا آخر کو۔ ویرانہ پہ کیا گزری؟

”بہم شعران و یادگار ماند“ ذرا اس شعر کو مکرر پڑھو اور اس کے درد کا اندازہ کرو اور یہ بھی غور کرو کہ ایک ”آشنا پرست“ ماتحت کے دل کے واردات کا سچا نقشہ ہی کیا اس کے بعد مجھ کو یہ کہنے کی اجازت ملے گی کہ تاریخ کے سیاہ کار بلیکٹ ہوں۔ کہ انداز مبالغہ اندوز! ترے دل میں تو محبت ہمدردی کا چراغ روشن نظر آتا ہی! ان کے استاد میرضیا نے اپنے یہ شعر ان کو سنائے تھے۔

ترت ضیا کی دیکھی کل رات دُور سے میں آئے نظر مجھے واں شمع و چراغ کتنے
جا کر جو آج دن کو دیکھا میں کر تفحص اک دل جلے ہی اُس میں حسرت کا داغ کتنے
سلام اللہ خاں تسلیم ایک فارسی گو شاعر نے ترجمہ کر کے یہی مضمون اپنے نام
مشہور کر دیا ہے

دش فتم بر مزار کشتہ تسلیم خوش نے نمودار دُور صدم و چراغ حسرتے
چوں شدم نزدیک دیم از تفحصا بے یک نے میوخت بائے چند داغ حسرتے
میر حسن خاں (اور خفگی بجائی) تسلیم در فارسی ترجمہ کر دہ بنام خود شہرت داد۔ یہ
ندانست کہ در نظر صورت شناسان معانی مثبئی و فرزند پوشیدہ غنی ماند۔ مثل ہندی مٹھوت
ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اُس کا ناؤں، یہ بھڑی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تسلیم
کے شعر زبان فارسی کی قوت، وصفائی کی بدلت غنی کے اشعار سے زیادہ تابدار ہیں
خصوصاً اس صورت میں کہ ضیا کی زبان بوجہ قدامت ماند بڑ چلی ہی۔ مصرع اوّل میں کشتہ
تسلیم نے جان ڈال دی ہو۔

امیر حسن صرف ادب اُردو کے نقاد نہیں ہیں معلوم ہوتا ہی کہ فارسی شعر کے کلام
کی نقاد ہی پر بھی پوری قوت غلبہ۔ اور ہر ایک کے طرز کا جدا جدا انداز حاصل تھا۔ چنانچہ
اساتذہ اُردو کے کلام کی طرز کو اساتذہ فارسی کی طرز سے تشبیہ دیتے جاتے ہیں۔ میرضیا
طرز ش مانا بہ طرز مولانا بستی، میر تقی ”طرز ش مانا بطر شغمانی“، خواجہ میر درد، دیوان

اگرچہ مختصر ست لیکن چوں کلام حافظ سراپا انتخاب ہے۔ "میر درد کا ایک شعر سن لو۔ حافظ کے
بہت سے شعر یاد آجائیں گے۔"

ساتیاں لگ ہا ہی چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

قائم چاند پوری: طرزِ ش بہ طرزِ طالبِ آملی می۔ اند: زبان کی ٹکال دلی ونہی۔ قائم
تذکور کے حال میں متوطن چاند پور ندینہ۔ "چوں از ابتدا اے جوانی در شاہجہاں آباد آمدہ
بسر برد بنا برآں محاورہ اور دست گشت" معین بدواؤنی کا ایک مصرع ہے۔ ع

نہ آیا یار دوپہری بھی اب دھلی افسوس

میر صاحب لکھتے ہیں: "ایں محاورہ درست نیست۔ مردم شاہجہاں آباد دوپہر دھلی
میکویند۔ دوپہری مگر مردم بیردنجات" ایک شعر میں شاعر موصوف نے "بُتِ نامگی" باندھا
ہے۔ میر حسن کہتے ہیں: "بُتِ خانگی نامانوس ست۔ فقیر دیچ جانشینہ۔"

سرمایہ مشترک | یہ زمانہ صنعت و حرفت کی ترقی کا ہے۔ گونا گوں مصنوعات نہ صرف
بازار بلکہ گھروں کے در و دیوار معمور ہیں۔ اسی سلسلے میں بہت سے مصنوعی مسائل کا انبار
ہے جو ہماری زندگی پر موثر ہیں۔ انہیں مسئلوں میں سے ایک مسئلہ ملکی زبان کا ہے۔
ایک زبان صرف مسلمانوں کی ہی نہیں ہندوؤں کی ہے۔ ہندوؤں کی ہی نہیں
ہندی کہتے ہیں۔ ہندوستان کے چاروں گوشوں کو دیکھا۔ شہر۔ دیہات۔ پہاڑ اور جنگل
دیکھے مگر زبان کی یہ تقسیم کہیں عمل پر بند کیجی۔ تذکرہ میر تقی میر اور تذکرہ میر حسن کے
مطالعہ سے صاف واضح ہے کہ ریختہ کنوار دو کہو ہندی کو جو نام چاہو رکھو مگر واقعہ یہ ہے
کہ ہندوستان کی تمام رائج زبانیں ہندو اور مسلمان اہل ادب کی محنت مشترکہ کا ثمرہ ہیں۔
ابتداءً نے غامری سے لے کر انتہا تک یہ اثر تراک محنت عیاں ہے۔ نجات الشعرا میں جہاں
مقتدیہ شعرا میں خان آرزو اب بقدرِ نباش ناں آئند ہیں وہاں رائے اند رام مخلص اور

ٹیک چند بار بھی ہیں۔ متوسطین میں بند رابن قسم ہیں۔ میر حسن کے تذکرہ میں بھی بہت ہندو شعرا کا ذکر ہے۔ جن میں سے بعض جگت اُستاد تھے۔ مثلاً رائے سرب سنگھ دیوانہ غلص۔ اُن کی نسبت لکھا ہے: "شاعرِ بردست فارسی ست شعر۔ یا رگفتہ است۔ اُستادِ ریختہ گو یا" لکھنؤ چنانچہ میاں حسرت و میر حیدر علی حیران و اکثر دیگر اس شاگردِ داویند۔ درآنجام شہو و معروف است۔" حسرت مذکور اُستادہ لکھنؤ میں سے ہیں۔ جرات کے اُستاد شاگردوں کی یہ کثرت تھی کہ پہچان نہیں سکتے تھے۔ ایک اور معتبر شہادت۔ منشی کریم الدین نے تذکرہ شعرائے ہند میں (جو ڈی ٹاسی کے تذکرہ سے ماخوذ ہے) طبقہ دوم۔ اُن شعرا کے ذکر میں لکھا ہے جو مصلح اُردو اور مروج اس زبان کے تھے۔ اور اُنہوں نے الفاظِ کریمہ کا استعمال یک قلم زبانِ ریختہ سے موقوف کر دیا۔ اس طبقہ میں سب سے اُول راجہ جوب سنگ متخلص بہ پروانہ کا ذکر ہے۔ یہ نواب شجاع الدولہ بہادر کے نائب راجہ بی بی بہادر کی بیٹی اور رائے سرب سنگھ دیوانہ کے شاگرد تھے۔ جرات کی وفات کی تاریخ کیا خوب کہی ہے۔

"کوچت نصیب جرات ہے"

پروانہ کے دیوان کی بابت یہ رائے ظاہر کی ہے: "دیوان اس شاعر کا دیکھنے نہیں آیا۔ بہت اچھا۔ پاکیزہ اشعار اُس کے ہیں۔" سپرنیگر بہادر کے پاس وہ دیوان موجود تھا۔ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں حسبِ میل ہندو شعرا کا ذکر لکھا ہے۔ رائے پریم ناتھ۔ ٹیک چند بار۔ سنتو کہ رائے بیوا۔ سیانٹھ سنگھ۔ لالہ سرب سنگھ دیوانہ گھاسی رام خوشدل۔ بند رابن رستم۔ لالہ ہلاس رائے رئیس۔ لالہ خوشوقت رائے شاداب۔ رائے بھکاری داس عزیز۔ فانیغ۔ مدھ سنگھ قلندر۔ لالہ کاشی ناتھ۔ اندرام غلص۔ راجہ رام نرائن موزوں۔ عجائب رام منشی۔ لالہ نول رائے وفا۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے مذکورہ بالا مصنوعی تفریق کو دیکھ کر جادہ کاری ہی ہے کہ ملکہ اور اہل ملک کے محال پر افسوس کیا جائے۔

انسان کی قورذانی بھی اُس زمانہ میں فن تھے جو اُس دوں سے حاصل کئے جاتے تھے۔ اس بیان سے خود میر سوز کے کمالات کی نیرنگی معلوم ہوتی ہے۔ میر منظر علیؒ پالیزہ سرشت و نیک شعار جو نے ست بعلم و عمل آراستہ و بصلاح و تقویٰ پیراستہ، سجادہ موصوف باوصاف حمیدہ۔ مخلوق باخلاق بنجیدہ۔۔۔ درلطیفہ گویاں۔۔۔ طاق۔ درہر امور کہ دخل کرد بحال رسانیدہ۔ علم طب ہم حاصل نمودہ۔۔۔۔۔ طلسمات۔ و انشا و خوشنوی و شعر فنی ہر ارباب اعلیٰ رسانیدہ، عاشقؒ، مرد سپاہی پیشہ۔ صاحب دیوان۔ از شاگردان سراج الدین علی خاں آرزو۔ مدتی در سرکار نواب عماد الملک غازی الدین خاں بوسیلہ سپہ گری بسر بردہ، شاعرؒ جو نے ست بحال و لایت آراستہ و بعلم و عمل پیراستہ۔ اہل دل مصنف۔ متواضع مؤدب۔ بزرگ و بزرگ زادہ، نواب عماد الملک غازی الدین خاں (ایک اور امیر) بر جمیع علوم قادر و در فنون سخن ماہر از وزرائے ہندوستان۔۔۔۔۔ بود۔۔۔ ہفت قلم و ہفت زبان، فغانؒ، خان ظریف طبع۔ و خوش اختلاط۔ باہر کس خوش طبعی داشت۔۔۔ لطائف و ظرائف او مشہورست، گریاںؒ جو نے ست شائستہ۔۔۔ سپاہی پیشہ، وحشتؒ، سید زادہ خوش اوقات و نیک صفات۔۔۔۔۔ ان وضع دارد و رفتن سپہ گری استوار، لالہ نورائے وفاؒ از تذکرہ محمد قایم چاں ظاہرست کہ جو نے ست نوحاستہ۔ بزبور علم و عمل آراستہ۔۔۔ صاحب علم و حیا۔ لطافت مزاج۔ گل زیادہ۔۔۔۔۔ برادرِ خورشید اجدادِ گلاب رائے دیوان مدار المہام امیر الدولہ نواب نجیب خاں مرحوم بود۔ لیکن اس عزیز مصروف کتاب و غریق مطالعہ کتاب۔ طلب ہر بحال دامن گیر حال۔ طبع دردمند داشت۔

یہ نہ خیال کرنا کہ میر حسن صاحب کے یہاں سن بیان حسن و ظہر کا دفعہ کھٹا ہوا ہی اور ہر شخص نہ تعریف سے نہ فراز ہوتا ہی۔ اصل یہ ہے کہ وہی گھٹا ہی جو خود بیکھا یا دوستان حقیقت داں سے سنا۔ چنانچہ دیا جہ میں لکھا دیا ہے، پس از دریافت حال خیر بال صاحب سن

شمہ بک از دوستانِ حقیقت داں مسموعِ نمودہ در ذیل اشعارِ بہر یک نوشت: "ایسے شعرا بھی ہیں جن کی اخلاقی حالت معلوم نہ ہوئی اُن کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ مثلاً مصحفی۔ اُن کے کلام کی فصاحت اور بلاغت کی تعریف کا ہے۔ مگر اخلاقی حالت چوں کہ معلوم نہ تھی اس لئے صرف اُن قدر لکھا ہے: "اُر تخلص معلوم می شود کہ مردِ صالح است"

بذکورہ بالا اقتباس اہلِ انصاف کو اس امر کا معترف کرنے میں کامیاب ہو گا کہ شعرا ماضیِ نکو میدہِ عالم نہ تھے۔ بلکہ علم و اخلاق سے آراستہ انسان تھے۔ کیا اس سوال کا موقع ہے کہ آج کل کے مدعیانِ کمال کہاں تک علم و ادب کی خدمت کر رہے ہیں؟

عام خیال یہ ہے کہ بزرگانِ دین و علمائے اُردو ادب کی جانب توجہ نہیں فرمائی۔ اس خیال کو واقعات سے مطابق کیجئے۔ وجہ یہ ہے کہ اُردو ادب کے مشروع سے حضراتِ اولیائے کرام کی

بزرگانِ دین کی
توجہ ادبِ اُردو پر

آغوشِ شفقت میں تربیت پائی ہے۔ ریختہ کے اُستادِ اوّل (بقولِ میر حسن) دلی دکنی ہیں۔ میر تقی میر اور حسن دونوں کی شہادت ہے کہ دلی میں اگر حضرت شاہ گلشنِ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اور فیض حاصل کیا۔ ریختہ میں فارسی کے مضامین رنگین استعمال کرنے کا مشورہ حضرت ہی نے دیا۔ میر حسن کی اصل عبارت "دلی۔۔۔ از خاکِ گجرات۔۔۔ در وقتِ مالگیری بہ ہندوستان جہت نشان آمدہ در خدمتِ شاہ گلشنِ قدس سرہ استفادہ حاصل نمود۔ از توجہ اُن بزرگوارِ مقبولِ اعلیٰ و ابدی گردید" اُردو شاعری کے تیسرے دور کے ارکانِ چارگانہ میں سے دو رنگن وہ عالمی مرتبہ بزرگ ہیں جن کی تعلیم سے ہزاروں انسانِ زندگی کے مقصد سے واقف اور شاہِدِ مقصود کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ یعنی حضرت خواجہ میر درد اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہما۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ شوقِ حضرت نقشبندیہ سلسلے میں اس طرح اُردو ادب کا نقشِ اوّل و ثالث حضراتِ نقشبندیہ کی توجہ کا منت پذیر ہے۔ آزاد ادبِ حیات میں لکھتے ہیں: "اپنے اُبتادوں اور بزرگوں سے

یہی سنا کہ مرزا جانِ جاناں - سودا - میر - خواجہ میر درد - یہ پارٹنر تھے جنہوں نے زبانِ اُردو کو خراطِ اُتارا ہی، آخر الذکر دونوں حضرات نے گوناگوں اسلوبوں سے ادبِ اُردو کو ترقی بخشی۔ خود استادانہ کلام کہا۔ اپنے فیضِ اثر سے اُس کو مقبول بنایا۔ شاگردوں کی تربیت کی۔ حضرت خواجہ میر درد کو دیکھو۔ خود قادر الکلام اُستاد ہیں۔ چھوٹے بھائی اتر ہیں۔ صاحبزادہ الم - قائم چاند پوری اور بھکاری داس غیر زمرہ تلامذہ میں ہیں۔ میر حسن نے حضرت ہی کی خدمت میں ذوقِ سخن کی پختگی حاصل کی۔ حضرت میرزا صاحب خود اُستادِ فن۔ یقین و حسیں زمرہ تلامذہ میں۔ ان حضرات کے علاوہ الہ آباد کے دائرے بھی اس ذوق سے پُر صدا تھے۔ حضرت شاہ اجل شیرازی حضرت شاہ غوث اللہ اور ان کے برادر بزرگوار شاہ غلام قطب الدین مصیبت بھی شاعرانہ اُردو میں شامل ہیں۔

ایک لطیف بحث | میر تقی میر نے اپنے کلام کا انتخاب نکاتِ الشعرا میں درج کیا۔ میر صاحب کا کلام۔ اُس پر ان کا انتخاب۔ سونے میں سناگہ۔ مگر آفریں میر حسن کے انتخاب کو کہ میر کے کلام کا انتخاب خود میر سے بہتر کیا۔ مشقِ نمونہ از خردارے اشعار ذیل میر حسن کے انتخاب میں ہیں۔ میر صاحب کے انتخاب میں نہیں۔

کھامیں فزکتا ہی گل کا شبنم	کلی نے بہ سن کر تبسم کیا
بتیاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا	جستے رہی تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا
لیتے ہی نام اُس کا سونے سی جو ٹک اٹھے	ہی خیر میر صاحب۔ کچھ تم نے خواب دیکھا
دھل میں ننگ اُڑ گیا میرا	کیا جدائی کو منہ دکھاؤں گا

ان اشعار کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ چون کہ ان اشعار کے ہم طرح اشعار بہتر کے مذکرہ میں نہیں ہیں اس لئے ممکن ہے کہ ترتیب تذکرہ کے بعد کہے ہوں اس لئے انتخاب میں نہ آئے ہوں۔ معرکہ یہ ہے کہ جن غزلوں کے اشعار منتخب کر کے خود میر صاحب نے لکھے ہیں ان ہی

نزلوں سے بعض ایسے نادر اشعار میر حسن نے انتخاب کر لئے ہیں جو خود میر کے انتخاب سے زیادہ نادر ہیں۔ اور یہ ایک انسانی کمزوری کا پہلو ہے کہ بعض اوقات خود اپنے کمال پر وہ قلم پھیر دیتا ہے۔ تذکروں میں لکھا ہے کہ زلالی خوانساری کی معرکہ الآرا منشی محمود ایاز کا مسودہ دیکھا گیا تو اُس میں بعض ایسے نادر اشعار زلالی نے کاٹ دیئے تھے جو فارسی ادب کے لئے مایہ ناز ہیں۔ مثلاً۔ شب تاریک کی شبیہ میں یہ بے ذیلر شعر ہے۔

تارہ می نمودے در میانہ

چو چشم گریہ در تار یک خانہ

ایسے متعدد اشعار اہل نظر احباب نے منشی مذکور میں بعد کو اضافہ کر دیئے ہیں۔

خلاصہ کلام۔ مذکورہ کلام مذکور ملاحظہ ہو۔ ایک غزل ہی دیدار دیکھنا۔ گلزار دیکھنا۔

نزل کے یہ اشعار میر حسن نے انتخاب کئے ہیں۔

آنکھوں میں جیو مزا ہی اید صربار دیکھنا۔ عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

ہونا نہ چار چشم دل اس ظلم پیشے ہشیار۔ زینہار۔ خبردار دیکھنا

میر حسن اسی غزل کے یہ شعر انتخاب کرتے ہیں۔

صیاد دل ہی داغِ جدائی سے رشکِ باغ

تجھ کو بھی ہو نصیب۔ یہ گلزار دیکھنا

دوسری طرح۔ روتا رہیگا۔ سوتا رہیگا۔ اس نزل کے یہ شعر انتخاب میر حسن نے

جو اس شوبے سے روتا رہیگا تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا

تو رگ لیاں غیر کو شوق سے دو ہمیں کچھ کہیگا تو ہوتا رہیگا

میر حسن کے انتخاب میں یہ شعر ہے۔

یہ مہ نئے والا چلا ہوں جہاں سے جسے ابر ہر سال روتا رہیگا

ایک تیسری طرح ہے۔ یار افسوس۔ ہزار افسوس۔ انتخابِ میر سے
 مرگیا میں ملا نہ یار افسوس . آہ افسوس صد ہزار افسوس
 یوں گنوا تا ہر دل کوئی۔ مجھ کو گئے آتا ہے بار بار افسوس
 انتخابِ میر حسن سے

رخصتِ سیرِ باغ ہمیں نہ ہوئی۔ یوں ہی جاتی رہی ہمارا افسوس
 ایک چوتھی طرح۔ وفائے ببل۔ جائے ببل۔ انتخابِ میر سے
 گل کی جفا بھی دیکھی۔ دیکھی وفائے ببل
 یک مشت پر پڑے ہیں گلشن میں جائے ببل
 انتخابِ میر حسن سے

کی سیرِ جذبِ الفت گچیں نے کل چمن میں
 توڑا تھا شمعِ گل کو نکلی صدائے ببل
 یہ شعر ایک دیوان پر بھاری ہے۔ میر صاحب کا اس کو منتخب نہ کرنا امرِ پا حیرت ہے۔
 میر حسن کے اس حسنِ انتخاب نے یقین ہے کہ طبائع کو ان کے انتخاب کا مشاق
 کر دیا ہو گا اس لئے دل چاہتا ہے کہ اور انتخاب بھی ناظرینِ مقدمہ کی ضیافتِ طبع کے
 لئے یہاں لکھ دوں۔

میر حسن نے اپنے تذکرہ میں زندہ و مُردہ دونوں کو غایتِ شفقت کے ساتھ
 دُعاے خیر سے یاد کیا ہے۔ اور دیباچہ میں غرضِ تالیفِ تذکرہ بھی یہی لکھی ہے کہ اس کو
 پڑھ کر شید کوئی مجھ کو دُعاے خیر سے یاد کرے۔ لہذا خاتمہ مقدمہ پر دُعا کرتا ہوں۔
 ناظرینِ آئین کہیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَبَارِكْ فِيْهِ سُبْحَانَہٗ

انتخابِ اشعار

آبرو

دور خاموش بیٹھ رہتا ہوں اس طرح سالِ دل کا کتنا ہوں
دلِ کب آداری کو بھولا ہے خاک گر ہو گیا بگولہ ہے
شوق سے جس گھر میں ہو توجلوہ گر آئینے ہو جائیں دیواروں میں دل

اثر

بس رخِ اب خیالِ مے و جام ہو گیا ساقی بیکِ نگاہِ مرا کام ہو گیا
دردِ دل چھوڑ جائے سوکساں اپنے باہر تو یاں گزر رہی نہیں
کردیا کچھ سے کچھ ترے غم نے اب جو دیکھا تو وہ اثر ہی نہیں
اثر کیجے کیا کہ صبرِ عائیے مگر آپ ہی سے گزر جائے
بے وقت تیری کچھ نہیں تقصیر مجھ کو میری وقت ہی اس نہیں
یوں خدا کی حسدائی برحق ہر پر اثر کی ہمیں تو اس نہیں
عاشقی اور عشق کی باتیں سب جہاں سے اثر کر ساتھ گئیں

اسد

بیوقوفوں سے کولاؤ تھے اُس کی گلن سے ہم خانہ خراب - راہ میں پر پھر چل گیا
آزاد

پوچھتے کیا ہو کہ بیدار کروں یا نہ کروں یہ تو سرِ ماؤ کہ فریاد کروں یا نہ کروں
وعدہ وصل تو کرتے ہو مگر سچ کیوں دل کو اب دھڑہ سے منشا کروں یا نہ کروں

عاجی

مرا لایمہ ہم نے سبھی نش جہاں دیکھا جہاں دیکھا برصورتِ تجھی قالب میں جاں دیکھا

قیامت کی عقوبت ساری ہجریا میں گزری
وہاں تھا دیکھنا جو کچھ سوسب ہم نے دیکھا
انشا

ہوئے ہیں خاکِ سرِ راہ اُس کے ہم نشا
بڑا غصہ ہے جو یہ بھی فلک نہ دیکھ سکے
افسوس

اُس کے اُٹھتے ہی جی پہ آنِ بنی
دیکھئے آگے آگے کیا ہوگا
بیان

اب ہجر میں کتا ہے کہ تھا وصل میں آرام
نالوں ہی بیاں میں نے تو دیکھا تجھ کو تب بھی
پیشِ شرابِ جوانو کہ موسمِ گل ہے
ہمیں بھی یاد وہ عہدِ شباب آتا ہے
جاتا ہے یا رکھ تو بیاں منہ سے بول لے
اے بے نصیب مانعِ گفتار کون ہے
ہو وِگنا ذوقِ حسرتِ دیدار میں خل
شیریں گزرنے کی جو فرہاد کی طرف

رباعی

سوطح سے یہ عشق بُھاتا ہے مجھے
ہر چیز میں آجلوہ دکھاتا ہے مجھے
کس ماہ کا یہ عکس پڑا ہے یا رب
ہر چاہ میں یوسف نظر آتا ہے مجھے

رباعی

دُنیا سے بیاں چلا ہوں رُٹے روتے
گزری شبِ عمر اپنی سوتے سوتے
ظلمات میں تھا آبِ بقا پر افسوس
روشن یہ ہوا صبح کے ہوتے ہوتے

بتیاب

دلِ چین لیا میرا بنارس کے بتوں نے
اس وقت میں تولے مرے اللہ کہاں ہے
بسمل

اُن کی مند کی کیسا کروں تقریر
نقدش ہر روتے ڈاک پر تختِ سر
تا بآں
عجب احوال ہے تا بآں کا تیرے
کہ وزارتِ دن اور چمپہ نہ کتنا

سید محمد تقی (عرف میر گھاسی)

ترنی فریاد سے جیتا ہوں مرنا بلبل

تو ہوا اور باغ ہوا اور زمرہ کرنا بلبل

جرات

آتما نہیں اعتبار دل کو
ہے عین جگر ہی میں میسر وصال بہت
شور میں اپنے ہی نالوں کے نہا رہتا ہوں
تو کرے غیروں سے باتیں اور ہم دیکھا کریں
چشمِ حسرت سے کہاں تک دمدم دیکھا کریں
دن گیارہ ہوئی رات گئی دن آیا

آنے کی خبر ہی اُس کے لیکن
آپ کا جان کے سب بھپہ کرم کرتے ہیں
باتیں کس کی نون آہ کہ لے مرغِ چمن
لے ستم ایسا دُکب تک یہ ستم دیکھا کریں
کچھ تیکھے آرزو دشنام نے تلوار کھینچ
چمن اس دل کو نہ اک آن ترے بن آیا

حاتم

کون ہوگا جو نہ ہوگا تو مرا

حاتم بکس کا تجھ بن کون ہو

سریس

چاہیں کہ جل مر میں تو کیس خار و خس نہیں

ویراں ہوا ہی باغِ خزاں سے یہاں تک

حسن

اب خبر ہی نہ صراحی کی نہ پیمانے کی
غیر زنجیر خبر کون لے دیوانے کی
مترق ہی یہ نہیں بات تری پانے کی

تھی ہیں یہ کوئی دن اسی پچانے کی
تیغ ابرو نے تو مارا ہی تھا جو زلفِ نو
لے حسن آپ کو بھجیگا تو کیا بس چہرہ

حیراں

غمِ فراق سے کب کا ہوا بہشت نصیب

دلِ ستم زدہ کآن پوچھتے ہو جاں

حسرت

مے مے کی عالم میں خبریوں ہو تو ہتر ہو

کو وہ اپنے منہ سے قتلِ حسرت کو کیا پرانے

قطعہ

آہ و فریادیاں کیا نہ کرے
دردِ دل کی کئی دوا نہ کہے

تم جو کہتے ہو کہہ دو حسرت کو
آپ کا اس میں کیا بگڑتا ہو
مؤلف تذکرہ - میر حسن متخلص بہ حسن

راکھ تو میں ہو چکا کیا خاک اب سدا کا
لگتے لگتے جی قفس میں بھرا لگ جائیگا
کبھی تھیں گایاں منہ پر کبھی لب پر بسم تھا
روتے ہی روتے جس میں روزِ وصال گزرا
جیسے کوئی بھولے ہوئے پھرتا ہے کچھ اپنا
ہم نے منت میں تری کون کون کاں چھوڑ دیا
کیا کیا نہ اپنے جی سے وہ باتیں بنائیگا

کیا اوس پڑ گئی ہے چمن میں بہار پر
ہو چکی داں بسا رہی آخر
ایک عالم کو نظر بند کیا پرے میں
تمام عمر لگی پر محم یہ سہ نہ ہوئی
یہ رات بیسی تھی ویسی ہی سحر نہ ہوئی
اٹھ گیا کون پاس سے میرے

اب چمن میں ہیں تو بھریا دقفس اتی ہو
دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے
پراپک بان تو جو جس بن نہیں گزرتی
اس بن نہیں گزرتی اس بن نہیں گزرتی

عشق کب تک آگ سینے میں مے بھڑکائیگا
نو گرفتاری کے باعث مضطرب صیاد ہوں
قیامت مجھ پہ شب اس کا رحم اور ظلم تھا
ایسی ہی آہ باتیں اس بے وفائے چھڑیں
اس شوخ کے جانے سے عجب حال ہے میرا
چھوڑے کوئی کسی کے لہجہ جس طرح سے کچھ
کرتے تو مجھ کو قتل کیا ہو پر اب حسن
جراثیم بلبل اب نہیں گل شاخار پر
اب جو چھوٹے بھی ہم قفس سے تو کیا
مردم چشم نے ہلکوں کی چڑھا سنیں
ہزار حیف کچھ اپنی ہیں خبر نہ ہوئی
شب فراق میں رو رو کر مر گئے آئیں
جان و دل ہیں اب اس سے میرے

جب قفس میں تھی تو قفسی یاد چمن ہم کو حسن
کیا ہنسنے اب کوئی اندھ کیا رو سکے
کس کوئی ہیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی
کچھ ہونہ ہوئے ہو تیرا خیال ہر دم

رہی حس میں خطہٴ سدا نیستی کا
برے زندگی ایسی ہستی سوزے

رباعی

دنیا داری میں اور نہ دلی داری میں
حیرت کہدہ ہر میں تصویر کی طرح
پہنچے نہ حسن منزل مقصود کو ہم اور
کرم اندھاں درد

اگر وہ بت کسی صورت سے میرا رام ہو جائے
تیری ترجیحی نگاہوں نے رکھا ہی نیم بھل کر
تعل آتش غم میں دل بیتاب کیا جانے
کنارے سے کنارہ کب بلا ہی مجر کا یارو
سنت خواجہ میر درد

خوابِ عدم سی چونکے تھی ہم تیری داسٹے
باری مجھے بتا تو سہی کیا سبب ہوا
کی تو تھی تاثیر آہ آتشیں نے اُس کو بھی
مدرسہ یادیریا کعبہ تھا یا بت خانہ تھا
دلے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا
ہو گیا مہماں سرے کثرتِ موہوم آہ
جان سے ہو گئے بدن خالی
نالہ فریاد آہ اور زاری
اُن بوں نے نہ کی یہ حالتی
تھی کوجو یاں جلوہ فرمانہ دیکھا

آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سونے
پھر مجھ پہ مہربان ہوا تو غضب ہوا
جب تلک پہنچے ہی پہنچے رکھ کا یاں ڈھیر تھا
ہم سب ہی مہمان تھی داں تو ہی صاحب تھا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو ناسانہ تھا
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا
جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
ہم نے سو سو طرح سے مردیکھا
برا برہی دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

سینہ وُدل حسرتوں سے چھا گیا
تجھ سے کچھ دیکھا نہ ہم نے جز جفا
کسی سے کیا بیاں کیجے اس اپنے حالِ تبرک
دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ہم کس ہوس کی تجھ سے فلک جستجو کریں
مٹ جائیں ایک دم میں یہ کثرتِ نمایاں
تیرے سوا انیس کوئی دونوں جہان میں
کیا فوقِ داغ و گل میں اگر گئی میں بوند ہو
اپنے بندوں پہ جو کچھ چاہو سو بیدار کرو
اس ہستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں
تمنا ہی تیری اگر ہے تمنا
رہنے ہی نقشِ پا کی طرح خنیاں سجھے
نہ وہ نالوں کی شورش نہ وہ آہوں کی ہر دھوٹی
ذکر میرا ہی و دکر تا تھا صریحاً لیکن

بس ہجومِ یسرِ دل گھبرا گیا
پر وہ کیا کچھ تھا کہ دل نہ بھا گیا
دل اُس کے ہانہ دیٹھے جسے جانا نہ پہچانا
ورنہ کچھ عات کی خاطر کم نہ تھے کرویاں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں
گرا آئینہ کے سامنے ہم ایک ہو کریں
موجود ہم جو ہیں بھی تو اپنے گمان میں
کس کام کا وہ دل ہی کہ جن دل میں تو نہ ہو
پر نہ آجائے کبھی جی میں کہ آزاد کرو
لے نشہ ظہر یہ تیری ترنگ ہی
تری آرزو ہی اگر آرزو ہی
لے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں سجھے
ہوا کیا درد کو پیارے گلی کیوں آج ہی سونی
میں نے پوچھا تو کہا۔ خبر یہ مذکور نہ تھا

رباعی

کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
جوں آئینہ جس پہ یاں نظر کی
تھے آپ ہی ایک سو۔ گئے ہم
ساتھ اپنے دو چار ہو گئے ہم

رباعی

نئے دردِ یہ دردی سے کھونا معلوم
گلزارِ جہاں ہزار پھولے لیکن
جوں لالہ جگر سے داغ دھونا معلوم
میرے جی کا شگفتہ ہونا معلوم

رباعی

پری چلی اور گئی جوانی اپنی
کل اور کوئی بیاں کرے گا اس کو
لے درد کہاں ہی زندگی اپنی
کتے ہیں ہم آپ اب کہاں اپنی

درختِ ماں

نتی درائے ناتہ یلی کی ہر دم یہ صدا
رُتوا
آہ مجنوں پاشکستہ رہ گیا محل سے دور

رُتوا اگر نہ کرنا تھا عالم میں یوں مجھے
وصل میں بیخود رہی اور ہجر میں بیتاب ہو
ایسی نگاہ ناز سے دیکھا تھا کیوں مجھے
اس دوانے دل کو رُتوا کس طرح سمجھائیے
وہ کون سی زمین جو اشکوں سے نم نہیں
دیگرے را در گرفتاری شہ یک با من
رُتوا

بہم ہے تو یہ پس بچا یا نہ جائیگا

سینے سے رابعِ عشق مٹا یا نہ جائیگا
راقِ قسم

پنچا نہ آہ درد کو میری کوئی طبیب
سنے ہیں ہم کہ ہوتی ہی جگ میں دوامِ صبح
یارِ مجب طح کا کچھ آزار ہے مجھ
ہو گی کبھی نے چرخ ہماری بھی شام صبح
قطعہ

لے باغیاں نہیں تری گلشن کی کچھ عرض
اتنا ہی چاہتے ہیں کہ ہم اور عندلیب
ہم کو قسم جو توڑیں ترے برگ و برگیں
آپس میں دردِ دل کیوں تک بیٹھ کر کہیں
اٹھا دیتے ہیں اُس کی بات ہنس کر
رضا

دنیا میں کئی تجھ ساتھ کار نہیں ہی
بے رحم جا پیشہ دُوخ و غوار نہیں ہی

زار

خاک ہی یہ زندگی جو تم کہیں اور ہم کہیں
شبِ فرقت تو آئی نہ دکھانا ہم کو
گلی میں اُس کی پڑ رہنا سرانے اٹھ کو دھکے

چھوٹا جاوے غم ہی ہر دم کے جو نکلے دم کہیں
ایک دن آگے ہی دنیا سے اٹھانا ہم کو
ہمیں تو فرش سے اور تکیہٴ فحل سے بہتری
سرتاج

کماں بے لاج کماں آفتابِ عالم تاب
جس رات چاند نہیں ہے ستاروں کی کیا کمی
لوٹتا ہی تب سے انگاروں پہ دل
کہ کیا ثابت قدم ہی کیوں نہو آخر مر آج اپنا

نہیں ہی تابِ محبت تیرے سامنے جانا
اوس بن مجھ آنسوؤں کے ستاروں کی کیا کمی
شعلہٴ نوحب سے نظر آتا نہیں
وہ ظالم مجھ کو جلتا دیکھ کر اتنا نہیں کتنا
سعادت

ہرگز کسی آغاز کا انجام نہ ہوتا

واللہ جو سرِ لوحِ ترا نام نہ ہوتا
سجّاد

پر گلی میں تری مجھے آنا
جنگل میں آب ہی ہل کر تمام شہر
آن میں کچھ ہی آن میں کچھ ہی

جانِ دل سب قبول ہی جانا
اس فصلِ گل میں جیشِ جنوں کا ہوا ہی تھر
اس نے میں دوستی کا رنگ

سودا

آئینہ لے کے آپ کو دیکھے ہتے تو ہنود
جلوہ گریا مراد نہ کہاں ہی کہ نہیں
اس زندگی میں اب کوئی کیا آیا کیا کہے
زاہد تجھے قسم ہی دے تو ہو لو کیا کرے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نوہ سکے

سودا کا تو نے حال نہ دیکھا کہ کیا ہوا
غیر کے پاس یہ اپنا ہی گماں ہی کہ نہیں
فکرِ معاش ذکرِ ثبات یادِ رفتگان
گر ہو شرابِ غلوت و معشوقِ خوب رُو
عشرت ہی وہاں کی پیل ہاتھ دھو سکے

تراپے ہی مرغ قبلہ نا آتشہ انے میں
یہ عارض گلِ نودیں عین سبزہ بھی لھوتے ہو
اک دھج ہی کہ وہ تہرہی آفت ہی غضب ہے
ٹوٹے جھڑے خزاں ہوئی پھولے پھل گئے
اسے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
سادگی دیکھ کے اس پر بھی لگتا ہوا

نادک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
منڈا کھانم اپنی حق میں کیوں کانٹوں کو بٹے ہو
صورت میں تو کتنا نہیں آیا کوئی کب ہی
پوچھ ہی پھول چل کی خراب تو عنید
محل پھینکے ہی عالم کی مارت بلکہ مری بھی
نہ تلف نہ مروت نہ محبت نہ وفا
محمد میر سوز

کیا زمانے کا انقلاب ہوا
آج حجرے کا پھر خواب ہوا
آہ یارب ازل دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا
ترپنے کے سوا کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا
کچھ نہیں معلوم یارب سوز ہی یا ساز ہی

یاریوں دور جا بے اللہ
سوز کچھ منہ بنائے آتا ہی
اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا
بغیر از عاشقی کچھ کام فحج سے ہو نہیں سکتا
شل نے ہر استخاں میں درد کی آواز ہی
شاعر

گرچہ سوا بار نہیں کیجے گا

اپنی مطلب کی کہو جائیں گہم

ضیا

اُس کے کوچہ میں ضیا تو آج پھر جانے لگا
ہاتھ سے اسے صنم نہ کھو مجھ کو
سوئے ہیں اس زمین میں نازک دماغ کتنے
مسکرا رہا ہی ترا یا کہ کوئی افسوں ہی
آج پھر دل میں درد ہوتا ہی
خدا جانے یہ چشم اپنی پھر ہے ہی دھونڈتی کس کو

کل کی روائی تجھ کیا کم نہ تھی اونی خلق
مجھ سا بندہ نہیں خدائی میں
آہستہ پانوں رکھو لے بوئے گل چمن پر
اک تبسم میں کیا خلوت کو ماری تسخیر
کرن سے زخم کا کھانا مانا کا
کبھی جاگل کو دیکھی ہیں کبھی دیکھے ہیں نرس کو

اُگتے ہی ہم تو پاؤں مل ہوئے
خود بخود جل بل یہ انکارا دہک کر رہ گیا
خانہ حرا ب جلدی تو بول اٹھ کھان ہی
بات مٹی کچھ باس کی یا سب کا پیغام

ہم نہ مٹنے ہم نہال ہوئے
دل کے جلے پر نہ کی رقت کسی نے رحم کی
کعبہ میں چپ رہا ہی یادیر میں نہا، ہی
کیا کہا قاصد ضیا سنتے ہی جس کے مر گیا
ظہور

چاندنی برسات کی مشہور ہی

چشم گریاں سن سے معمور ہی
مرزا عکری

قصہ کوتاہ جان پر آئی

بات اب امتحان پر آئی

عشق

تھے تیری طرف جدھر گئے ہم
مقصود تھا وہ جدھر گئے ہم

کنے کو ادھر ادھر گئے ہم
تھا کعبہ و دیر سے کے کام

فراق

کوئی اُن ہمنواؤں سے ہیں بھی یا نہ کرتا ہر

ایں کی تسم تجھ کو صبا چ کہہ کہ گلشن میں
فقیر

رم کا آنا حباب ہی گویا

زندگی موج آب ہی گویا

فغاں

گویا کبھی چمن میں مرا آشیاں نہ تھا
جہان میں کوئی تجھ سے رکھ گیا جان غریز
بدائی ناقصہ رہندہ رہا ہی

دل بستگی قفس سے یاں تک ہوئی مجھے
یہ امتحان نہ کر لے میرے ہر بان غریز
فغاں کو وصل میں آرام کیا ہو

فدائی

رکھتا ہوں نہام نہام دل بقیہ لڑا

فدائی مرا ہی کام ہر روز اٹھکے جس طرح

فاتح

افصح

قائم

بعد مدت کے مری چشم کا جو ہر نکلا

اشک آنکھوں کو جو نکلا سو وہ گو ہر نکلا

ہم تو نہ رہی کہ صر گئے ہم
خاکا بہی کی کرامت دی بھیکہ یاد تھے بد صر گئے ہم
نمر نہ چشم جہاں ہیں ہونا

گو دیں کا نگڑی لئے ہی سپر
کالے کتل میں رات کالے رت
آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
کیا کہوں پر رہا نہیں جاتا
پیر دیکھو لینا نہ کہیں نام کسی کا
بچکی آئی تو یہ سمجھے کہ ہمیں یاد کیا
ما تم تیں کیا یا غم فرسا دیا
روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا
در نہ آئی تھے اک مذاب میں رت
یاں جو رہتا تھا اک جوان ہی یاد
گر اشک نہیں تو آہ سر کر
اس سے جو کوئی جیا تو مر کر
جل کر سو اشک نل تم رہا ہر آنکھوں میں
یاں کی شادی پہ اعتماد نہیں
ہنس کے کئے لگا کہ یاد نہیں

ان دنوں چرخ پر نہیں یہ نہر
دن کی کستی ہو دھوپ میں اوقات
در در دل کچھ کہا نہیں بانا
ہر دم آئی سے میں بھی نادم ہوں
یہ کیسے تو قاصد کہ ہی پیغام کسی کا
ہم نے ہر طرح سے ہجر میں دل شاد کیا
کوہ اور پشت میں بھی ہم نہ رہی آسود
ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر
خوب نکلے ہم اُس کے کوچہ سے
آہ اے پیر چرخ قائم نام
بے شغل نہ زندگی بسر کر
کچھ طرفہ مرض ہی زندگی بھی
وہ محو ہیں کہ مثالِ حباب آئینہ
خوش رہ لے رہا اگر تشاؤں میں
میں کہا۔ حمد کیا کیا تھا رات

کس کس طرح سے یار مرا جلوہ ساز ہی
 یار نے آکے دم باز میں دیکھا ہی
 پر اُسے میں تو سمجھتا ہوں وہ کب آتا ہی
 صبح ہونی نہیں اک جی پہ غضب آتا ہے
 جی دیکھے تو دیکھے پر دل نہ دیکھے
 جو بوند تھی آنسو کی سو بہرے کی کنز تھی
 حسرتِ دل سو طرف سے اس کو دامگیر ہی
 کہ بلا بلا کہیں آپ ہی ہا نہ پھرے
 ہی یوں تو زلفِ یار بھی پر اس قدر نہیں
 زناغ و زغن کے ساتھ کیا ہم قفس مجھے
 کچھ رکا جاتا ہی دل گردے ویرانے کی
 شمع روشن کروں میں خاک پہ پرانے کی

سرسبز زلفِ گل مرالِج مزار تھا
 قدرت میں کیا کوں یہ وہی شہوار تھا
 جو شرِ دل سے اٹھا سوجوہ طائوس ہی
 تانے نہ چکیں آپے چھوڑیں زمین ہم
 تیر بیدا دجہدھر رو کر گھر اُس کا ہی

کیا چھوٹک دیا تو نے صبا کان میں گلے
 سو چاک دے جس نے گریبان میں گلے

ناز و اکہیں کہیں عجز و نیاز ہی
 حسرتِ دل کو مری سمجھ ہی خستہ ہے
 گو کہیں یار۔ بلا یا ہے وہ اب آتا ہی
 شام ہوتی نہیں اک دل پہ بلا ہوتی ہے
 مر جائے کسی سے پر الفت نہ کیجے
 شب گریہ سے وابستہ مری دل شکنی تھی
 مردنِ دشواریں یہ جان بے تعمیر ہی
 فلک رلائے تو ہی ہم کو یک یہ ڈر ہی
 مجھ سا کوئی جہان میں آشفۃ سر نہیں
 قائم میں عندلیب خوش آہنگ تھا لے
 آج لے گریہ خبر لے مرے دیوانے کی
 آج کی رات جو اُس گل کا یسر ہو چال
 قدرت

اہلِ عدم کو رزقِ فنا کا تھا کب شعور
 بپوں ہوں خاکِ خوں میں پڑا جس کو وار
 کس کی نیرنگی یہ شمع پردہ فانوس ہے
 جو لٹش قدم ہیں تے وہ خاکِ نشیں ہم
 سینہ اُس کا ہی دل اُس کا ہی جگر اُس کا ہی
 قرباں

یوں بندِ قبائل گئے جو آن میں گلے کے
 کیا کچھ دلِ بے پل پہ کرے دیکھے یہ عشق

رباعی

زاہد عابد سے دُور پھٹکی پھٹکی
یہ دخترِ رز بھی جس کی اٹکی اٹکی

کافر کیا پھرتی ہر میکہ میں مٹکی مٹکی
قاضی کا نہ ڈرنے محاسب کا کافز

وے دن گئے 'کَلَم' کہ یہ شیشہ ننگ تھا

آنکھوں پر دل پہ قلعہ بنایا۔ ہم اب شکست
گمار،

اس گل کے دیکھتے ہی ہوا باغ باغ داں
مشتِ پر لے کر ہوئی بیل خریدارِ چمن
خدا کرے کہ گماں۔ دل مرا بس بھل جائے
نئے یار دیہ گماں تھا؟ مجھے معلوم نہ تھا

بدلت سے مورہا تھا مراد داغ داغ دل
فیض گل سے پھپھو اب گرم بازارِ چمن
مجھے تو زیت بھی دشوار ہو گئی ہر اب
قتل کر مجھ کو مری نمش پہ بولافتاں
گریاں

مرحادی وہیں وہ آہ بھر کر
کہ دوشِ شمع پہ رکھتا نہیں بارِ کفن اپنا

دیکھے تو جسے نگاہ بھر کر
نہک دہی یہ پڑنے کی جی کو داغ کرتی ہر
مضمون

صبرِ الویٹ کیا گریہ یعقوب کیا

ہم نے کیا کیا نہ تری ہجر میں مجھ کو بچا
میرہ والہ۔ رتد

اے دلے مصیبت کوئی کس کس کو بٹھا

اشک آنکھ سے دل ہاتھ جو جی تن سے چلا جا
منعم

دل کے نگیس نقشِ ہر نامِ حسدِ ہنوز
ازاں ہو اپنے آپ پہ دستِ قضا ہنوز

بولی نہیں ہے مجھ کو بتوں کی ادا ہنوز
تصویر اُس کی کینچ۔ کہ ناز و ادا کو سنا
محمد تقی میر

رواِشیان طائرِ ننگ پریدہ تھا

کیلہ دن تھوہ کہ یار بھی دلِ آرمید تھا

قاصد جو داسی آیا تو شرمندہ ہیں ہوا
 بیچارہ گریہ ناک و گریباں دریدہ تھا
 ہم ایسوں کو بھلا کیا جو بار آئی نیم
 عمر گزری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا
 جی گیا میر کا اس لیت و لیل میں لیکن
 نہ گیا ظلم ہی تھمت نہ ہسانہ ہی گیا
 کہاں آتے میسر تجکو تجھ سے خود نماتے
 یہ حسن اتفاق آئینہ تیرے روبرو ڈٹا
 کہیاں نے گل کا ہی کتنا ثبات
 کلی نے یہ سن کر قہقہہ کیا
 صیاد دل و داغ جدائی کی شکر باغ
 تجھ کو بھی ہو نصیب یہ گلزار دیکھنا
 میں وہ رونے والا چلا ہوں جہاں سے
 جسے ابر ہر سال روتا رہیگا

بتیاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا
 جیتے ہی نام اُس کو سوتے سے چونک اٹھ
 گزرا بنا کے چرخ سے نالہ پگاہ کا
 بڑھتا ہوا گھبراہٹ میں گھبرا گیا
 بھٹک گیا میرا
 کھلا نشو میں جو پگڑی کا بیچ اُس کے میر
 مانند شمع آتش غم سے پگھل گیا
 ہم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر
 یہ چھیرہ دیکھ بھنس کے رخ زرد پر مے
 رخصت سیران ہمیں نہ ہوئی
 محل کی جھانچ دیکھی دیکھی دوائے ببل
 تو اہم ماشاء گن کو نکلی صدائے ببل
 بول ہی جاتی رہی ببار انوس
 اک مرت پر پڑے غم غلشن میں جائے ببل
 تو اہم ماشاء گن کو نکلی صدائے ببل

ہم تو اسیر کجِ قفس ہو کے مر چلے
 مطرب نے پڑی تھی غزل اک تیر کو شب کو
 ہنگامی دیوار کے سایہ میں پڑا تیر
 مرتے ہیں تیری نرگس بہار دیکھ کر
 اتنا ہے آساں لے کو چہ سے یا کے
 رہی نہ گفتمہ مرد دل میں اتنا میری
 اتنا ہی جی میں حالِ بد اپنا بھلا کوں
 نازِ چمن وہی ہی بلبل سے گو خزاں ہی
 از خویش رفتہ اکثر رہتا ہے تیرا اس بن
 جب نام ترا لیجے تب چشم بھرا آئے
 کوئی کا نشانِ سرِ رد کا ہماری خاک پر بس ہی
 کام تھے عشق میں بہت پر میر
 دمِ نزع دشوار دی جان اُس نے
 مر گیا کوہن اسی عنم سے
 کتنا خلاف وعدہ ہوا ہو گا وہ کیاں
 وہ کیا خبر ہے آہ جس کے لئے
 دکھائی دینے یوں کہ بے خود کیا
 کوئی نا امید نہ کرتے نگاہ

۱۔ اشتیاقِ سیرِ چمن تیری لیا خبر
 مجلس میں بہت وجد کی حالت ہی سب کو
 کیا ربطِ محبت سے اُس آرام طلب کو
 جاتے ہیں جی سے کس قدر آزار دیکھ کر
 اتنا ہے جی بھرا دردِ دیدار دیکھ کر
 نہ اس یار میں سمجھا کوئی زباں میری
 پھر آپ ہی آپ سوچ کر کہتا ہوں کیا کہوں
 ٹہنی جو زرد بھی ہی سوسنِ رخِ زعفران ہی
 کہتے ہو بات کس سے وہ آپ میں کہاں ہے
 اس طرح کے رنے کو کہاں سے جگر آئے
 گل و گلزار کیا درکار ہی گو برغیاں کو
 ہم ہیں فارغ ہوئے کتابی سے
 مگر تیر کر آرزو تھی کسی کی
 آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہی
 نو میدی اور اُمیدِ مساوات ہو گئی
 ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
 ہمیں آپ ہے بھی جُندِ اکِ چلے
 سو قلم ہم سے نہ بھی چھپا کر چلے

بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بھری بنے
 اُس کے کوچہ میں نہ کر شور قیامت کا ذکر
 اب جہاں آفتاب میں صدم ہیں
 ڈوبے اُچھلے ہو آفتاب ہنوز
 نیک بُد کوئی کسے بیٹھے نہ کرتے ہیں
 ایسے ہنگامے تو یاں روز ہوا کرتے ہیں
 یاں کبھی سر و گل کے ساؤتھے
 کبھی دیکھا تھا جت کو ریا پر
 ان دنوں یاروں کی نظروں کو نہاں ہتھو ہو
 خوش رہو میری جان جہاں رہتے ہو

رباعی

ہر صبح غموں میں شام کی ہو ہم نے
 یہ مہلت کم کہ جس کو کہتے ہیں عمر
 خوشنابہ کنشی مدام کی ہے ہم نے
 مَر مر کے غرض تمام کی ہو ہم نے

مِنّت

مِنّت ایسے کو دل دیا تو نے
 اے مری جان کیا کیا تو نے

مُحِبّ

عارض اُس کو تھے عرقِ سویں سحر بھیگے ہوئے
 اشک و مژگاں جو ہم تجو تک پہنچتی نہ تھیں گاہ
 جس طرح شبنم سے دد گلبرگ تر بھیگے ہوئے
 مانع پرواز ہیں ملائکہ کے پر بھیگے ہوئے

ممتاز

دُروں میں کس لے رنجش سے پاریں کیا تھا
 جفا کی یار نے کس طبع کو دیا مایوس
 میں اب خزاں کو چودوں ببار میں کیا تھا
 اور اپنی خاطر امیدوار میں کیا تھا
 رُویِ دلو آئے صدم سیہم یاں تک
 عشق میں عرضِ تمنا بُن دیا رہو
 وگر نہ ہستی ناپائدار میں کیا تھا
 میرا ہی دستِ حاتمہ پر مری دیوا رہی

یاد اُس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہو لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پرہی رہتی ہو

محترم محترم کیا بیاں کروں تجھ سے
اس دلِ دہشتدار کی صورت مستمند

نہج تک وصل کی ہو یا اُمید ہی مثل ایک دم ہزار اُمید
ماہل

کتنا نہ تھا کہ باز آہر دم کی اس ہنسی سے آخر گیسانہ ظالم اک بے گناہ جی سے
مصطفیٰ

جہاں کا گل بنے وہ شوخ یارب مجھے تو اُس چمن کا خار خس کو
وقفہ

اے پیکِ نگہ دید و تربے در پیش دن ہیں برسات کے اور رد میں خطر ہی در پیش
دل حیراں کی مری دیکھے صورت کیا ہو اب تو واں آئینہ ہی آٹھ پہر ہے در پیش
ہر نماں داغِ جگر زخمِ نمایاں کو تلے جس طمع لالہ کیس ہو گلِ خنداں کو تلے
آشیاں بندی کی تکلیف نہ کر ہم کو ہوس گر رہیں گے کسی دیوارِ گلستاں کے تلے
مجدوب

چھوٹے اگر تھس سے تو خاموش معصفر صیاد نے سنایہ ترانہ تو ہم رہی
عجب قسمت ہو اپنے دل کی بازارِ محبت میں جو کوئی صبح اُس کو لے گیا تو شام لے آیا
ناباچی

اُس کے بخارِ کچھ جیہ تماہوں عارضی میری زندگانی ہے

ولی

پھر میری خبر لینے وہ صبا و نہ آیا
 صنم کے نعل پر وقت تکلم
 زندگی جاغیش کی لیکن
 عجب کچھ لطف لکھا ہے شبِ خلوت میں ہر
 لے جانِ ولی وعدہ دیدار کو اپنے
 ہے حُسنِ ترا ہمیشہ کیساں
 آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہو اُس کو
 وحشت

شاید کہ مر گیا ہی کوئی خانماں خراب
 لکھا ہی مجھ کو آج یہ سارا جہاں خراب
 وفا

حُسنِ عمل پہ اپنے نہ پھول اس قدر کی شخ
 دکھ نہ نے اس قار و فاکے میں
 بس کہ اپنے انقلابِ نجستہ ڈرتے ہیں ہم
 کل کا وعدہ کر لیا ہے اُس نے محرم تو کیا
 نہ کشتی پار ہی بہہ کر گئی اپنی نہ وارا نی
 شبِ روز وصل کو رو کر عجب دیل نہ تھا
 یک رنگ

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہی
 میرا ہر قرا جاتا ہی

شاید کہ اُسے حالِ مرایا و نہ آیا
 رگِ یا قوتِ بزمِ تہم
 فائدہ کیا اگر دما نہیں
 سوالِ آہستہ آہستہ جوابِ آہستہ آہستہ
 ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کرے نو
 جنت سے بمار کیوں کہ جاو
 کرتی ہی نگہ جس قدر نازک پہ گرائی

واں کے معاملے کی کسی کو خبر نہیں
 آخرش وہ بھی جان رکھتا ہی
 بسرِ گل پہ بھی لرزاں ہی قدمِ تے ہیں ہم
 یاں تو بیتابیِ سدا کی آج ہی مکتے ہیں ہم
 ہوئی ہیں غرقِ دریا اُس گھڑی جب عینِ حالِ آہ
 کبھی ہم ہی مایہ کو لطف تھا بھی، از قضا کبھی ہا تھا

خیال چشمِ وابر و کر کے تیرا
 زخمی بزرگِ محل ہیں شہدانِ کربلا
 کوئی مسجد گئی کوئی خرابات
 گناہ کی منط ہے بیابانِ کربلا
 اندھیرے جہاں میں کہ ایشامیوں کے ہتھ
 ہے سر بُریہ شمعِ شبتانِ کربلا

یا

جائے نگِ لوحِ تربتِ نصب کیجو آئینہ
 آفریں لے دستِ گتِاحِ محبتِ آفریں
 تا کوئی جانے کہ یہ حسرتِ کشِ دیدار تھا
 یہ گریباں ایک مدتِ گلے کا ہار تھا

محمد حبیب الرحمن خاں شہزادی

{ ۱۶ نومبر ۱۹۲۱ء }
 { حیدرآباد (دکن) }

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سخن سنجان مضمون پرور را حمد قادی سے کہ زبان لال قلم را از سرمہ دودہ ہیمچشم تنقار
 بلبلان نمودہ محال و نکته پردازان معنی گستر ثنائے صائے کہ حسن شہ مضمون را در آئینہ
 الفاظ بنوہ عروسی دادہ بہ نظر صاحب نظران در آردہ اندہم ست و خیال سجان اللہ شبہ
 راہوس منزہ در سر آید لاجول و لا قوۃ الا باللہ چہ حمد سے کہ سزاوار محمدت دست بزبان
 محبوب خود فرمودہ، الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین و غرق بحر معصیت از
 زبان زیاں کا رنعت معجز بانی کہ شادابی کلامش سبغہ معلقہ را از عرق خجالت فصحاء
 بطحہ شستہ بچہ و گویا نہ محض جزات ست و مجال بہ نیت کہ در خور لیاقت دست محبت او
 فرمودہ و ما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین، ایمان بقصد و ایمان نسیعین او میسائے او کہ مریک
 صراط المستقیم اندرونندگان طریق ہدایت را و خضر را ہند گلشنگان بادیہ ضلالت را و نسبت
 ایشاں از خود چہ انشا لند غیر ازین مناجات کہ ابدنا البصر صراط المستقیم صراط الذین نعمت علیہم
 غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آیین۔ اما بعد ایں پروردہ آغوش رحمت و محن اسیر دارا الحزن میر
 غلام حسن ابن میر غلام حسین بن میر عزیز اللہ را تنائے آری شد کہ تذکرہ سخن آفرینان ہندی
 زبان را کہ چمن چمن گہائے رنگین معانی، گلشن گلشن نازک خیالی در گریاں، یوانہا ریختہ
 دستہ بند صفوہ ادراک نماید ماہر صاحب نظر۔ ے از تائے ے آں محمد صانع حقیقی، اگر شود

کہ مصنوع ایک عروس را بہ ہزاراں ہزار بوئے معانی پیچیدہ اگر عاشقانہ است بیاباں بیابان
 وحشت دروست و گر مجنونانہ است جفا جفا غمزا دوست اگر بزمیہ است محفل محفل طنازی ست
 و گر زمیہ است میدان میدان جان بازی ست اگر تعریف خوش خرام ست قمری سرد قالی
 شماں خندہ لبک بر کوہ سار دارد، و گر تعریف تیغ خون آشام ست دم او شپک بر برق طغیان
 نی زند، غرض ازیں با ثابت می شود معنی احمد کہ جمیع محمدرت محمود حقیقی ست، و ما توفیقی الا باللہ
 لیسہ تو کلمت والیہ تاب پس از دریافت حال خیر مال ہر صاحب سخن شتمہ کہ از دوستان حقیقت
 دال مسموع نموده در ذیل اشعار ہر یک نوشت و مطابق حروف تہجی نام ہر یک را ضبط نمود تا
 بخوارے را ترود نہ افتد، و دعائے حیرت و سلف نماید دعائے فقیر از ذکر جمع کثیر بہین ست
 دین، شایہ طفیل این بزرگان کسے را توفیق در حق این جامع آید باللہ التوفیق والیہ التکلیل
 ذکر اول بادشاہ و حجاجہ سکندر سپاہ ظل اللہ شاہ عالم بادشاہ با وجود شغل جاسر بانی و
 فرمان والی گاہ گاہ بحسب اتفاق زبان الہام بیان را بگفتن رباعی و بیت کہ عبارت از فارسی
 در ریختہ نیز باشد گفتاں می نماید و آفتاب تخلص او دریں زماں اظہر من شمس ست خدا اللہ ملکہ
 و افاض اللہ برہ و احسانہ من عنبر ل

صبح تو جام سے گزرتی ہے شب دلا رام سے گزرتی ہے
 عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے

بعضے از احوال متقدمین | باید دانست کہ ریختہ اول از زبان دکن رواج یافتہ
 حروف الف سلاک متقدمین | فقیر اللہ آزاد و تخلص از حیدر آباد بود در صفر سن

یتم شد اہل محکمہ عزیزی داشتند چون بوجہ رسیدن گل سنے در زیدہ مانند عند لیب
 لال بہ آہ و دغان سہری نمود و بہ نگ مہاسر اسیمہ می گشت یک جافر ازہنی گرفت چنانچہ ہمراہ
 فراقی و کھنی در شاہ جہان آباد آمدہ بود طبع درد مندی داشت و بسیار بہ صفا حرف
 می زند خالش بیا مرزد، از دست ۵

کوئی کسی ہی فن میں مجھ ساتھ بر نہ آیا
پر جس سے یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

احمد گجراتی از قدیم ست دیگر احوال معلوم نیست ۵

ہوئے دیدار کے طالب خودی سے خود گر نکلتے
نہ پائی راہ دانش میں خروشاں بے خبر نکلتے

محمد افضل "افضل" تخلص از قدیم ست کلام ہند و بچہ گو پائی نام بود کہ برد عاشق شد

حسب حال خود بارہ ماہ عرف بکٹ کمانی گفتہ کہ اکثر کھتریاں، لگیاں مشتاق اومی باشند

نصف فارسی و نصف ہندی دارد لیکن قبولیت دالہی ست برد لہا اثر می کند از دست

پڑی ہی گل میں میرے پیم بھانسی
فرن اپنا ہی اور لوگوں کو ہانسی

مسافر سے جھوٹے دل لگایا
انھوں نے سب جہنم رستے گنویا

آوجی تخلص از سرزاد ہائے حیدر آباد بود اول در شعر و شاعری و آخر بیعت گزرا نید غفر اللہ

درین سیشی نگاہ کو مائل نہ کرو
یہ دکھ اس کے واسطے حاصل نہ کرو

احمد گجراتی دیگر در زبان سنسکرت و بھاکامی گویند کہ تمنا یف بسیار دارد، چوں معاصر

شاہ ولی اللہ ولی بود و سہ ریختہ نیز گنتہ، خدائش بامرز دہ

شب جھوٹے وعدوں پر جو ترے ہم بہا گئے
کوئی لاکھ بار گھر سے اٹھے در تک گئے

پوچھی تھی کل بتاں سے کہیں دل کی میں خبر
سو کج لاکے سر سے دو میرے پٹک گئے

آحمد بتا میں کیا کروں اب راہ عشق میں
سر پر تو سما بچھ پڑ گئی اور پاؤں تھک گئے

امجد تخلص نیز شخصہ از قدیم ست، اکثر قولان میں غزل اور امی خواندہ ۵

سنتا تھا جسے کعبہ و بت خانہ میں آئسہر
آج میں اسے حضرت انسان میں دیکھا

اور خرفیہ سیر و ابتدائے سلطنت محمد شاہ بادشاہ
خان مغفرت نشان سرگروہ سخن، سنجان استاد استادان

ہندوستان جنت نشان چلیغ دودا لنگہ سراج الدین علی

از حروف الف ذکر

احوال متوسطین

تذکرہ شعرائے ہند، مؤلفہ ڈاکٹر فیلق مولوی کریم الدین میں پہلا مصرعہ اس طرح لکھا ہے

سب مستنیں جہاں کی آئنا ہموار ہیں

خاں آرزو، بعد امیر خسرو دہلوی چنین صاحب کمال پر گو خوشگو بسامع عالمیان نہ سید
ہفت دیوان دارد کہ ہر یک پہلو بہ نظیری و فغانی می زند و دیگر چند تصنیفات دارد
فکر صائب و تزلزل در ارکان ضامین مبتذل انداختہ شاعر فارسی و عالم فاضل شہرہ آفاق
در سخن ہی طاق استادان رنیتہ نیز شاگردا و بندہ برائے تفتن طبع دوسہ رنیتہ خود ہم فرمود
نور اللہ مرقدہ، ۷۵

جان کچھ تجھ پہ اعتماد نہیں زندگانی کا کیا بھروسہ ہے
مینا نے بیج جا کر شیشے تمام توڑے زاہد نے آج اپنے دل کے پھولے پھوڑے
رہکے سیارہ گل کھول آگے عندلیبوں چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہدوں
آتا ہی صبح اٹھ کر تیری برابری کو کیا دن لگے ہیں کچھ خوشید خادری کو
اسد یار خاں المتخلص بہ "انسان" فرمے بود بکمال انسانیت و قابلیت، در اں زماں بہ پایہ
امارت رسیدہ بسیار بکثرت و فرمایش می نمود، خدایش بایر ز دے
نہ دیکھی اک جھلک بھی آن کرتن بیچ اندھوں اگرچہ سر ہن مو۔ سے بدن سار اشبکا ہے
زمین اور آسمان در مہر مہ سب تجھ میں ہیں آں نظر بھر دیکھ مشیتِ خاں میں کیا کیا جھگڑا ہے
سودا خیال خاں کا سر سوں گزر گیا تل باندھتے تھے جس میں وہ مکلی نہیں رہی
باید انت کہ سخن سنجان اں زماں رنیتے صنعت ایہام می بودند و تلاش لفظ تازہ می نمودند
چوں طریت تازہ بود خوش می آمد لیکن اکثرے ازیں بحر کو ہر شہوار بُردند و بعضے سبب تلاش
لفظ حذف ریزہ بہ کف آوردند چار و ناچار برائے یادگار قلمی می نماید معذور باید داشت۔

محمد اشرف ہمعصر مایاں آبرو شخصے بودے
بے پل میں نیم خوابتے ڈر بڑے گایاں اس غم سے خاک عاشقان سیونچ ڈالیاں
مرزا اکبر قلی اکبر آبادی سے
جاگہ نیم گل سے سرا کا خوف مت کر بیل کے بال پرستے توی بناد و شالا

”اگر آواز تخلص سے

چاہیے گریب کو پوچھو دل کو تجانہ کرو
 خواجہ زین العابدین آزاد تخلص جو ان محمد شاہی بود، از دست سے
 جی بھی بلبل نے چھوئے شعلہ آواز کے چمکے
 تہی گلشن کے سایے جل اٹھے گل اور کنول دیکھے
 آبرو، غنچہ گلزار گفتگو از شاگردان سر اج الدین علی خاں آبرو میاں نجم الدین عرف
 شاہ مبارک التخلص بہ آبرو، بنیرہ حضرت محمد غوث گوالیار ی نور اللہ مرقدہ از ابتدا سے
 جوانی مشق سخن می کرد شاہ خوشگوے در وقت خود بود، خدایش بیا مرزد سے
 دل تو دیکھو آدم بے باک کا
 عشق سے پیلا بھرا ہے خاک کا
 کچھ ٹھہرتی نہیں کہ کیا ہوگی
 اس دل بے قرار کی صورت
 کریں جو بندگی ہوویں گنہگار
 بتاں کی کچھ نہ رالی ہو خدائی
 بوسا لبان سوئے کما کہ کے پھر گیا
 قول آبرو کا تھا کہ نہ جاؤ گناہ اس فکری
 مشتاقِ عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے
 دود، خاموش بیٹھ رہتا ہوں
 اچھ چیت کیوں جنوں سیتی خاطر نچیت کی
 لٹک چلنا سخن کا بھولتا اب تک نہیں مجھ کو
 آبرو کے قتل کو حاضر ہوا کس کر کمر
 کیوں ملاست اس قدر کرتے ہو بچاں ہی یہ
 کتا ہوں میں پکار سنو کار، جس سر سخن
 کہاں کے لوگ کہتے ہیں کمر ہے
 زلف کی شان کھاد پر دیکھو
 آئی ہمارے تج کو خبر ہے نسبت کی
 طرح وہ پانوسے کھنے کی مری آنکھوں زہم کی ہے
 خون کرنے کو چلا عاشق پہ تہمت باندھ کر
 لگ چکا اب چھوٹا مشکل ہو اس کا دل ہو یہ
 جو اور سے بولے گے تو دیکھو گے گم ہم نہیں
 کہاں ہو کس طرح کی ہو کہہ رہے
 کہ گویا عرش پر لٹکتی ہے

کیا ہوا گو کہ مر گیا فرہاد
پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدہ گئے
نچھوڑ گیا پیارے جی کسی کا
زندگی ہو سراب کی سی طرح
کون چاہے گا گھر بی تجھ کو
تب سینہ دل کو بے قراری ہو
جتنا ہو اب تک تھے کھڑے کے رشک ہو
نالہ ہمارے دل کے غم کا گواہ بس ہو
دل کب آوارگی کو بولا ہے
شوق سے جس گھر میں ہو تو جلوہ گر
شاہ ولی اللہ درویشے بود کمال خوبی و اخلاق لٹخلص بہ اشتیاق، از اولاد محمد
الف ثانی بنیرہ شاہ محمد گل مولد او سرہند بود در کوئلہ فیروز شاہ کہ در شاہ جہاں باد
مشہورست مسکن داشت از جملہ استادان ایام ہند او، احتی کہ بے خوش فکر و خوش
تلاش، از دست ۷

چھوڑ کر تجھ کو ہمیں اور سے جولاگ لگی
بتاں جو جبر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں
دوبالا ہو کے مخموری عبت آنکھوں کو ملتا ہے
در وقتیکہ نواب روشن الدولہ مغفور از شاہ جہاں آباد تادراگاہ قطب صاحب کہ
عرصہ ہفتہ اگر وہ خیر اہد بد چرغاں کردہ بود در اں باب گفتہ بود ۷

ایسا بد مکیوں نہ دو عالم میں نسترے
پیروں کی راہ میں جو کروڑوں یا کے

روح پتھر سے سر چلتی ہے
وے عاشقی کے آہ زمانے کہ ہر گئے
تھاراہنس کے یہ کہنا اجی کا
باوندی جناب کی سی طرح
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح
جب سے ملنے کا کر گیا ہے قرار
ہر چند ہو گیا ہی چین کا چیراغ گل
دینے کے تیں شہادت انگشت آہ بس ہو
فاک گر ہو گیا بگولا ہے
آئینے ہو بائیں دیواروں میں ل

میاں حسن اللہ حسن تخلص درہمان عصر مرے بود بحال خوبی طبعش بیارمک
ایہام بود خدایش بایمزد از دوست ۛ

یہی مضمون خط ہے حسن اللہ کہ حسن خوبریاں ماضی ہے
لامستعلیق کا ہر اس بیت خوش خط کی زلف ہم تو کا فرہوں اگر بند و بند اسلام کہ
علی حسن خاں خان سا ماں عمدۃ الملک امیر خاں حسن تخلص بایمزد از دوست
میت ہوئی ہر دل کو وہ دہر کے ساتھ ہے دل تو ہماری باتھ نہیں اس کے ہاتھ ہے
الف خاں بہ لباس فقیری بسر میرزا از دوست ۛ

پیلے قدم میں عشق کے میرا تو جی گیا مجنوں یہ چند روز بھلا کیوں کہ جی گیا
ہینگن خاں متخلص بہ افغان روئے سرکار امت الحیب بود موافق نام و نسب
خود میگفت ۛ

خروسے ملی شیریں جب بشرو شکر ہو کر پتھر سے پتک سر کو فرہاد بہت رویا
نواب امیر خاں از امرائے عظام و طرفائے عالی مقام نواب عمدۃ الملک
خوش طبع و شیریں کلام از مقربان در گاہ فردوس آرا مگاہ بود لطائف و ظرائف
امشہور و معروف ست گاہ گاہ اشب فکر را بحسب اتفاق در میدان نظم نیز جولان
می نمود نامک حرامی و راہ مشورۃ دشمنانش سر سواری اندرون قلعہ شاہجہاں آباد
شہید کرد و غفر اللہ لہ از دوست ۛ

نامک فرصت دی کہ رخصت ہو چلیں صیاد ہم مدتوں اس باغ کے ساڈیں تھے آباد ہم
میں بلائی بھیڑیں یہ مجھ سے نادانی ہوئی دختر رزم میں آئیں ہم سے پانی ہوئی
سید عالی نسب والا سب غنچہ گلشن افکار میر جوین المتخلص بہ انکار از شاہجہاں
آباد است بیشتر فکر منقبت میکرد از مدتے برے زیارت مشہد مقدس رفت از یکہ
عقیدہ درست داشت بر مزار مقدس بہ قرآن خوانی جایافت نقل است

یہ فائیری کچھ نہیں تقصیر
یوں خدا کی خدائی برحق ہے
میں کہاں تو کہاں پہنچتے ہیں
عاشقی اور عشق کی باتیں
آہ کے ساتھ جی نکل نہ گیا
آہ اے آہ یہ خلل نہ گیا

”الم“ منع اثناف و کرم میاں صاحب میر المتخلص بہ الم بزرگ و بزرگ زادہ
عالی نسب والا حسب خلف حضرت خواجہ میر درد و چندے بہ فیض آباد تشریف آورد
بود احوال پیش پدر بزرگوار استقامت دارد گاہ گاہ فکر دوسہ بیت ہم مومناہ خدا
سلامت دارد از دست ۛ

نہ دل کو قرار تیزی کے سبب
واقف نہ تھی ہم تو ان بلاؤں کو کبھی
نہ چشم کو خواب اشجاری کے سبب
یہ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

محمد اجل اجل تخلص الہ آبادی است از فرزند ان شاہ خوب اللہ بحال فضیلت
و آدمیت تحصیل علم و تربیت در خدمت برادر بزرگوار خورشاد شاہ غلام قطب الدین
المتخلص بہ مصیبت یافتہ شاعر فاجوسی است چند کتاب تصنیف نمود بندہ باوے دوسہ
ملاحظات کردہ و کلامش شنیدہ الحق کہ کیث فکرش در عین جولانی و رشتہ سخنش چوں لعل
گلرخاں طولانی گاہ گاہ ریختہ ہم میگوید، چوں محاورہ این زبان جداست خود از کم
مشقی خود اظہار عجز دارد بسیار منصف مزاج است الحال مند نشین حضرت شاہ خوب اللہ
اوست حق تعالیٰ ببار سلامت دارد از دست ۛ

ہو گیا خون ناب آنکھوں میں
شبِ فرقت میں تیری لے عالم
تھا جہاں تک کہ آب آنکھوں میں
ہو گیا خوب خواب آنکھوں میں
شاہِ محافل سبط بزمِ رجب جانانہ تھا
ہو گیا کسی اتقی جس رات وہ ہنجانہ تھا

ہو گیا تاکتے۔ کہتے ان دنوں میں ہوشیار پھر جوکل دیکھائیں اجل کو دہی دیوانہ تھا
 خان عالی شان محمد یار خاں المتخلص بہ امیر ولد علی محمد خاں روہیلہ بیا خلیق
 وجوہ شناس طبع موزوں دارد از محمد قایم مشورہ شعر دارد خدا قایم دارد از دوست
 اس منہ سے الہ کچھ نہ نکلا جز نالہ و آد کچھ نہ نکلا
 دیکھی جویں سر نوشت اپنی بنز و زسیاہ کچھ نہ نکلا
 میر اسد علی اسد تخلص سید عالی نسب در کمال وجاہت از شاگردان مرزا رفیع سودا
 اصل از شاہجہاں آباد است الحال از سبب پریشانی روزگار طر ف مرشد آباد فرستہ
 خدایش سلامت دارد ہجو گنجھہ خوب گفتمہ و بے در بائے معانی سفتہ طبع رسائے
 دارد از دوست

کس جنگو کی صبح کو باتیں نہ لیاں باہم صباچین میں الجھتی ہیں ٹالیاں
 جیوں توں اسد کو لائیئے اُس کی گلی سچم حنہ نہ خراب راہ میں پر پھر محفل گیا
 میر ظفر علی آزاد، تخلص دردمند و عاشق مزاج اصل سے شاہجہاں آباد است در
 مرشد آباد مقیم است بشیر فکر فارسی می نماید نقل است کہ یکے از کنیزان شخص پناہ گیم
 نزاکت نام براو عاشق شد ہر چند کہ عدم ملاقات بود لیکن نہاں نہاں ازاں شعلہ
 آتش در دل داشت از انبر آتش طرف ثانی را نیز گرمی ہم رسید روزے صاحبہ او پریدہ
 کہ چراچنین حال داری آن زن مردانہ گفت ہر چہ خواہی کن بر فلانے عاشقہ صاحبہ در
 غضب شدہ بنیر چوب کشید و قید کرد، میرند کورائیں خبر شنیدہ بیا گر گیت و گفت
 معشوق ز رسوائی من خانہ نشین شد ایں بود منزلے نگہ بے ادب ما
 غرض کہ سخن میر خاں از نزاکت نیست سلامت باشد

پوچھتے کیا ہو کہ بیدار کروں یا نہ کروں یہ نوحراؤ کہ فریاد کروں یا نہ کروں
 وعدہ وصل تو کرتے ہو مگر سچ کہیو دل کو اس عدو سے میرا شاد کروں یا نہ کروں

خانہ اقدم کے لئے میل بہ مانند حجاب متیتر ہوں کہ مہیا د کروں یا نہ کروں
 مرغ دل تیری جدائی سے پڑا تڑپے ہو اس کو کیا حکم ہے آزاد کروں یا نہ کروں
 نوابہ امین الدین امین تخلص ساکن مرشد آباد است ذکر احوال معلوم نیست
 سلامت باشد از دوست ۵

عہدے کو کٹی پر کیا ہی خاری میں کٹی دن کٹا فریادیں اور رات زاری میں کٹی
 میر غلام علی اظہر تخلص متوطن شاہجہاں آباد اذنت گردان میر شمس الدین فقیر
 طالب علم در فن شاعری مربوط دیوان فارسی پر مضامین دارد الحال مائل ریختہ
 نیز گردیدہ چوں سرشتہ سخن معلوم است خوب خواہد گفت طبعش دقت پسند
 افتادہ است خدایش سلامت دارد از دوست ۵

ساتی بسار آئی میرا یاغ خالی انصاف ہی ہو ظالم مت کرد یاغ خالی
 ابو ہرک سے طلب کرنے لگے چاہئی ہو یہ آئین وفا میں تمہیں سے راہئی
 نہیں یہ مرد بک چشم ساتھ آنسو کے نخل کے داغ جلہ جم رہا ہے آنکھوں میں
 میر عاصی آب جو ببار شرافت و سرو بوستان سیادت گل گلزار ہاشمی میر بہان الدین
 عاصی شاعر ریختہ گو و مرتبہ گو بود متوطن شاہجہاں آباد در بہادر پڑہ استقامت و شہادت
 در علم تاریخ و شمشیر شناسی و لطیفہ گوئی دستہ بہم رسانیدہ بود از چندے بہ رحمت الہی
 پیوست خدایش بیا مرزد ۵

چمن کے تحت پر جس دن شہ گل کا تجھل تھا ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شو تھانغل تھا
 نزا کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں بتاتا باغبان رو رویاں غنچیاں گل تھا
 مثال آئینہ ہم نے بھی نقش جہاں دیکھا جہاں دیکھا بہ صورت تجھو قالب میں جاں دیکھا
 قیامت کی جھوٹ ساری ہجر یار میں گزری وہاں تھا دیکھنا جو کچھ سوسب ہم ذہیاں دیکھا
 نشے نے میکشوں کے کیا فلک پر سر اٹھایا ہو کہ بادل بھی سیست ہو چمن پر جھوم آیا ہو

مجھے تھکادھیان زلفوں کا جو وہ خوشید رو آیا خدا نے غم کی راتوں میں خوشی کا دن دکھایا ہی
 میرا مانی ولد میرا صبی جو نے بود بکمال خوبی طبع موزونے داشت با فقیر بسیار آشنا
 بود بیشتر فکر مرثیہ می نمود ازینجا بسبب پریشانی روزگار بلطف مرشد آباد رفت نقل
 وفات او عجیب و غریب است روزے در خانہ شخصے مجلس امام مقرر بود، میرزا کو رباعی
 خود بر مرز رفتہ مرثیہ بر خواند نصفہ بخواندہ بود کہ بر مردم رقت گردید چنانچہ خود ہم مرتب
 و پشت بر دیوار منبر داده مانند تصویر ساکت گردید مردم گماں بردند کہ حال ابندید
 خواند خواند چون خاموشی بطول انجامید اکثر اشخاص برخاستہ دیدند کہ جان بجای آفریں
 سپرد، خوشا بجال کسے کہ در غم امام علیہ اسلام جان بحق تسلیم کرد و مشق شعرش بہ پختگی
 نرسیدہ از بسکہ مصروف مرثیہ بود خدایش بیا مرزدے

شور بر کوہ و بام کرتا ہے دل بڑی دھوم دھام کرتا ہی

نہ وہ سنتا ہی وہ امانی حال نہ تو قصہ تمام کرتا ہے

رلے پریم ناتھ خلف رائے کش ناتھ از قوم کھتری است قائم در تذکرہ خود نوشتہ
 کہ ظاہر حالش چوں طبع خویش موزون و موزونی طبعش از خوبی ظاہر افزدن، خلط
 بے نظیر و کماندار داپنر یزغل فارسی بسیار بخوبی میگوید گاہ گاہ فکر ریختہ ہم میکند ازو
 آن بولنا سخن کا میٹھا لگے ہے، دل کو خاموشی اُن لبوں کی گپ چپ کی ہی مٹھائی
 آشنا تخلص شخصے شنیدہ ام بفقیر آشنائست از کلامش معلوم میشود کہ فی الجملہ آشنائی
 با سخن دارد، معلوم نشد کہ کجاست ہر جا کہ باشد سلامت باشد، از وصت سے

جو کوئی چشم ترینیں کھتا درد دل سے خبر نہیں کھتا

کس طرح دل میں جا کروں اس کے نالہ میرا اثر نہیں رکھتا

کبھو تو مہرباں ہو ہم پر لے بت کہ آخر ہم بھی ہیں بندے خدا کے

آشنا کیا بنے گی آخر کو تجھ سے خانہ خراب کی صورت

آشاوہ نہو دے گا میرا یاد رکھو تو عاشقوں کی بات
خواجہ اکرم مرے خوبے بود در شاہجاں آباد، معلوم نیت کہ الحال کجاست و گرفتار
تیرم خیلے مہارت داشت، اہر حرفے و سخنے کہ میگفت و اندکے تامل میگردانید تاریخ
درمی آمد از دوست ۛ

ایک بار مرے دیر میں زاہد اگر آوے میں جانوں جو مسجد کی طرف پھر نظر آوے
مرزا حسن علی، چراغ بزم سخن منظر اخلاق من مرزا حسن علی المتخلص بہ احسن اختر فکرت
در ارج و خضر طبعش پر موج، جو انست خوش خلق و نیکو اصل از عرب است نشو و نما
درینجا یافتہ از متوسلان محمد یونس ناماں او اہل استفادہ از میرضیا حاصل کردہ الحال
شعر خود را پیش مرزا رفیع میگزرا نہ، قصیدہ و غزل خوب میگوید بوسیدہ رشاعی
در سر کار ثواب شجاع الدولہ سرفرازست، طالب علم است دوسہ خط ہم خوب
مینویسد خدا سلامت دارد۔ از دوست ۛ

خاک چمن میں کس کی ملی آرزوے دل جو غنچہ بیاں کھلے ہی تو آتی ہی بچے دل
جول از ہر گیا سودہ مانی میں مل گیا تیری گلی میں خاک کریں جستجوے دل
ہی مجھ میں رقت دیدہ تجھے تا نگراں ہے جوں شمع مرا تارنگہ رشتہ جاں ہے
کیوں کر نہ کروں نالہ و فریادیں حسن مانند چرس ذل مرا البریز فغاں ہے
یارودہ صدم کیوں کے کرے کام حنہ کا رام اس کا خدا ہے وہ نہیں رام خدا کا
صبح کا نکلا وہ گھر سے جب نہ آیات م کو تنگ پایا جی پہ میں کیا عرصہ آرام کو
سراپے کو جوں لگے ہم اس کی قدم تک پنچا دیا ٹھونکرنے وہیں ملک عدم تک
لطف کیے اسے بھی تو تنگ ہے گا ہے شاد ہر لحظہ نہیں کرتے تو گا ہی گا ہے
دل ہرے پنے کو کر طرح یکے خالی اس کی غیرت ذہن دی رخصت آہی گئے
ابو غمازوں نے وہ بات بھی کھودی یارو پھر کر بیٹھتے تھے جو سر را ہے گا ہی

خلوت میں ہو کوئی پس دیوار ہو کوئی
 دھڑکے ہی دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئی
 جس طرح شعلہ ہو روشن شمع کا غاؤں میں
 جان دی تھی اُس نکس کی حسرت پاؤں میں
 سندھ رہی مجھ کو نہ اپنے کی نہ بیگانے کی
 بات ہو یہ بھی کوئی آپ کے زمانے کی
 جس جس کا خواہاں نہونا چارہل میں
 گودِ دلِ دارستہ ہوں پر جا بجا میں بستہ ہوں
 چشم میں روشنی طور سے بھی نور نہو
 یہ تو وہ درہتے کہ تجھ بن کبھی معور نہو
 دل دھڑکتا ہی کہ میرا کبھی مذکور نہو
 ہی قرار اس دل میں کم اور بقراری بیشتر
 وصل کی ایتیں کٹیں یوں ہیں ہماری بیشتر
 گئی سب خاک میں افسوس اُس کی حسرت گریہ
 نزع میں بانی کو جوں بیا رہ منہ کھولے ہی
 شکل پکیاں ہو کے جوں سو فارمنہ کھولے ہی
 اور چاہیں چشم یہ دلدار منہ کھولے ہی

محروم ہم ہوں محرم اسرار ہو کوئی
 راتوں کو اُس کے کوچ میں جاتا تو ہوں کوئی
 عشق کی آتش جلے ہی یوں دل مایوس ہیں
 سجدہ گہ ہی خاکِ احسنِ اب تو ساری خلق کی
 پہنچی جس وقت مجھے اس کی خبر آنے کی
 تم تو دل مانگو ہو میاں جاں ملکِ حاضر ہی
 دل کو نہ رکھوں سینے میں تو کیا کروں احسن
 خواب میں جو روح تن سے غم سے یوں میں خستہ ہو
 دل ہو دیدار سے مایوس تو مسرور نہو
 کس طرح سے ملے آئیں میں لب زخمِ جگر
 بزم میں اُس کی جو ہوتی ہے کبھی مرگوشی
 ہجر میں کیوں کر نہوئے آدو زاری بیشتر
 روز ہجران ہی میں تنہا کچھ نہیں رہتے ہیں ہم
 نہ رویا مرتے مرتے تک بھی تیر و خود ہی حسن
 کل طلب میں مکی یوں ہم یار منہ کھولے رہد
 دل کو خواہش ہو یہ کس کی تیر کی یارب کہ اب
 سخت مشکل ہو وہ تو گر منہ پہ رکھوئے تھا

غیرِ دہا کو پیہم دئے اور یار نہ کھولے رہد
 لڑکھائے دو چار اور دو چار نہ کھولے رہا
 اشدِ ہا کی طرح وہ تلوار منہ کھولے رہو

جامِ موساتی کے آگے لائی جوں مجلسِ کبکچ
 اکثروں نے پنی اور اکثر قطرہ کو ترسا کے
 خونِ احسن کا نہ چائے جب تک کب ہونیا م

عیش جو کل نصیب تھا آج خیال و خواب ہے
جلوی کو اُس کے دیکھ کر چرخ میں آفتاب ہے
جو ہوئی سو ہوئی دلا اب تو سرِ حجاب ہے
تینِ نگہ سے جس کے اب زہرہ برق آب ہے
یار اس ایک شیشے میں سیکڑوں ہی جاب ہے
نامہ شوق کی مرے شرح تو اک کتاب ہے
یہ ہے لکھا نصیب کا اس پہ بھی یہ عتاب ہے
اس کی یہ ہم پہ کھل گیا صاف ہمیں جو اب ہے
سینے میں دل کو اپنے کچھ خود بخود خطر اب ہے

ولہ

ہم ہیں ترے پردانے جی دینے پہ ممتے ہیں
یاں حلق میں لو ہو کے سو گھونٹ اُترتے ہیں
سوناز سے ہاتھ اپنا تک سینے پہ دھرتے ہیں
دم جب تئیں ہے دم میں دم آپ کا بھرتے ہیں
تجھ کھڑے پہ زلفوں کو جب بال بکھرتے ہیں
منج پاس گرد ہم بھی دستار کو دھرتے ہیں

ولہ

بگڑے بولا کہ چل بے ادھر نظر نہ لگا
لگا کے زخم کہا حیف کار گر نہ لگا
گھڑی گھڑی مے پاؤں کو چشم تر نہ لگا

ہاتھ سی تیرے اے فلک بان و جگر کباب ہے
پہری سے اُس کو منفعل رہنے زیں کا ماہر ہے
زخم لگا کے سیکڑوں کرنے لگا شمار وہ
بلے ترا جگر دلا ہو دے ہی سنکھ اُس کو تو
کیجئے ملک بحشم خود سیر دل پر آبلہ
زینِ بگڑے روز و شب کیجی رقم کہاں تک
اس لئے کر کے مختصر تھوڑا سا کچھ لکھا تھا میں
نامہ پلک کے ہاتھ سے آمینہ دیکھنے لگا
یادِ احسن اندنوں کن نے ہمیں بھلا دیا

دھمکائیے جاؤں کو جو مرگ سے ڈرتے ہیں
تم غیر کے ہاتھوں سے واں جام چڑھاتی ہو
ہو دستِ بشارتِ کب لیں ہمیں میسر
چھٹا ہی کوئی نالہ ہم سے دم آخر تک
کھلتے ہیں ایریں کے صہ عقدہ غم دل سے
پھر صحنِ بہار آئی جو ہوئے سو ہوا حسن

کہاں جو میں نے ذکرِ رخ کو تے مت نہ لگا
بہی جو تیں مرو جان اک رقی باقی
اسی لئے تو میں تجھ سے خواہوں ای احسن

لے یہ شعر اصل نسخہ میں اسی طرح لکھا ہے۔ ام پو۔ کے نسخہ میں یہ شعر نہیں ہے۔

جب اُس کرکے تھکتا ہوں میں جب کہ کیکے
تو کتنا ہی نہیں سجھائیں پھر کیونکر رہے گی
اسی منہ سے تمہیں دعویٰ بخواری ہلے آتے
ہو اظرف آپ کا معلوم دہی جام میں بیکے

ولہ

ہوس لے آئی تھی اُس جنگجو کے پاس مجھے
میر انشا، اللہ از خوبان جہان و خوش فکراں
طبع تازہ و ذوق بے اندازہ شراب معانی و ذوق جوانی
خلف حکیم الحکما میر انشا، اللہ دامت فضالہ انشا تخلص می نماید جو نیست خوش ظاہر
خوش طبع، با قبلہ گا ہی دوست دلی است تو مشق است اکثر طرز او بطرز میر سوز میماند
اصل نے از خجف است و مولد او بطرف بنگالہ خدایش سلامت دارد، از دوست

گالی سی جہنما سی چین جیس سی
منظور ہم کو دل کا لگا نا ہی جب ہوا
یہ سب سی پر ایک نہیں کی نہیں سی
کیا آپ کا اجارہ ہو اس میں کہیں سی

بندہ اُسے جب نظر پڑا ہے

نالہ ہی تجھے تو کیہ نہج لایا

یوں سب سے مل گیا تو بولا

جی دین اپنی جان کے صدقے

لکھا قسم جوٹ بولے ہی کتنا

ہو دی ہیں خاک سہراہ اُس کے ہم انشا

تو رھاں جو نیست از شاگردان شاہ واقف، آگاہ و تخلص میکنہ چند نے از میر سنیا

نیز اصلاح گرفتہ است بوسیله قصہ خوانی بمری برز، ایں فن شاہرد میر احمد مرحوم است

کہ بہ قصہ خوانی مشہور بود و غرض جوان خوش خاطر است خدایش سلامت دارد، از دوست

منہ دیکھو اپنا سیکو ابھی رسم چاہ کی

باتیں بنانا کے نہ کیجے نباء کی

بے اختیار سیکڑوں دستار گر پڑیں بب میری کجکلاہ نے ٹمک کجکلاہ کی
عبادت گاہ، محراب کعبہ ہر ملام کی ہماری سجدہ گہ محراب ہی اپنے گریباں کی
بروزل میاں حسرت بشورۂ شاہ واقف گفتہ -

جار، پاویں جو بچھے ایک نظر دیکھیں تو تو بھی پردے سے نکل نورِ بصردیکھیں تو
دیکھیں تو، در مصرع ثانی بعضے میگویند کہ حسرت نیست البتہ جائے تامل است

حلقہ چشم میں کیوں آج ہر دم پابرکاب ہی کہاں کا ہیں در پیش سفر دیکھیں تو
نہیں ممکن کہ ملیں مفت یہ بت عاشق سے قطعہ اپنے کوچ میں بھی کر خاک بسر دیکھیں تو
زرا اگر بسرِ فولاد نہی نرم شود آپ سے آتے ہیں گریباں تھیں زریں دیکھیں تو

انشائی خلی میرا علی علی از سادات عالیشان سپہر مکان ابن میر ولایت اللہ
خان نور اللہ مرقدہ، امر دیت خلعت و متواضع در محض نمودن غزل در سبہم رسانیدہ است
تضمین خوب خوب دارد منقبت مرثیہ نیز میگوید و معجزات ہم از فکر او در منقبت مشہور است
چنانچہ اکثر گدایان و نقشبندان میخوانند، مولد او در شاہجاں آباد است، وطن آبا و اجداد بطرف
توران زمین است، حق تعالی سلامت دارد، اس چند بیت ازاں بزرگوار است -

کیا ہی تیری آنکھوں نے نہ کچھ مجھ پرستم خالی ہوئی ہیں جان سے نرگس کے قالب یک قلم خالی
چمکنا برق کا مینہ کا برنا کیا کرے دیکھیں نہ جیسے سیڑھیاں ہٹا ہی سنے سے نہ ہم خالی
تو اللہ کی سوں دل مرا جب تک حاضر ہو نظر آتا ہی آنکھوں میں مری دیرو حرم خالی
لگاویں منہ نہ ہرگز دیکھ کر بے کیفیت اس کو فلک گرد و رہیں اپنی ہمیں بے جام جم خالی
نجانے دل سہا اعلیٰ علی کے الفت ساقی نہ اس موی سے یہ شیشہ اتنی ایک دم خالی
کوئی مانی کہہ رتی ہو کہ بی ہزاد کے صدقے تری صورت کتنی جس ہم اس استاد کے صدقے
تو میریت راہ لے یوں سہد یہ تنجا نالیا تب تو اک صورت بھی تھی اب صاف دیرا کیا
نہ چھوٹا میں جھنجھلا کے تار گریباں رہی تانہ گردن میں بار گریباں
جو ہاتھ بس کے بند نیا کھولتے تھے رہ مشغول ہیں اب بکار گریباں

ربانی

ہر فعل میں ہم چست کہ چالاک ہوئے یاد ختر ز کے ساتھ بیباک ہوئے
 موقوف ہی زیست تک یہ سب کچھ زاہد جب خاک ہوئے تو سب طرح پاک ہوئے
 میر شیر علی المتخلص بہ افسوس، ابن میر علی مظفر خاں داروغہ، تو سخا نہ عالیجہ از شاگردان
 میر حیدر علی حیران، در بنگالہ بیا رثوت داشت الحال در سرکار نواب سالار جنگ بہادر صفر از
 جوانے است ظاہر و باطن آراستہ بحکم و دیا پر است، ذہن سلیم و طبع فہیم دار دیندار و از میر سوزنیہ فائدہ
 بردست با فقیر از سبب ہمیشنی صحبت شعر اکثر میشود ہر سخن کہ میگوئیم از راہ منصفی درست میدانہ
 فکر او اہل را تمام شستہ الحال شستہ و رفتہ میگوید وطن بزرگان نشناختہ است اہل ملامت باشد از دست
 جب تلک نہ عشق یار و نہ دل نا کام تھا اپنے نہیں کیا چین تھا اور دل کو کیا آرام تھا
 بخشو مج کو تجھے ٹوٹا ہی میں نے بھول کر دزدِ دل تبری بلا ہو وہ ترا ہم نام تھا
 وہ بیوفا تو مجھ سے ٹک ایک آج مل گیا پر اپنے اختیار سے، افسوس دل گیا
 اُس قصے کو تو ہدم کا ہیکہ سناتا ہی وہ بھولی ہوئی باتیں کیوں یاد دلاتا ہی
 کوئی دل سے مری پوچھی جیسا ہی وہ ای ناصح گو تجھ کو نہ خوش آیا پر بھکو تو بھاتا ہی
 کما میر مطلق نہیں مانتا ہی تو بھیا تا تا ہے جی جانتا ہی
 جس کو تیر نگہ لگا ہو گا ایک دم میں وہ مر گیا ہو گا
 اُس کے اُٹھتے ہی جی پہ آن بنی دیکھے آگے آگے کیا ہو گا
 ایک میں ہی نہیں اس کو چرمیں جو جاتے ہیں دامن کو ہوتی ہیں گھر اپنے سے دو جاتے ہیں
 کو چہ یار میں رہتے تو نہیں اب لیکن بھولے بھٹکے کبھی اس راہی ہو جاتے ہیں
 بزم میں اس کی نہ ہنستے ہیں نہ رو سکتے ہیں چٹکے بیٹھے ہوئی ایک ایک کا منہ تکتے ہیں
 اُس شعلہ و ش کو دیکھے بیتاب ہو گیا یارو یہ تھا تو دل ہی پر سیما ہو گیا
 پھر بھر ہے وہی وہی دن ہے پھاڑا وصل صنم تو رات کو اک خواب ہو گیا
 صبح نہ کترتا ہے یہ دل انگباری بیشتر ہوسحر کو خفا بہ ماتم میں زاری بیشتر

دل تری بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار
 بیوفاؤں سے رہی ہے جھکویاں میں بشیر
 میر ابو الحسن ولد میر عبداللہ ازاد لاد بندہ نواز گیمو راز چوں قبلہ گاہ ایں فقیر از نیسہ ہائے
 بندہ ذلت بنابرین یک رتنہ داری ماہم بادوست مولدش شہر کہنہ کہ در شاہجاں آباد مشہور است در
 محلہ لاپٹنگ از فیض صحبت خان عالیشان جانعلی خاں صاحب گاہ کاہی شعری و بیتے موزوں بنایند
 حق تعالیٰ سلا دار دایں یک قطعہ کہ بہ نگارش می آید الحقی کہ مضمون تازہ یافتہ است از دوست
 کہ انان فلک نے کچھ تنہا شہرت اس حن کی نہیں ڈالی

مہ نہ بوجھ ہجوم انجمن سے پھرتی ہو آسمان پر بھٹالی
 علی نقی خان المتخلص بـ انتظار بطرف عظیم آباد استقامت دار و از حواش معلوم نیست سلمہ اللہ تعالیٰ
 صدف شتاق ہیں دریا میں ای نیان گوہر کے یہ میری چشم پر پھٹکے ہیں بھر بھر خوان گوہر کے
 انگلیں شخصے بود بروقت احمد شاہ عجیب و غریب ہر کس کہ پیش او شعر میخواند خواہتہ
 خود رباعی دہرہ ہندی فارسی عربی، موافق الفاظ کائے ادنیٰ البدیہ بے معنی موزوں میکرد
 ہیچ تامل نہیں کر دچوں میگفتند کہ باز بخوان نہتو است خواند مگر بطور دیگر۔

آشوب تخلص شخصے است چھپک رو دراز قد قدم در سخن کی گزشتہ است پڑج وہ معنی و ناموزوں
 میگوید مردمان خندہ میکنند بلکہ خیر ہاؤ چند میگویند چوں کوشش کر است خود ہم میخند و درمزم را بخندہ
 می آرد از دوست ۷

در عشق تری جوڑی یہ مست مچ پمچ یہ پھر کی وہ دنا یہ غچ و و غچا غچ
 میر اولاد علی، اولاد تخلص جوانی است ہندوستان زرا۔ بزرگانہ از سادات بارہ
 طبع موزوں دارد سلامت باشد از دوست ۷

بہاں ہر چند بھلاتے ہیں میری دل کو ہر اولاد اکس طرح جھکواں پری رخسار کی بھولے
 محمد اشرف شخصے است، اندر دم مرشد آباد بہ دارہنگی اخبار فرنگی جان پرست صاحب سرفراز است
 طبع موزوں دارد، ایک بیڑنہ گشتہ است اکثر ہندی، و بیشتر فارسی میگوید خدائش سلامت دارد
 آمیختہ دو باتیں کہیں تم سے میاں اجم یہ دیکھئے اکدم میں کہاں تم ہو کہاں ہم

حرف الباء

اول از متقدمین | بیچارہ تخلص شخصے بود از ملک دکنیان پیش عالمگیر خدایت
بیامزد، از دست ۵

پی سے جدا ہونا نہ تھا چاہا خدا کا یوں ہوا
جز صبر کچھ چارہ نہیں بیچارہ ہو رہنا پڑا

میرزا عبد القادر بیدل، شاعر زبردست و صاحب طرز فارسی، تعریف او در
تذکرہ ہائے فارسی مسطور است بندہ را چہ یاراکہ شمع از احوال آن عارف باللہ رقم نماید
دو شعر بندہ ی ازان بزرگوار مسموع شدہ نور اللہ مرقدہ۔

مست بوجھ دل کی باتیں دہل کماں بہیمیں اس تخم بے نشان کا حاصل کماں بہیمیں
جب دل کے استاس عشق آن کر پکارا پردے سے یار بولا بیدل کماں بہیمیں
بسل تخلص شخصے بود، احوال معلوم نیست لیکن این قدر میدانم کہ از متقدمین است از دست
لہو پی رہ گیا بسمل و گرنہ ملتا اپنے تئیں وہ خاک و خوں میں
ذکر متوسطین | دلا در خان شخصے بود از شاگردان میان گیرنگ، در عند محمد شاہ غفر اللہ
لہ۔ اول ہمزنگ تخلص داشت بعد از ان تیزنگ نمود۔ خدایت بیامزد، از دست ۵

خط مرا اُس نگار نے نہ پڑھا کیا نکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا
محمد اعلیٰ ملکیاب تخلص درویش در مذبح بود شاگرد میان گیرنگ از پشت پہن
اقتاد بیماری دست داد، آخر جان بحق تسلیم شد، خدایش بیامزد، ۵
نہو تا گر کسی سے آشنا دل تو کیا آرام سے بہتا مال
نہ جانوں کس پر رو کی نظر ہوئی ابھی تو تھا مرا چٹکا ملا دل
بینوا۔ تخلص در اوائل سلطنت محمد شاہ در شاہمان آباد آمد۔ ظریف طبع بود، ۵

قصہ سنام روزے در کجائے بامیان آبرو، ملاقات کرد او شان کم التفات کردند گفت کہ
اے میان آبرو! مگر شتائین چشم شدن نمیدانید چوں، و شان یک چشم نداشتند این لطیفہ
بسیار مناسب افتاد مردمان بخت مدہ درآمدند، غرض عجب نظریے بود خدائش بیامرزد
از دست ۵

بیموا ہوں زکوٰۃ سن کی دے، اوسیاں مالدار کی صورت
از مستعدان روزگار لالہ سیکند المتخلص بہ بہار شاعر فارس بود از اصطلاحات فارسی بسیار
خبر داشت، از یاران سراج الدین علی خاں صاحب بود، تصانیف بسیارے داشت،
این چند بیت از دست ۵

وہی اکہ، ایمان ہے جس کو ہم تم تارکتی ہیں، کیس تبیج کار شتہ کیس ز نارکتے ہیں
سہمی کرتے ہیں دعویٰ خون کا قسمت دیکھیں تو، صف محشر میں ہو گا کس کے دہن ہا تھا قاتل کا
نہیں معلوم کیا نکلت، ہر شے اس آفرینش میں، ہیں ایسا حسد اباتی، کیا تحب کو مناباتی
نعت کی قلمرد میں جو جادو یگا تو دیکھیں گا، کوئی آئے تلے حیرا کسی کو کوہ پر چکا
میاں بیان شاعر عذب البیان از خوش گویان زیان خواہ حسن اللہ خاں المتخلص بہ
بیان از ملائذہ میرزا منظر جان جاناں، مولدش شاہجہان آباد، الحال معلوم نیست کہ کجاست چہنامہ
از مشہور است، بسیار خوب گفتہ، رباعیات دل پریر دارد۔ کلاش چوں تبسم گلر خاں نکین بہیاش
چوں قند و لبران شیریں، بندہ از فکر بسیار محفوظ است ہر جا کہ باشد سلامت باشد از دست ۵

وہ بھی کیا دن تھے کہ ہم آغوش ہم ہی تھا، در کے باہر مدعی جوں صورت دیوار تھا
اس تجاہل پر پڑا میں بکھتا ہوں گوریں، وہ کہ جس کی چشم کا میں عمر بھر سہا تھا
بکھکرتا بوت کو تیار داروں سر مرے، پوچھنے لاگا کہ اس مردے کو کیا آزار تھا
نالک کو تاج رگوہر، تحت دیوار دبا، بتا تو اے فلک کہ مجھے تو نے کیا دیا
نہ دین ہو مال نہ دنیہ، الکی کچھ خبر، اس مشت نے خرغہ ہیں سب کچھ بھلا دیا

ایسے ہی میرے بخت جو ماتے تھے نیند کے
 کس قدر تجھ سے دل خفا ہوگا
 جنگ پر لوگ جس کی ٹڑپیں
 کوئی کسی کا بیان آشنا نہیں بکھا
 یہ لوگ سنج جو کرتے ہیں عشق سے مجھ کو
 سیرت کے ہم غلام میں صورت نہ ہوتی لکھا
 رو کر اُس سے میں کہا مڑتا ہوں یہ بیمار آج
 مری بسا طرے آگے یار ہے موجود
 ہمارا ضعف بصارت ہے مانع دیدار
 ادھر تو دیکھوں ہوں منہ اپنا اور دہر منج یار
 یکبار فوج غم کی پڑن مجھ پہ ٹوٹ کر
 لینا اگر ہے دل کو تو لے بھی اسے کہیں
 کر آپ کو اس قدر فراموش
 گو سب نے مجھے بھلا دیا ہو
 کیا ایسے سے درد دل کو کئے
 جہاں ردوں تمنائیں تری اور شمع رُپا کر
 قمار عشق کی بازی بھی کچھ دنیا سی باہر ہے
 آسودوں تک پونچھنے کی غیر کے تدبیر ہے
 چرخ کی برہزنی سے یہ تعجب ہر بیاں
 شب فراق کی دہشت سی جان جاتی تر
 کیا ہے عجز نے میرے اُسی بیاں سوز

خوابِ عدم سے کاہر کو مجھ کو جگا دیا
 کہ ترا شکوہ سہر کیا ہوگا
 صلح میں اُس کی کیا فرما ہوگا
 سوائے اُس کے ان آنکھوں دلیا نہیں دیکھا
 انھوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا
 سُرخ و سفید مافی کی صورت نہ ہوئی تو کیا
 مُسکرا کر وہ لگا کتنے کہ اس کا کیا علاج
 دل شکستہ دجان نزار ہے موجود
 وگرنہ سامنے آنکھوں کے یار ہی موجود
 بیاں یہ طرفہ خزان دہبار ہی موجود
 لیکنی قرار و صبر و دل دہوش لوٹ کر
 سینے میں اب تلک تو رکھا مار کوٹ کر
 ہو یاد سے پاؤں سر فراموش
 پر تو تو مجھے نہ کر فراموش
 ایدھر تو سنا اُدھر ہر فراموش
 اگلے اُس گھڑ میں میں حشر تک جلالہ نگاری
 اُسے کہتے ہیں جیتا جو کوئی یاں نظاں ہر
 مجھے اتنا ابھی نہیں بہتا کہ کیوں اگیرو
 یلی ڈمبون کی کینا اب تاک تصویر ہو
 یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ جا رہی جاتی ہو
 مری دنیا اُسے جو زو جفا سکھاتی ہے

جاکو کوئے یار میں کوئی
 وہ بھی کیا رات تھی کہ سوتا تھا
 کیوں بیاں سیرانغ کی فحش
 جادو تھی کسرتھی بلا تھی
 کید ہر ہر کہاں ہی خوشدلی تو
 مارا ہی بیاں کو جس نے شوخ
 رسوا بھی کر تھی ہر چشم نے مجھے
 آیا ہوں اس گلی میں بھی دم نہیں لیا
 کج خلق سوامی قیمت میں جانہ تھی
 تھا علم شرم عشق کہ ہرگز نہ روایاں
 بھر عمر ہم نے ضبط کیا ایک وقت نزع
 مت آیا و عدہ فراموش تو اب بھی
 آخر تو شکایت سے مجھے منع کرے ہی
 اب ہجر میں کہتا ہو کہ تھا وصل میں آرام
 بھگرتے تھے۔ سے تو پیا سے حجاب آتا ہے
 پیو شراب جو انوکھ سو سم گل ہے
 تیغ چہرہ اس کی سان پر لائی
 کیسے ہنس حال کو کچھ نہ ہو
 غیر کے آگے دل کی بات بیاں
 اپنوں کی عداوت ہو گئی ہر اب مجھے
 اراہ سرو قد کا مجھ سا خریدار کون ہو

مرثیا انتظار میں کوئی
 سر رکھے اس کنار میں کوئی
 نہیں دیتا بہار میں کوئی
 ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی
 ہم سے کبھی تو آشنا تھی
 گیا جانے کو نسی ادا تھی
 آنا ہی اس کی بزم میں باز گر مجھے
 پھر لیچلا ہو ذیل وحشی اوہر مجھے
 تو کیوں دے فلک نے بیاں بال پر مجھے
 گو ضبط کر یہ سے نہ تیرے حج کو کل پڑے
 بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑے
 جس طرح کٹار زنگہ زبائیگی شب بھی
 سی دیکھو ٹمک ہاتھ سے اپنوں سے لب بھی
 نالاں ہی بیاں میں نے تو دیکھا تھوڑی بھی
 وگرنہ بات کا تیری جواب آتا ہے
 ہمیں بھی یاد وہ عہد شباب آتا ہے
 دیکھیں کس کس کی جان پائی
 نہیں رہتی زبان پر آئی
 آہ میری زبان پر آئی
 دشمن جانی ہے میرا جو کوئی چاہے تجھے
 آزادگی کا اپنی گرفت رکون ہے

جاتا ہے یا رکچہ تو بیاں منہ سے بولے
 ہو تو بھی چرخ اُس ستم ایجاد کی طرف
 جانے دے مجھ کو اے ہوس سیرنگستان
 ہو دیگا ذوق حسرت دیدار میں غل
 نہ بنا بادشاہی کی کسی سفلی کو ہونے گی
 یارو تمھاری دوستی سے یہ بعید ہے
 کوئی جز قیسِ دوانہ نہ ہو ایللی کا
 عالم میں گو کہ عشق نے رسوا کیا مجھے

رباعیات

جس وقت کہ بیدار وہ ہوتا ہیگا
 غنچوں سے صبا کیو کہ آہستہ کھلیں
 عالم کی غضب سے جان کھوتا ہیگا
 زانو پہ مرے وہ شوخ سوتا ہیگا

دیگر

اب تم سے کہوں جو کچھ ہر دل میں میری
 پہلے کہہ لو کہ میں نہ مانو نگا بُرا
 تب تم سے کہوں جو کچھ ہر دل میں میری

دیگر

مت کیو بیاں جامِ اجل پتا ہے
 یارو جو مرے حال کو پوچھے وہ شوخ
 یا اُس کے لئے کوئی کفن سیتا ہے
 اتنا لٹیو کہ اب تلک جیتا ہے

دیگر

کیا زلف میں اُس شوخ کی ہر دہ کی صبح
 ملک زلف کو میں ہاتھ لگا یا کہ ادھر
 یا شام سے ہوتی ہے کسی شب کی صبح
 ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صبح

دیگر

سوطر سے یہ عشق بُھاتا ہے مجھے ہر چیز میں آجلوہ دکھاتا ہے مجھے
کس ماہ کا یہ عکس پڑا ہے یارب ہر چاہ میں یوسف نظر آتا ہے مجھے

دیگر

دنیا سے بے بیاں چلا ہوں روتے روتے گزری اپنی شبِ عمر سوتے سوتے
طلحات میں تھا آبِ بقا پر افوس روشن یہ ہوا صبح کے ہوتے ہوتے

دیگر

کستا ہوں جنابِ حق میں ڈرتے ڈرتے مدتِ گزری دعا ہی کرتے کرتے
ہے اُس کو یہ قدرت کہ بیاں سا محمود منہ یار کا دیکھ لیوے مرتے مرتے
سنا تو کھرے اُٹھنا بے بیتاب ، از ذکرِ قائم معلوم شد کہ مرغِ خلوتِ دوست
بود ، معلوم نیست کہ الحال کجاست ، دران زمان زورِ طبعش بروز مانسند ہلال در
تربنی بود در بط کلام را خوب می فمید ، خدایش زندہ دارد ، از دست ۵

نہ رہے بلغ جہاں میں کبھی آرام سے ہم پھس گئے قیدِ نفس میں جو چھٹے دم سے ہم
اپنے مذہب میں ہوا کہ شرطِ حقِ خلص کچھ غرض اُفر سے رکھتے ہیں اسلام کو ہم
محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا از ہم نشین ہیں کہ نوباہیوں میں دکھ دیں ہم اُن کو اس طرح ہیں
ادھر نالہ کیا اود ہر وہ مضطر ہو چلا آیا عیبِ دن تھے وہ جن رزوں میں کھیں تھیں اُن ہیں
سبزے پہ اُس کے خط کے نہ مارا گیاں ایک اُس گل زمیں میں کھیت ہزاروں جواں ہے
جی میں ہے اُس کی بات میں ، پھر نہ بولنے لیکن کسی طرح جو یہ کا فر زباں رہے
مبت اب تانک رتی ہے یہ تاثیرِ نبیوں کی کہ بنیلی کیس کھینچی نہیں تصویرِ مجنوں کی
میں کیا غل نہ اٹھائے فلک کے کینے سے کسی کو کام نہ ڈالے خدا کینے سے
تو اپنا دل ، سامرا دل نہ سمجھو سیرم کہ سنگِ سخت کو کیا نسبت آگینے سے

عشق میں گاہے غسل گے نیش ہر
خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے
ہست نیایاں ماحسبہ ادب پیش ہے
نصیب میں کسی کا فرکے بہ بلانہ کرے

رباعی

یاں آکے ہم اپنے مدعا کو بھولے
دنیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر
میاں محمد علی التخلص بہ بیدار، جوان محمد شاہی است از شاگردان مرتضیٰ قلی بیگ کہ
شاعر فارسی گو بود و فراق تخلص منمود، قریب چہارہ سال شدہ باشد کہ فقیر اوماد رہا س
درویشی دشا جہاں آباد دیدہ بود، طبع درد مند داشت، بابیک و منخی، بزیر علم و حیا
آراستہ، معلوم نیست کہ الحال کجاست، از دست، ۵
صفا الماس و گوہر سے فزون، تیرے ذرا کج
دیکھ تجھ کا کس مشکس کی ادائیں شانہ
چھوڑ کر کوئے بتاں جاتا۔ ہے تو کعبہ کو
از احوال ستارین افاضل بے کمال دغالم بے مثال فضیلت مآب شاہ علیم اللہ
انہ آبادی التخلص بہ بیتاب، حامدا و مشاعرہ میشود، شاعر فارسی است، از برائے خاطر
ریختہ گویان گاہ گاہے دوسرے بیت یگاید، از کلامش دریافت خواہ شد بسیار بزرگ است، دام
افضالہ

دل چین لیا میرا بنارس کے بتوں نے
جب قرص کا آئینہ لاتی ہے چاندنی
نگیں کی طرزیہ کیا سخت بکج بھاتی، ہر
غنیچہ بوستان و فاروسوزن باغ صفا شیخ محمد نبی اللہ التخلص بہ پتا ابن اناطی اللہ
کہ در لکھنؤ مشہور اند، جوانیت بکمال خوبی، خوش فرو خوش اندیشہ، در شعر فارسی از شاگردان

سیر زافاخر مکن سلمہ اللہ تعالیٰ، لیکن شوق رنجتہ نیزہ دارد با فقیر بختا گرم دہشتہ است خدا
سلامت دارد۔

یاد میں ترپے ہو دل کس بہ و خمدار کی آج کچھ ناخن بدل ہو آہ اس بیمار کی
کی تجکو لکھوں خط ہاتھ سے حرکت گم ہے خامہ بھی مرے ہاتھ میں انگشت ششم ہے
کل دست منتبہ جوں توں مجھ پھڑپھا شیشی کی میری خاطر اپنا گلاب بندھا با
گل اندام جو صدف سے ٹکاک ناز کریں کام لیں زلف سے کاکل کو پس انداز کریں
دیکھئے منصب مجنوں پہ یہ لیلیٰ مصفاں خاک میں ہم کو ملا کس کو سرفراز کریں
بستمل تخلص گدا علی سیگ۔ پاہی پیشہ جو انے است ابلہ رونیک خو۔ در فیض آباد
استقامت دارد۔ دینوک نامہ از دہشور است، دیگر شعر بلندش بسع نرسیدہ خدائش
(دیکھ)
سلامت دارد۔

از دینوک نامہ

جب کہ دینوک کی فوج چلتی ہو زلزلہ سے زمیں دہلتی ہے
وہم دینوک یار و اب کے سال ہیں ستارے بھی آسماں کو زوال
درو دیوا، گلشن و محفل ہینگے دینوک کی خاک سے کھل
ہینگے اک مہربان عالیشان سنیے اب باہرے کا اُن کو بیان
کیں دینوک نے یہ کیا ہو خلل جیسے کچھ اُن کے گھر میں ہو کو محل
دیکھے دس تقیم کی اگر صورت تو نظر آئے خاک کی صورت
مشر و محبوبی بافتوں کے تھان کتریں ہیں اس قدر ہم یکساں
سے گرا اُن کے نقش کی تمثیل بنے یک جلد کاغذی قندیل
اُن کی ندکی کیا کروں تقریر نقش ہے روئے خاک پر تحریر
چاندنی کو اگرچہ سمجھو آب پھر جو معلوم ہو تو نیکے سراپ

تھاجو قالیچہ مثل گل لا ملا اس سے بہتر ہٹ مکرٹی کا حلالا
یہ ستم ہے کہ ایک تھی پوشاک نہیں ثابت وہ نہیں گے کیا خاک
درِ تعدی دنیوک میگوید

دیکھ لو تم بھی اتنا کر کے سراغ مہ کے سینے میں دینو کون کا داغ
ذرے کے دام میں نہیں خبر شید دینو کون نے اُسے کیا ہے چھید
آگے اب اس سے کیا کہے سہل جیسی دنیوک سے اُنہ سے مشکل
ذرے دینوک سے وہ چپنے شال یاں تو اب کیسے خسیوں پر ہی مال
اُنک کے زیر و لنگ گئے بالا نے غم دزدو نے غم کا لا

حرف الباء فارسی

از سلک متوطنین اشرف الدین علی خاں پیام، شاعر فارسی بود، صاحب دیوان،
در عہد محمد شاہ غفر اللہ۔ ریختہ نیز بطور ایام کہ راج آں وقت بود میگفت اصل از اکبر آباد
است از مدتے وفات یافت او تقالے رحمت کناد از دوست ۵
بات منصور کی فضولی ۵ ورنہ عاشق کو آہ سولی ۵

قطعہ

دلی کے کج کلاہ لڑکوں نے کام عشاق کا تمام کیا
کوئی عاشق نظر نہیں آتا ٹوپی والوں نقل عام کیا
شاہ پنچا آزاد فقیرے بودر شاہ جمال آباد، کاغذ و قلم ہمراہ داشت، بہر جا کہ می
میگفت دنی نوشت، ہم فارسی و ہم ہندی ۵
دل مرا گرد لبِ یاکے مندا آتا ہے یہ شکر خور مشک چھوڑ کہاں جا شبت

حرفِ نساء

اہلِ ذکرِ متقین | مہرِ عبد اللہ تجرّد و تخلص از شاگردانِ سید عبد الواسع است قدیم
است، احوالِ معلوم نیست، از دوست ۵

تجھ رو میں لطف ہے ملک کو خبر نہیں نورِ شید کیا ہے اسکی فلک کو خبر نہیں
ذکرِ متوسّطین | ابو الحسن تانا شاہ رحمۃ اللہ، از پادشاہانِ دکن بود در

کمالِ عیاشی بسر برد این مطلع ازین شنیدہ شدہ بزبانِ دکن ۵
کس نہ کون کاں میں مجھ پہلے کچھ آ ایک بات کیے جو گئے سخن یہاں حیو بارہ باس
میاں صلاح الدین المتخلص بہ تھیں، درویشی بود وقتِ فردوس آرا مگاہ بہ کہ
کا زنداشت، بہر نفس اوقات بسر می برد، این مطلع از بگوش خوردہ ۵

حسن اور عشق کو حسن روزِ کرایا کیا مجھ دیوانہ کیا تجھ کو پریرا کیا
میاں عبد الحی المتخلص بہ تاباں در وقتِ محمد شاہ پادشاہ مشہور و معروف است
در وقتِ خویش نظیرے نہ داشت سید زاوہ بود کمالِ حسن و وجاہت تمام عالم فریفتہ حسن او
بود بکا گرم بازار ہی رینۃ ازاں شعلہ رود و بالاشد اکثر اشخاص ایں فن را ویدلہ ساختہ خیل
صحبت اویشدند، شاعرِ بافرہ و رنگین طبع بود چہرہ کلامش باحسن یونہی و حسن انقص بیان
با گرمی و متعین، عاشقِ مشوق مزاج بہر اطفالِ سلیمان نام تشنق داشت شراب بسیار
میخورد چون ہفت ہشت روز از حیات او باقی ماند تو بہ کرد از بکیر بہ کثرت استعمال شراب
مزاج ادا شدہ بود از گزشتن او از خود گزشت، غرض آفتاب تابانِ عمر او در شرع شب
جوانی نہاں گردیدہ خدائش بیامزد ۵

اٹکڑ کچھ پارا لہیر میں دیکھے سمجھا تاباں تو تیرے خاک بھی جلتا ہی رہیگا
جب یار مر، بگڑا خاک آنے سے او تاباں تب حسن کو میں اسکے کرایا دہشت دیا

دیکھ اسکو خواب میں جب اُنکے گھلجاتی ہر صبح
 پاس تو سوتا ہے پھل پر گلے لگتا نہیں
 خزاں تک تو رہنے لے صبا دہم کو
 ترے غم سے نسیان ہریاں تک تو نکلے
 آشنا ہو چکا ہوں میں سب کا
 لیا تھا دوستی سے جس نے جی آہ
 نہیں اک لمحہ بتائی سے فرصت
 ہمیشہ رات کو غیروں کے رہنا
 جو یار آیا تو میں دو نگا رکھائی
 عجب احوال ہے تائیاں کا تیرے
 تمہارے ہجر میں رہتا ہے ہم کو غم میاں حصار
 مرا بس ہو تو ہر گز غم نہ آنے دوں ترے بیکین
 ہاتھ میں اس کے ہاتھ تھا ہیبت
 غیر کے ہاتھ میں اس شوخ کا دیاں ہے آج
 ہم کو تم بن ایک دم اسے جان جینا ہے محال
 تجکوں غرض نہیں کسی آشنا سے شوخ
 بتاں کے عشق میں ہیں کیاں نبوں شاد
 لے دل کی خبر چشم مرے یار کی کیونکر
 آشنا تو مجھ سے ایسا ہے کہ بھیا چاہیے
 مرے تہ ہیں آرزو میں اس وقت آن پہنچو
 تو یہی بات سے بھی میری خفا ہوتا ہے

کیا کہوں کسی قیامت مجھ اوپر لاتی ہر صبح
 فتن کرتے ہی ساری رات ہرجاتی ہر صبح
 کہاں یہ عین اور کہاں آشنا
 ادھر بات کہنا اور دھر بھول جانا
 جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کہ
 وہ اب دشمن ہوا ہے میرے جی، کا
 اکی دل لگا تھا کس گھڑی کا
 پھر آگر صبح کو یوں ہم سے کہنا
 تم لے آنکھو کہیں مت پھوٹنا
 کرو ناراز من اور کچھ نہ کہنا
 خدا جانے جیٹے گے یا میرے گے ہم میاں حصار
 لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت
 دل مرا گم ہوا ہے ہاتھوں ہاتھ
 میں ہوں اور ہاتھ میرا اور میرا گریباں آج
 تم تو ہوتے ہو جدا لیکن ہمارا ایک علاج
 کوئی مرے کوئی جیسے تیری بلا سے شوخ
 کہ اُن کو دیکھ آتا ہے خدا یا د
 ہمارا عیادت کرے بیمار کی کیونکر
 پر جو کچھ جی چاہتا ہے ہائے وہ ہوتا نہیں
 ملک تم کو دیکھ لیں ہم جلدی سے جان پہنچو
 آہ یہ چاہنا ایسا ہی بُرا ہوتا ہے

تھو لگا تجھ سے شکرِ دن دیکھ تو سی
سنے نیا یا تیری نہ اپنی ہی کچھ کہی
جو نہ نمودے تو فردوس بھی جہنم ہے
تجھے بے مروت مروت کہاں ہے
تجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے
اثر دیکھا تری فریاد میں دل ہم نے بس چپ
گشتِ ناخن سے بھلا کوئی خدا ہوتا ہے
ترا ہیوش ہو جانا ہمارا ہوش کھوتا ہے
مگر یاں اپنے بندوں کی خدا فریاد کو پہچے
لیکن حقدا لے کی نہیں تقدیر پھرتی ہو
مری آنکھوں کی پٹی میں تری تصویر پھرتی
اکدن بھی نہ یار آیا روتے ہی کٹیں راتیں
غصے کا وہ ٹھکڑا نا اور پیار کی وہ لائیں
یا آنکھیں کسی نے مل مل کیا ہے نیلا

رباعی

عاشق نے وقت مرگ کہا یار سے یہی
تا یاں - نے تجکو دیکھتے ہی اپنا جی دیا
ایا میں فرض کہ محشر کے تیرے مجھے بخشیں
زے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے
ساں کیا کروں نا تو انی بیں اپنی
گئے نامے ترے برباد ماند جس چہرہ
ترے ابرو کو نہ چوڑے گا مراد دل ہرگز
تو نے پی اس قدر ظالم کہ جگو کیف ہو ہے
بچوں کے شہر نارساں میں کب کوئی داد کو پہنچے
ہزاروں بار صاحب ہوش کی تدبیر پھرتی ہو
سیلماں کیا ہو اگر تو نظر آتا نہیں خجک
کہتے ہیں اثر ہیگا گریہ میں یہ ہیں باتیں
کریا دہی ظالم روتا ہوں میں ہر ساعت
ہونٹوں پیرے ظالم مٹی کی یہ دھڑی ہے

ہوتا ہوں ترا جواشتیاتی ساقی
ہے مجکو خارشب کا لا صبح ہوئی
سید نجیب الطوفین از مرثیہ گویان حضرت ابا عبد اللہ الحسن سید محمد تقی عرف
میر گھاسی فقا اور اندیدہ لیکن اکثر اوصاف آرا بزرگوار شنیدہ مولانا شاہجہاں آباد
الحال بطور فرخ آباد استقامت دارد گاہ گاہے فکر شعرم میکند از دست
تو ہوا در بارغ ہوا و زمر زمہ کرنا بیل نیری فریادے جتیا ہوں نہ مرنا بیل

ترے عتاب سے کس دن یہ رنگ دہرا
کہ مرغِ ریح مرا اس کے دودھ نہ اڑا
مرے ادب نے رکھا جگیاں تلک محروم
کہ بعد قتل بھی دامنِ طافٹ لہو نہ اڑا

رباعی

تجھ جبر میں لے لے کر خواہاں کے شاہ
سینے پہ مرے غم سے یہ حال آہ
جیسے اگتی ہے پل پہ دریا کے بھڑ
پچھے کو نہ پھر سکے نہ آگے کو راہ

حرفِ الثا

دریں فصل از متوسلین ثاقب تخلص مرد سے درویش گزشتہ است، از شاگردان
میاں آبرو، در دادا خر شعر خودیش خاں آرزو میگزرا نید از دست ۵
ثاقب کی نقش ادب قاتل نے لگے پوچھا
یہ کون مر گیا ہے کس کا ہے یہ جازا
شجاعت اللہ خاں از شاگردان میاں حسرت است ثابت تخلص دارد، از
متاخرین است بنیدہ نواب شیر افغاناں بنیرہ نواب دل دیر خاں، اصل ایشاں باپتی
کہ قصہ است متصل شاہجہاں آباد پیشتر گاہ گاہے کتبہ شعر داشت الحال از مدتے
راغب بانیکار نے شود خداش سلامت دارد ۵

یہ سچ کہو کہ کیا کس نے بدگیاں تمکو
غبار میری طرف رہے اے تاں تمکو
ہم آپ جانتے سو اس سے عرض کرتے
ہمارا حال نہ کتنا تھا دوستان تمکو
میں ہوا کل جو یا اسے رخصت
نہوا اختیار سے رخصت
مثل بیل کے مر گیا ثابت
ہوتے ہی گھوڑا سے رخصت
کیا ہی بے اختیار روتا ہوں
بس گھڑی مجھ کو با آتی ہو
آتے ہو دن میں تم تو کئی بار اس طرف
پر دیکھنے نہیں کیوں آئے یا راسخ
دینا تھ سیکھ خزر دلپزیر و موثر بنظیر صاحب کمال بہ سن بمقام سال از معتدا

حواجہ میرزہ دوست : برعکس تاریخ چنان فکرش رساست کہ اکثر قصائد دارد کہ در سر مصرع
تاریخ مدح برمی آید بہ فرمایش ما ران تاریخا بسیار گفته است با فقیر بسیار شاست
سودت باشد تاریخ چاہ گفته مصرع

آب ازین چاہ بے نظیر بر آرد
تعمیہ آب بیارمن سب افتادہ کہ بہتر از بے تعمیہ گردیدہ -

حرف الحیم

چون تخلص اکبر آبادی از قدیم است دیگر احوال بگوش زبیدہ از دست

پنجا کوئی کہے کوئی دیر پنجا
تھی جس پہ تری مہر وہی خیر سے پنجا
چوں کایاں تک ہر گرم بازار
کہ پتھر بھی نہیں سر کا خریدار

از احوال متوسطین امیر عجز نڈلی نادرہ زماں دا عجبہ دوراں بوداں

وادئے ہمہ کس ازو ملاحظہ میکردند از بسکہ درں زمانہ عالم غیرت داشت چرنے

میدادند و زبانش بند میکردند الحال اگر کہے در سچو کہے بگوید مدح خود می شمارند

غرضیکہ میرزا گورد درین وقدر بطور خود خوب نیگفت - در مدح اعظم شاہ گفته

ہمیں اسم اعظم دروکت ہ بود
ہمیں سیدان کہ تابندہ بود

نفل ست کہ روزے پیش میرزا بیدل رفت مرزا رنکر مصرعے مصرود

بودند ملتفت نشدند پرسید کہ صاحب وقاہ کہ ام مصرعے فرمودہ اند گفت بلے و آن

ایں مصرعہ بود ع لالہ بر سینہ داغ چوں دارد -

میر مطور گفت دریا تا مل چیت رع

چہ بکے سبز بر کون دارد

مرزا زین معنی ہم ہر آند زود جزیرے دادہ زخمت نمود خداش بیا مرزد

۵۔ ایں مثنوی از دوست

مثنوی طوطی روحانی من
نہ کرافت بہ رنگیں خجڑہ تن
نہ تو یاں سے نہ یہ خجڑہ ہنگا
بلا کر لاں تحکو کیا کے گکا
جعفر بوستانِ جہاں دم غنیمت است
شادی نصیب اگر نشو دغم غنیمت است
غان عالی شان جعفر علی خاں
ولد مرزا مومن بیگ جواں احمد شاہی
از متوسلانِ نواب عمدة الملک امیر خاں
بود پادشاہ عالی جاہ محمد شاہ رتہ اللہ بہ
منصب سہنہ راری سرافراز نمودہ بود
در ذیل امرایان مشہور بود، ذہن و ذکا و طبع
رسا داشت، سواری رام راجہ بروقتش داشت
چنانچہ ایں مثنوی در عشق او گفتہ
مشہور است -

الہی شوق سے دل کو جلا دے
برہ کی آگ تن میں لگا دے
جلا جوں پھلجھڑی مجھ ناتواں کو
شرر لبریز کر ہر استخوان کو
خفا کہر عشق میں یوں جان بتاب
کہ جوں آتش میں گھپ جاتا سیما
وحدت کی آتش سے دوئی کو
کہ میں ہے ایک چنگاری روئی کو
مہم باعثِ ایجادِ ایمان
کہ جس کے واسطے آیا یہ قرآن
مقر ہے کہ بزارِ دکا ندر
کہ جس کے واسطے آیا یہ قرآن
اسی سے جانِ زرفع اُسکا پایا
علیٰ ہر شاہ اور نگِ ولایت
ہوا کہ جس سے نور اُس کا نمایاں
کیا معراج پر شیرانہ دھاوا
رسالت کی کرواب سیر گم ہوا
قصا کے راج کی صنت گری دیکھ
نبی کے گھر کی یہ بار، درمی دیکھ

نبی کی آل پر سے وار جانا ای بارہ پٹی سے یار جانا
 خدا تک اب پہنچا کیا ہے مشکل کہ بارہ کوس کی ہر ایک منزل
 اگر قہید حکمت آشنہ ہے اسی نسخے میں چودہ بدیا ہے
 صفا اسکے بنا گوشوں کی دیکھ آن نجات سے رہے موتی پیکر مکان
 زبس گلبرگ لب میں ناز کی ہے کٹوے میں پیئے ہر پھول کی ن
 بولا گم رہوں کارہنموں سے نشانِ لشکرِ اہل جنوں ہے
 ایسے شنوئی حقہ بہ فرمایشِ فردوس آرامگاہِ ازاولِ چند بیتِ گفتہ و بعدہ
 میاں حاتمِ باتمامِ رسانیدہ اینست -

تما کو کو نجا نو کیا سبب ہے ملا سے گڑے اور کیو نہر طلب ہے
 طلب گڑا کی اے ہے اس سبب سے ملا سے گڑے پابے کے لے ہے

۵ از اشعارِ دوست

بلبل کو باغباں سے ہے نیت کھٹا پٹی ناصح کیوں نہو دے چین میں چٹا پٹی
 آجھ میں نیٹن اُس کہ بنا ہے ترے لیے یہ بیخیمہ سیاہ و سفیدِ مٹا پٹی
 خاکِ رمی پر نہ کر مودی کی سرگزشتِ اعتبار چونک الی میں ملے تو بھی لمبو پتی ہے
 عشق میں بابل کو کیا نسبت پر دلانے کی ساتھ وصلِ مرجاے وہ یہ ہجر میں جتنی رہے
 پردے کیونہ ہر اک بات میں موقت و چھپتی صفادانتوں کی روشن ہو شبِ مستی نہیں سی
 نہو کھوجی نہجو کے کاروانِ منزلِ دروختے خدا جانے کہ صحریہ بے سرو پا جائینگے بکے

فرزا احمد علیؒ "چراغِ بزمِ آشنائی و شمعِ انجمنِ آرائی تیغِ شجاعتِ راجو ہر کانِ
 مردتِ راگو ہر مرادِ احمد علیؒ متخلص بہ جوہرِ نردے بود در نہایتِ خلق و اخلاقِ در
 صحبتِ داری و بار ماضی جاناک و حیاتِ و درکارِ آشنائیا در ست، از زبانِ کشیخ
 اسرارِ سلمۃ اللہ شہیدؒ کہ اکثر مجموعہ شعرا در خانہٴ او می شد، اصلش از ایران بود،

مولد دے شاہجہاں آباد، طبع موزوں داشت، اکثر فارسی میگفت مگر ہمیں غزل ریختہ ار
 بیادگار ماند کہ قلمی خواہد شد، میگویند کہ بایکے از آشنایان او جائے خانہ جنگی رو
 داد این خبر شنیده در معرکہ درآمد دوسہ راکت و خود نیز کشتہ شد غرضکہ تابان از
 یاران دریغ نکرد، خدایش بیا مرزد از دست ۷

آتش ز جہنم ہو یا برق آسشیاں ہو اے مرغِ نالہ کچھ ہو کیش تو پریشان ہو
 شاید کہ پہنچے تجھ تک دامانہ کوئی ہم سا آوارہ بیابان اے گرد کارواں ہو
 گر ہو سکے ہے تجھ سے اٹھ لے بغیر جنوں نات کے ساتھ تو بھی اک دو قدمِ دلاں ہو
 اتنا لب و دہاں تو جو ہر ہو عاشقی میں منہ پر تو ہوئے نالہ اور زیر لبِ فغاں ہو
 میرِ مستقیم سید زادہ عالی ہمت المتخلص بجزاآت، از جوانان محمد شاہی بہت
 بندہ ادا و صغیر بن شاہجہاں آباد دیدہ ام، بسیار خوش مزاج و کہ بے اختیار دل
 سامے رب و دعالا شنیدہ ام کہ بظرفِ پونہ بہ لباسِ درویشی بسر می برد، سلامت شاہ

از دست ۷

ہر بنِ موسے سے شہدِ نہاں کرے دل تو جلتا ہے پر اسے و چراغاں کرے
 جاؤں سحر میں دوانوں میں می یاعونتی اپنے ہاتھوں سے مرا چاک گریاں کئے
 کون گلشن میں یہ بو مشک کی لے آتی ہے کتے ہیں لٹکے کہچے میں مباحاتی ہی
 میاں رمضان فی ہولانِ تخلص، جوان محمد شاہی گماندار بے نظیر بود دگر احوال

معلوم میت ۷

بہتے ہیں رات دن خفا تجھ بن جوین گے ہم سے شخص کیا تو بن
 از احوال متاخرین امیر علی ہند، شاہِ گرد شاہِ صبح، جزا تخلص از متاخرین
 احوال معلوم میت کلاشن بکلی یافتہ ۷
 قیوں گمروں میں گئے کیوں ہوشیج جاتا، زون کر قبوں۔ سے ہی اب لیں آتا ہے

ہمارے آلودہ باتا نیند کا بے غیر صحبت میں صریحاً رات تو جاگ ہی کیوں بابتا ہی
میاں گلبن خاں زادہ شیر افغان، دعوے شاگردی میر تقی سے نہاید از شاہ میران
نسبہ نیش سلامت دارد ۵

ایدل مرلیض عشق کو آرا ہے بھلا چنگا ہو تو ستم ہے یہ بیمار ہے بھلا
میر منظر علی القلص بہ جذب در عظیم آباد استقامت دارد گاہ گاہے فکر ریتہ مینا
سلامت باشد ۵

ہے جنوں کا زور طوفاں اندنوں میں ہوں اور میرا اگر بیاں اندنوں
میاں محمد روشن القلص یہ خوشش - مردیت ساکن عظیم آباد خوش طینت
ونیک اعتقادش عیشیں کلام صاحب دیواں، از خاصان آن دیار است بندہ
باوے ملاقات نکرد، از سبب بعد اشعارش نیز بہ فقیر نہ رسیدہ مگر چند بیت، از
زبانی مرزا فدوی سلمہ اللہ شنیدہ بودم بہ نگارش می آید مشتہ نمونہ از خردارے،
خدایش سلامت دارد ۵

تو امائی جدا کرتی ہر آب آغوش سے مجھ کو کرامت دیکھو لے ناتوانی دوش سے مجھ کو
دل میں ہر آب قرب میں مینہ سا پہا کرں وہ مجھے دیکھا کرے اور میں سے دیکھا کرں
جون آئینہ یہ رستم رسیدہ رہتا ہے مدام آب دیدہ
ہیں رخ میرے جزو بدن جون پڑا تو مخلوق ہوں اس دہر میں ہم بیکر طائوس
کلامش شاعرانہ است شخصے میگفت کہ او در تالیف تذکرہ مشغول است -

حال عالی شان بندہ مکان برادر زادہ نواب روشن الدولہ مغفور ولہ مفتخر الدولہ
جان عالم خان، بوجہ غایط بشر از گوہر شرف و نظم لبریز و انکار صدق معانیش چون یہ
عشاق جو اہر نیز گوہر طیش از چشمہ غور شید آب خورہ ہسپل خطش از زلف نگویاں تاب
بر درہ نمش بحباب بفرشہ رچوں دہر تہیم نایاب، در وائل مشق سخن از میر سوز

نمودہ درغزینِ تخلص نمی آرد محتاجِ شہرت نیست قابل و قابل دوست، خدایش سلامت
باکرامت دارد از دست

لگا خوبانِ نو خط سے یہ ملنے گھسیٹا بچہ مجھے کانٹوں میں لے لے
جھوڑ غارِ صنِ دلِ نگہِ زلفِ مشکین صبح کا بھولا غنیمت ہو جو پہنچے شام کو
میاں قلندر بخشِ تخلص یہ جرأت، از شاگردانِ میاں حسرت، جو اینست
چپک رو خوش خلق و نیکو، کماش نمکین و بیانش شیریں، دستگاہِ شعورش حوں دں
صاحبِ ہمتاں فراخ و گلزارِ معانی چوں میوہ آرزو شاخ در شاخ، فصلِ انشا بہار
آباد، نشو و نما فیض آباد یافتہ، شوقِ شعرا ز حد زیاد دارد اگر چہ پارہ در علم موسیقی و ستار
نوازی نیز دستے ہم رسانیدہ لیکن انچہ گوئید دیوانہ فنِ شعراست کہ گاہے ہنسیکے نمیناند
بیار درد مند و گداز است، ثنویٰ ہو جو برسات و کھل نامہ ہم گفتہ دریں نوجوانی بسا
بحلم و حیا بسر می برد، خدایش سلامت دارد

کیا سحر کیا ہے یار دل کو تجھ بچہ نہیں قسار دل کو
آنے کی خبر اسکی لیکن آتا نہیں اعتبار دل کو
تب خم تو انکے بھرنے پاویں جب صبر ہو اس، نگار دل کو
نالہ و آہ و فغاں میرا ہی دم نہرتے ہیں آپ کا جان کے سب مجھے کرم کرتے ہیں
تے میں بحر ہی میں میتر وصالِ دوست اب کچھ نیال دل میں نہیں جز خیالی دوست
سے ملتا ہے وہ ایک ہم سے ملاقاتیں آہ کیا کیجئے دم مانے کی بات نہیں
وصل کی رات مرا جی ہی نکل جاتا ہے جبکہ آواز یہ آتی ہے کہ اب رات نہیں
اُس کے کوچے میں، گئے یا گئے اُدھرم ہو مسادات ہیں دل کو مسادات نہیں
ابا میں دردِ دل اس طور بتا رہتا ہوں حسب حال اس کو کئی شعر سنارہتا ہوں
بات میں کس کی سنوں آہ کہ امیرِ جن خور میں اپنے ہی نالیں کے سداں سداں

آئے ستم ایجا کب تک یہ ستم دکھائیں
کچھ تو بھلے آرزو دشنام دے تلوار کینچ
ہم کچھ اسیر ہوتے ہی خاموش ہو گئے
بچن اس دل کو نہ اک آن تھے بن آیا
صیاد نے جھا تو یہ لہجہ بادور کی
جرات ذلیل ہو چکا مارا ہی جائیگا
کیوں کرتا ہے جو کچھ ٹھانی ہے تو زلیں
جلال الدولہ جلال الدین وکیل مرہٹہ مشیر نواب عماد الملک، از دست
ماہر و مسند پہ بیٹھا جب دل بٹیاب ہے چاندنی کے فرش پر کیا عالم متا ہے

حرف الحاء

اول احوال متقدمین | حبیب حسن تخلص از خاکِ دکن بودند اکثر اشعار انہما
در بحر کربت بنظر آمدہ جوں الفطرس ربط بیکہ گیرند اشتند بقلم نیاورد،
حیا، تخلص ہم کے گزشتہ است چند شعر در سلک متوسطین دیدہ شد اغلب کہ
زن باشد احوال معلوم نیست و نیز بے ربط میگویہ، از دست
حیا کی تلخ کامی کا یہ قصہ
احوال متوسطین | شیخ محمد داتم المتخلص بہ حاتم، شاعریت صاحب کمال
و بسندیدہ افعال، عالی فطرت و بلند ہمت، حاضر میاں آبرو، دو دیوان ترتیب دادہ
کئے بزبان قدیم بدیر ایہام، و دوم بزبان حال ادایہ، شہرہ اشعارش بسیار است
اکثر نثر اندازے اور انغمہ سرایان منہ بنوا مند، تا حال در شاہجہاں آباد مقیم است از
شالہ بحر موجیں مارتا ہے کیا ہے جسے اس جگہ گنار ا

ہجر کی زندگی سے موت بھل
تو نہیں تو کج تنہائی میں ہے
حاکم تبکیں کا تجھ بن کون ہے
تجھ نے یاد کر نامہ کھا اور ہم رہی غافل
ستم سے تیرے میں جاتا ہوں پھر نہ کہہو تو
کوئی دیتا نہیں ہے داد بیداد
جب سے تیری نظر پڑی ہے جھلک
ایک دن ہاتھ لگایا تجھ ترے دامن کو
شانہ کجوزلف میں زہنار و کھنک
سید حاکم علی خاں حاکم تخلص، اینہم از سلک متوسطین است، مولہ شہ جو پور شاگرد
میان مضمون بودہ است خدا شس یا مرزو

شاید محبت اب کے زمانے میں دب گئی
آتی نظر نہیں جو کسی آشنا کے بیچ
حسرت، عالی ہمت و بلند فطرت محبت علی خاں التخلص بہت محبت، ولد میر باقی،
سپاہی پیشہ عمدہ روزگار بود۔ برادر خرد میر و لایٹ خاں، ریختہ و ذری ہمہ میگفت، فہمیدہ
و سنجیدہ متواضع مودب، آخر روزگار ترک نمودہ خانہ نشین بود ناگاہ فوراً فوت شد
از دست

لکمت گل نے جگایا کسی، ندان کے بیچ
پھر یہ زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ
بسا رانی دوانوں کی خبر لو
اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو
این داستانخت از مشہور است

کیوں رہے دل جاہی چنایں نہ بچے گمنا تھا
بند دوم این بندہ را بخش آمد۔

حاسدان تم کو جدا بیٹھ کے بہکاتے ہیں
 کیا ہوا تم کو بھی اب گرچہ وہی بھاتی ہیں
 یہ وہی تم ہو وہی ہم ہیں وہی باتیں ہیں
 باز فرماست کہ زلف تو بود در دستم
 میر محمد باقر مرویت از سلک متوسلین متخلص بہ حزنیں از سادات اکبر آبادیا
 بیشہ شگرد مرزا مظہر از مد تے بطرف بنگا کہ رفت، خداش سلامت دارد وہ
 اس بیوفا کے عشق میں کچھ محکوم نہ ہیں
 ویران ہوا ہے باغ خزاں سے یہاں تلک
 جس دن سے میں سنای کہ آخر ہوئی بار
 کیا کیا گزرتی ہوئے گی، انہر چین کے بیچ
 کس کس نئے سے دموم چائی تھی تنگے لٹا
 کما میرا اگر وہ شوخ مانے
 حنیں اکدم نہ جیتا تھا سخن بن
 وہ کہ ہے ملک مسلم جسے بکتائی کا
 میں تو بندہ ہوتے جو رجوا کا لیکن
 محمد علی حسمت تخلص از شاگردان نند علی بیگ قبول تخلص، مردم کشمیر بودا شا
 عبدالحی تابان شاعر مربوط گو در قے پسند بود، همراه قطب شاہ رُہیلہ کشتہ شد خداش
 پیامزد وہ

جب آخراں میں ہوئی آشنائے گل
 تب عندلیب رو کے پکاری کہ ہائے گل
 خط نے ترا حسن سا اُٹایا
 یہ سبز قدم کہاں سے آیا
 میرزا حسن علی تخلص برا در جعفر علی خاں، ایں بیت در مرثیہ امام علیہ السلام

از دست ۵

یہ کس طرح کا زخم لگا تھا حسین کے ایک بے ہے خونِ حُسنِ دل کے گھاؤ
از احوال متاخرین | میر حسن المخلص حسن در کمال خوبی و حلاق ظاہر حاشا یہاں
 دنیا داری آراستہ و باطن بزیور فقری پیرستہ، مدتے در صحبت یونس خاں بسر بردگا
 گاہے دوسہ بیت میگوید خدایش سلامت، دارد از دست ۵

تمی میں سیر کوئی دن اُسی میخانیسکی اب خبر ہے نہ صراحی کی نہ پچانسی
 تیغ ابرو نے تو مارا ہی تھا جو زلف نہو غیر: نجیر خبر کون لے دیوانسی
 اے حسن آپ کو سمجھے گا تو کیا بس چیہ سر حق ہے یہ نہیں بات تری پانسی
 تو اچہ حسن گلشن بوستاں آشنائی و سر و گلستانِ رعنائی خوش فکر و خوش سخن
 تخلص: حسن ابن خواجہ ابراہیم نمبرہ حضرت خواجہ کھاری قدس اللہ سرہ از فرزندان
 خواجہ نمود دشتی، جو انے است درویش صالح متقی و متواضع، مودت، در فنِ طلسم و شعبہ
 بازی نیز ماہر است۔ مدتے بطرفِ بریلی اقامت داشت چوں از تخلص فقیر واقف ہو
 بنا برین حسن، تخلص نمود الحال یہ فیض آباد استقامت دارد خدایش بسلامت دارد

از دست ۵

دل دلا سوں سے کرے ہی ببقاری بیشتر خانہ ماتم میں ہو پوسے سے زاری بیشتر
 صحبت نگیں دلاں سے کیوں نہو خونریز حُسن سنگ سے نمشیر کو ہے آبداری بیشتر
 کب میں کہتا ہوں کہ میری جان جانے سے رہے پر ٹماں ایسا ہو کہ یہ دل تمللانے سے رہے
 ہمنے ایسی بھی تو کچھ چوری نہ کی تھی آپ کی بے سبب جو آپ ابالیدہ کے آنے سے رہے
 آہ کس کس بیوفائی کا میاں کیجیے شمار اور تو سب کی طرف منہ بھی دکمانے سے رہے
 اُسے کس کس اپنے دے سے ٹالا ہم کو پر دیکھ تو ہم بھی حُسنِ کس کن ہمانے سے رہے
 حجام تخلص تھے ات حجام در شاہجہاں آباد، متصل مدرسہ نازی الدین خاں

دوکان سخن را گرم داشته مضمون تراشی مے نماید لیکن ازین شعر او معلوم شد کہ کلامش بے اصلاح است، در نوشتگانی معانی قہر دارد۔ شعرانیت ۵

کام کیا زوریہ حجاب مے نے شیخ کی ڈاڑھی کو قصر کر گیا
میر حامد نصیری درویش گوشہ نشین بکمال صلاح و تقویٰ متواضع و مؤدب
از مریدان حضرت نصیر مہم افشا کہ الحال جانشین حضرت خواجہ محمد باسط ثور اللہ مرقدہ بہتند
رہس ہمایاں بدروازہ پیر خود از سباعتقاد برمی بُرد، شوق شعر بہرتبہ دارد کہ در گفتن
غنی آید، اشعار بسیار جمع نموده چون مزا دولت اکثر شعر و سخن دارد گاہ گاہے بعد از سال
وہاے بیتے یار باغی موزوں میکنہ نمادیش سلامت دارد، رباعی از دست ۵
دنیاے دنی کو جو کہ فانی سمجھے اور قصہ عمر کو کہانی سمجھے
دریاے حقیقت کو وہی جاے پیر جو تل جباب زندگانی سمجھے
حضور تخلص شخصہ ہندو در شاہجہاں آباد طب دیاس بسیار دارد ۵

زبان شمع سے روشن ہوا یہ اہل مجلس پر کہیاں جو دم گزرتا ہی ترقی ہے تنزل میں
میر حمید علی گل بوستان سیادت و سرو جو بہار شرافت از بجائے زماں میر حمید علی
المتخلص، پیران، جو آنے است شگفتہ رو نیکنو، سلیقہ سخنش نہایت خوب و فکر دلیلیں
بے مرغوب اصل وے از شاہجہاں آباد است، الحال در لکھنؤ استقامت دارد از شاہجہاں
لالہ سربک کہ شاعر فارسی است و دیوانہ تخلص دارد، با فقیر بسیار دوستی دارد،
سلامت باشد۔ ۵

دکھ اس سے کون کہے تاباں تاس کہاں کہے ہی ہوش بجا دل کہاں حواس کہاں
ہوئے انہونے دوستوں سے ربط ملے تھیں اب آنکی فرصت ہمارے پاس کہاں
ہوئے ہلکے کھی سرِ باغ، کشت نصیب کریں گے زیست کا کیا یاد ہم سے زشت نصیب
دلِ تم زدہ کا آج بوجہ پچھتے ہو حال غم فراق سے کب ہوا بہشت نصیب

کٹی شب کس توقع پر ہماری چین سے حیراں
اپنے جانیکا نہ واں نکو ہے نہ رات کو ڈوبا
اب آیا دم میں آیا دن تو ان باتوں میں کتنا
دیکھ کیسی بنے آن پڑی بات کو ڈوبا
یار بن آپڑی اپنی نیٹ اوقات کو ڈوبا
کل میسر ہوئی حیران کو اوقات کو ڈوبا
ٹھیری فوج جیسے لوٹ پڑا اکبر پڑنی اور
نظر تیری ادھر کو اس طرح سے یا پڑتی ہی

قطعہ

کل کہا میں نے میرے گھر چلیے
سن کے تیوری بدل کے کہنے لگا
اس میں کچھ کم نہو گی محبوبی
رسم و راہ ادب تو سب ڈوبی
مجھے کتنا ہے میرے گھر چلیے
دیکھیے اختلاط کی خوبی
کیجا بھن گیا کبتک کرو گے ہاؤ بیدری
اٹھوں میں ہی جھانسیے یا کڑیٹھاؤ بیدری

از شعرے دوران و فصحاے زماں غنچہ گلشن محبت میاں جعفر علی التخلّص بہ حشرت
طبش از چمن خوبی شکل طہ بے برخاستہ و درج فطرتش رشتہ سخندانان از جواہر معانی
آراستہ شربت عذب بیانش را قوم عالی و گوہر طبع روانش را نظم متوالی، خلعت
میاں ابوالخیر کہ بیشہ عطاری در کتب متصل اکبری دروازہ بسرمی برد، جولانی طبش
از حد گزشتہ قصیدہ ہا در زمین مشکل شکل لفظ، فکر ہر کس بقدر ہمت اورست، حال
بوسیله فن شاعری در سرکار حسن علیخان بہادر سرفراز است، مدتے اصلاح
سخن از رے سرب سکہ گرفتہ الحال خوف است غرض مثل او پیدا نیست خلش
سلامت دارد کثرت شاگردانش خیانت کہ در صورت شناس خود ہم ہر است
کس کا ہے جگر جس پر پیدا و کر گئے
برنگ آبلے ولے یہ کیا زندگانی ہے
جب تک سینے میں دل تھا داغ بھی جلتا رہا
دولہ تھیں ہم دیتے ہیں کیا یاد کر گئے
کہ جس کے پاؤں بڑھتے ہیں اسی کو گزرتا ہے
یو باغ اب گھر دالاک جو نما جلتا رہا

چمے تیرنگا سے دل اگریوں ہو تو بہتر ہے
کے وہ اپنے منہ سے قتلِ حسرت کو کی میں نے
سرشکا، جاگرم یہ جن بحر سے ملے نکلے
نام دن سے جہا آہ شمع و پروا نہ
قیب نے ہیں تو ام ہو جسطرح بادام
بنے غباں کی صورت جگریوں ہو تو بہتر ہے
مرے مرنے کی عالم میں خبریوں ہو تو بہتر ہے
جباب ہو کے وہیں اسپہ آگے نکلے
ملے جوشبکو تو آپس کے سب نکلے نکلے
جو توڑا اس سے تو دونوں کے دل ملے نکلے

تم جو کہتے ہو کہ دھرت کو ق
آہ و فریادیاں کیا کرے
آپ کا اس میں کیا بگڑتا ہے
اے شوق کیا ہے یاد تجھے آہ تبسّر
چھینا تو نے ہیں ل پرخوں حنا سے یہ
دل لگتے تھے باطن میں حسرت سو دیکھے
بتن مار سوا یہ دل زار ہوا کچھ نہوا
دلیں سو بات تھی پرانے جو پوچھا احوال
سائے ہستی کے بکھرے ہیں دگر نہ دم مرگ
کا شکے عشق بتاتا نہ میں اس کو حسرت
مثال اس شمع کے جگو ہوئے تن لگتی ہے
ہوئے ہیں اس قدر آفت زدے ہمتو کہ اب ہم نہ
ورمند داستانِ رسم است کہ براے پوشیدن پستان اکثر زماں دامن را بگریبان

میکشند و راں مقدمہ میگوید

تیرا دامن آج کیوں تیرا گریباں گیر ہے
نایہ اس دامن میں پایے خون بے تعمیر ہے

رباعی

دل در دوتاں سے آہ کیونکر کرے پر آہ تو تب کرے جو ان سے نہ دے
وہ نکل ہے جیسے دشمنوں میں گھل دم لیوے تو سر کٹے نہ دم (تو مے)

پارہ از احوال فقیر مولف کتاب

پوشیدہ نامند کہ اصل این فقیر این غلام حسین ولد میر عزیز اللہ بن میر امامی ہر دی
از ہرات است میر امامی نور اللہ مرقدہ ہفت قلم و فاضل متبحر و دند بہ سبب فضیلت دشنام
آباد آمدہ بین الاقران ممتاز گردیدند گاہ گاہ شہم میفرمودند پس این عاجز سخن را راستہ
شاعری اجدادی است نہ امر و زی، حاصل کہ از صغیرین میلان طبیعت این فقیر بطرف
سخن بیشتر و دبارے حقائق، درین فن کم و بیش موافق طرف استعداد قبولیت بخشید
اصلاح سخن از میر ضیاء اللہ گرفتہ ام لیکن طرز ادا نشان از من کما حقہ سرانجام نیافت
بر قدم دیگر بزرگان مثل خواجہ میر درد و مرزا رفیع سودا و میر تقی پیروی نمودم -
شروع جوانی از گردش روزگار بدہنجار کہ ہرگز یہ کسے وفا نہ کردہ است بطرف لغت و
فیض آباد رسیدم - بارے کم و بیش از قدر دانی نواب فلک جناب سالار جنگ بہادر
- دام اقبالہ بلب نان رسیدہ در خدمت مرزا نواز شہ علیخان بہادر صحبت گزیدم کہ خلف
ارجمند دست چنانچہ تا حال بر نوع گزراں مے نمایم اکثر بفرمانش نواب علی الداب
مرثیہ امام علیہ السلام نیز بکشتن می آید از کہ طبع، الی آن بزرگوار در ہمہ فن بلند افتادہ
است علی الخصوص در علم موسیقی کہ از حصر دیدن بیرونست، سوز ہائے مرثیہ طرح می نہا
و این حسنہ برائے آخرت است، اجرہ الے اللہ و سردار جنگ بہادر نیز ہمیں طور درین
فن ذہن رسا و گوش شنوا دار و حق تعالیٰ عمر و ستایش را تا جہانست مع فرزند ان
قائم دارد - فقیر درین مدت قریب ہفت ہشت ہزار بیت گفتہ باشد و یک ترکیب بند و یک

رموز العازین گفتہ است کہ مقبول دلہا گر دیدہ مشہور شدہ است دوسہ بندہ اور داوانتر
قلبی خواہ شد، اول چند اشعار برے یادگار دزدیں این بزرگان مسطور می نماید شاید
کہ ستوں دلہا افتد ۵

گرچہ اندیکوں نیم خود در بہنیکاں بستہ ام
مطلع سردیوان فقیر حسن تخلص ۵
در ریاض آفرینش رشتہ گلدستہ ام

گر کیسے رقم کچھ تری وحدت کی کیاں کا
رکتے ہیں نہ کچھ نام ہی اپنا نہ نشان ہم
سردیو یگانہ دن تو حسن تیغ کو اُس کی
چوڑا نہ واں تغافل اس اپنے مہرباں کا
وہ دن گئے کہ گلشن تمہا بود و باش اپنا
عشق کب تک لاگ سینے میں مے بھڑکا لینگا
نوگر داری کے باعث مضطرب صیاد ہوں
قیامت مجھ شب اُسکا ترخُم اور نظم ختا
کہا میں کہ بھرتا ہوں دم آب کا
کیا جانے اسکے جی پر کیا کچھ خیال گزرا
ایسی ہی آہ باتیں اُس بیوفانے چھڑیں
کچھ تو صدائے آہ تیر خاک بھی کہ جو
نے صبح سے تا شام اسی نام کو جپنا
اس شون کے مانے سے جب حال ہو میرا
جسنے ٹٹے میں تمہا سے دو جہاں چھوڑ دینا
چھوڑنے کوئی گسار کے لیے جس طرح سے بچ

تو چاہیے خامہ بھی اُسے ایک زباں کا
کیا نام و نشان پوچھو ہو بے نام و نشان کا
اسرار کھلے گا جیسی اس سترِ نہاں کا
اور کام کر چکا یاں یہ اضطراب جاں کا
اب تو نفس میں بھولے نقشہ بھی گلستاں کا
راکھ تو میں جو چکا کیا خاک اب سلگا لینگا
لگتے لگتے جی تنفس میں بھی مرا لگ جائیگا
کبھی تھیں گایاں منہ پر کبھی لب پر تبسم تھا
لگا۔ کنے صاحب کر م آب کا
کچھ آب ہی آب اپنے دل پر ملاں گزرا
روتے ہی روتے جسمیں روزِ وصال گزرا
ادھر کو لگ رہا ہے حسن گوش نقش پا
اور شام سے تا صبح غم درد میں کھپنا
جیسے کوئی بھولے ہوئے پھرتا ہی کچھ اپنا
تم نے مذا بھی اب اس دل سے تباہ چھوڑ دینا
ہم نے منت میں تری کون مکان چھوڑ دینا

اتنی جاگ نہ سہ اور کہیں مجھ کو کیا
 میں ہوں آئینہ تو اپنا ہے تماشائی آپ
 گواہ رہا تو کیا ہے براک روز جائیگا
 کرتے تو قتل مجھ کو کیا ہے پر اب حسن
 وہ ملکِ دل کہ اپنا آباد تھا کعبو کا
 جزا شکِ بلبل اب نہیں گلِ شاخسار پر
 وصل بھی ہوگا حسن تو ملک تو استقلال کر
 لے گردِ بادِ طرفِ چین ملک گزار کر
 بے چیز تو نہیں یہ سن اس گلی میں روز
 جس طرح ہو کوئی حیران روضے حیران لکھ کر
 واسن صحرا سے اٹھے کو حسن کا جی نہیں
 نہ رہا گل نہ خار ہی آخر
 اب جو چھوٹے جی ہم قفس سے تو کیا
 اس شیخ نے پھینکا ہے، مگر تیسرے ہوا پر
 ملک کیجو مذرِ مالہ جاں سوز سے میرے
 آباد شہرِ دل تھا اسی شہرِ یارتک
 قسمت نے دورا لیا ہے پھینکا ہمیں کہ ہم
 دیکھا جو واں نہ مجھ کو گمانِ سو طرف گیا
 آنکر غم کہہ دہر میں جو بیٹھے ہم
 آرزو کی برائی نہ حسن وصل یارِ دور
 سینا دکی مرضی ہے کہ اب گل کی ہوتی ہیں

تیری خاطر سے میں آتا ہوں نہیں مجھ کو کیا
 تیری آنکھیں جو مجھے دیکھ رہیں مجھ کو کیا
 مجھ پر قیامت ایک نہ اک دن تو لائیگا
 کیا کیا نہ اپنے جی سے وہ باتیں بنا بیگا
 سو ہو گیا ہے تجھ بن اب وہ مفتاحِ ہذا
 کیا اُدس پڑ گئی ہے چین میں بسا رہا
 حال اپنا ہم سے کہہ کہ ہم کو مت بچاں کر
 بابل کے پر پڑے ہیں گلوں کے شاخ کر
 جا جا کے بات کرنی ہر اک سے بکار کر
 دل پریشاں ہو گیا زلفِ پریشاں دیکھ کر
 پاؤں دیو لٹنے نے پھیلانے بیا باں دیکھ کر
 اک لے ہائسن یا رہی آخر
 ہو چکی واں بسا ہی آخر
 جاتا ہے جو دل کا مرے نچیر ہوا پر
 ہے برق کے مانند یہ شمشیر ہوا پر
 اب کوئی آپھرے نہ اس اجڑی دیارتک
 پھر جیتے جی پہنچ نہ سکے اپنے یارتک
 لائے نہ ہوتے تھے کا شے ہم کو کئے یارتک
 شمع ساں اپنے تیرے آپ ہی روٹیٹھے ہم
 لذتِ ہجر کو بھی مفد، میں کھو بیٹھے ہم
 نالے نہ کر یں مرغِ گرفتارِ قفس میں

اکبار کہیں چھپکے بلبس لاکھ برس میں
 عقدے بڑے ہیں بکھرے تارِ نفس میں
 پانی کے پھر کتنے ہی سے بو ہوتی یخس میں
 اپنے ساتھ آپ ہی کرتے ہوئے جنگِ ذہن میں
 شمعِ تصویر کے کب گر دیتنگ آتے ہیں
 ہوں گراؤں دہی ایسے ہی تو بولانہ کریں
 عشق میں اسکے حسن کیا کریں اور کیا کریں
 خراشِ ناخنِ غم سے جگر کے زخم چھلے ہیں
 ذرا اٹھ بیٹھ تو اس دم کہ دونوں وقت میں
 کہ سو سوارِ زمیں مضطرب تھیں دل میں
 تنگ کیوں نکلا اکبلا اجڑھنسا پہرے میں
 ایک عالم کو نظر بند کیا پہرے میں
 نظری جامِ پیر میری سدا در دل کی نشی میں
 سدا کیاں نہیں رہتی کسی کی
 کہ اپنی کشتِ رلیجاے میری خیم گریاں کو
 برنگِ کبریا کھینچے ہے خود خارِ میلاں کو
 کیوں روٹھ کر ہم اپنا کھو دیں عبتِ بھرم بھی
 تمام سہ لگی پر ہم یہ سر نہ ہوئی
 یہ رات جیسی تھی ویسی رہی جس نہ ہوئی
 کبھی بس طرف بھی کر مٹھا کسی کا
 سنِ تنگ کو کیا رات غم مٹا کسی کا

اس مٹنے سے ہو دل کو بھلا کیوں ناکسلی
 دم رگنا ہوا، آہے لب تک ترے غم سے
 اشکوں سے سخن کیونے نورِ زردِ افشا
 اُس کی جب بزم سے ہم ہو کے بنگا آئیا
 صن میں جینیں گرجی ہو جی دیو کون
 اپنے دل کی تو کبھی ہم ترا شکوہ نہ کریں
 روزِ شب ہم کو اسی فکر میں گزرے ہیں کہ ہم
 تھے بن باغ میں جو وقت غنچِ گل کے کھلتے ہیں
 نہ بیٹ اس طرح منہ پر زلف کو کچھ اکے اے ظالم
 سماں تھا کل عجیب نے سرتیے شمعِ نخل میں
 ہے سزا دل کی جو زلفوں کے گیا پیری میں
 مردمِ چشم نے پلکوں کی چڑھا سنگینیں
 جس گریاں ساہوں میں تو ناچاری کی ہوں
 حسنِ مت یا دکر اُن صحبتوں کو
 کی جس جا کے بارش تو یہ کہہ جو دہقان کو
 نہیں قصہ کا ٹوٹی مرا بھلا ہے باؤں کا
 رہنے نہ دیکھا اس بن یہ دل تو ہم کو بھی
 ہزارِ صیف کچھ اپنی ہمیں خبر نہ ہوئی
 تبِ فراق میں رو رو کے مر گئے آخر
 یہ سینہ بھی جا۔ ۷ قدہ تھا کسی کا
 نہ رہتی تھیں آپس: تمہارے تھے آنسو

جان و دل میں اُداس سے میرے ،
 کبھی کبھی جو مرے دل میں ہوش آتا ہے
 دریا میں ڈوب جائے کہ یا جاہ میں پرے
 آجا کہیں شتاب کہ مانند نقش پا
 یوں غیر کچھ کہیں تو بلا کو بُری لگے
 اس بُت کی بندگی سے نہ آزاد جو سن
 بیکل جگہ نہیں ہر گلابِ رن کے واسطے
 کچھ نہ تھا حق میں اپنے ایک دن تجھ ہی سخن
 بے جگہ عاشق ہوا ہی کیا کریں کچھ بس نہیں
 کہتا ہے تو کہہ تجھے میں ہیں نہ ہوتا ہوں
 مجھ پر تو یہ تیرا ستم جو رکھیں نہیں
 روٹھا کرے نہ کیوں وہ کسی اور سے حسن
 جان میں جان تھی قیس کے بے سلتی ہر
 ساتھ دیکھوں ہوں کے بے بسی دُبر کو
 زندگی ہی تو خزاں کے بھی گزرا ہیں گئے دن
 جب نفس میں تھے تو تھی یادِ جین بکون
 غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو
 دیکھا زلف و رخ تمہیں ہر وقت
 کہا ہے اب کوئی ادا کیا رو سکے
 کہنے کی ہیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی
 کچھ ہونو دے ہو تیرا خیال ہر دم

اُٹھ گیا کون پاس سے میرے
 تو بھر تری ہی محبت کا جوش آتا ہے
 اے عشق پر نہ کوئی تری راہ میں پڑے
 تکتے ہیں راہ تیری سرِ راہ پرے
 تو کچھ نہ کہ کہ ہم غمِ بے کو بُری لگے
 یہ بات بھی کہیں نہ خدا کو بُری لگے
 جان لب ہوں اپنے اُس غنچہ دہن کے واسطے
 سیکر دس سنستا ہوں باتیں اس سخن کے واسطے
 جی تو گر ٹھٹھا ہے بہت اپنا حسن کے واسطے
 تو ہی کہیں ہوتا میں یوں ہیں جاہتا ہوں
 لیکن ترے ہر ایک سے یہ طور کچھ نہیں
 یہ سب بگاڑ جاہ کا ہے اور عجب نہیں
 ناقہ بیل کی جب بانگ جس آتی ہے
 میں بھی جی رکھتا ہوں مجھ کو بھی س آتی ہے
 فصل گل خیتوں کو پھر اگلے برس آتی ہے
 اب چمن میں ہیں تو بھر یا نفس آتی ہے
 کیا غضب کرتے ہو اُدھڑکھو
 شام دیکھو نہ تم سرد دیکھو
 دل ٹھکانے ہو نوب لچھ ہو سکے
 پرایک جان تو ہے جس بن نہیں گزرتی
 اس بن نہیں گزرتی اس بن نہیں گزرتی

ہوے جبکہ ہیوش مستی سے گزے
 لیے حسرتیں یاں کی بتی سے گزے
 پس اے زندگی ایسی ہستی سے گزے
 بھڑا تھ اسکے بادہ پرستی نظر پڑی
 بارے تو آج آیا تو بستی نظر پڑی
 جب عشق کی بلندی پرستی نظر پڑی
 لب خنداں تو نہیں دیدہ گریاں تو ہے
 ہاں مگر ایک ترے ملنے کا ارمان تو ہے
 آئینہ یا بکھا ہر ایک دیدہ حیران تو ہے
 انصاف کر تو چاہیے یا سچا ہی ہے
 تجھ سا جو مجھ کو چاہیے تو پھر کیا سچا ہی ہے
 تو خبر تو سنے میں حسن کہیں حل باہنٹھائے دل

نہ ہم ہوش میں مہ پرستی سے گزے
 نہ ہمرا ذرا قافلہ اس سر میں
 رہے جس میں خطرہ سداستی کا
 آنکھوں کو، سکی دکھا توستی نظر پڑی
 مارا جہاں خراب تھا آنکھوں میں تجھ بغیر
 سو جھانپیں شیب و فراز زمانہ تب
 وصل کا عیش کہاں پر غم ہجران تو ہے
 آرزو اور تو کچھ ہم کو نہیں دنیا میں
 حال کیا پوچھے ہے حیرت کدہ دہر کا دیکھ
 جو چاہے آپ کو تو اُسے کیا نہ چاہیے
 مجھ سے نے تجھ کو چاہا تو چاہا عجب نہیں
 نہ تو اہ و نہال ہی نکلے ہی نہ اٹھے ہر کل سو صد دل

چند اشعار بطور قدامت ایہام بیدان گفتہ شد

دکھائے غیر کو منہ آرسی تجھ کو بھی آئی نہ
 رہتے ہیں ہم و دوانے روز ازل سے تنگ
 ہم آشنا ہوئے ہیں دو چار دن سے جگے
 صحران کو پھر یہ نکلا مجنوں کے حال بن گئے
 خضریٰ خبر اٹھی ہے تحقیق ہو کے آخر
 غزلے گفتہ بودم کہ درہ بحر خواندہ مے شد آتش کہ بجائے افادہ سوختہ شد چناب

جن جل جانو لگائیں رخک سے مت دیکھ آئینہ
 فرگاں سے جاڑتے ہیں جواس گلہاں کی تینکے
 اکدم میں بھگت ہیں وہ اکدم میں ہیں شہ
 لیا و ضلک ہو دیں اب کے کہیں خوشن کے
 نہ بچے تریسے خطائے آنے کی دھوم دالی
 غزلے گفتہ بودم کہ درہ بحر خواندہ مے شد آتش کہ بجائے افادہ سوختہ شد چناب
 یک مطلع قلمی مے نہاید

کہے تو غم تے آگے کموں ملک ایک بجائے نہیں ہوتا اب میسے دل میں رگھو داسے پہنلا
اول بحر ہرج مفاعیلن ہشت بار، دوم بحر مل ثمن مجنون فعلا ن ہشت بار، سوم
بحر محض مجنوں مفاعیلن فعلا ن چہار بار

رباعی

ہر آن میں آپ کو دکھا جاتے تھے مشتاق کو تسکین دلا جاتے تھے
کیوں دیر لگی ہے کس نے روکا تم کو اب تک تو کئی بار تم آ جاتے تھے

دیگر

دنیا داری میں اور نہ دینداری میں چاہت میں کسی کی ہیں نہ بیزاری میں
حیرت نگاہ دہر میں تصویر کی طرح سویا کرتے ہیں عین بیزاری میں

بند اول ترکیب بند

ہر ایک بزم میں ہے اُس کا ذکر صبح و شام ہر ایک ملک میں ہی اُس کے حُسن کا شہر
ہر ایک چشم میں ہر دل میں ہے ایک جا ہر ایک ملت و مذہب میں اُس کا ہی جو پیا
ہر ایک جان کو بیل صفت ہے اُس کی ہوا اگرچہ اور بھی گل میں بہت پہ نام خدا

ندامت آں گل خنداں چہ رنگ بودار

کہ مرغ ہر چنے گفت گوے اودارد

منقطع دیگر از غزل فقیر ابیاری خوش آمدہ بود، قلمی مے سناید

پہنچے نہ حسن منزل مقصود کو ہم اور آخر ہوئے سب نیت کے ایام ہفریں

رولیف الحاء

اول احوال متقدمین | ابر بیت اول بطریق تینا و تبرکاً از کلام حمز نظام

حضرت امیر خسرو قدس سرہ ترقیم نے ناید و احوال آں بزرگوار مشہور معروف ہے
ز حال مکین کن تغافل و درے نیناں بنائے تیاں

چو تاب بحر اندام ایجاں لیو کا ہے لگا دھیتیاں

نوشنود تخلص مزد گھنی بود احوال معلوم نیست اور است

سببین جانگے سچ پر تو بھی سخن آیا نہیں چپ چپم دیکھی بائیں دشن دکھایا نہیں
خاک تخلص مرے بود ویش از شاہجاں آباد در عہد ہمایون احوال معلوم نیست

از پیر و پیرے این شعرش بوش خورد، از دست

ڈالی ہے اپنے من میں اتوی ہی سہجین تجھ ہم کی گلی میں خاک کی کو خاک ہونا

احوال متوسلین تنہی باغ کرم و دقار فخریہ تخلص بہ خاکسار مرے

بود خادم درگاہ قدم شریف سے اللہ علیہ وآلہ وسلم، انچہ میر تقی در تذکرہ خود نوشتہ

است کہ خود را بسیار دور میکشد غالب کہ این حرف راست نباشد و بر تقدیر اگر دور کشید

بہ نزدیک این فقیر بجاست، شخصے کہ خادم جنیں درگاہ باشد اگر دماغ بر فلک رساند

رواست، دیگر دلیل بر بطلان اینہا اینکہ اگر پنجیں مرے بود "خاکسار" تخلص نمی نمود

مگر در مزاج متانتے خواہد بود مدتے شد کہ جاں بجاں آزیں سپرد، خدا شش میاں

۵

تیری زلف سیہ سے اے پیارے مجھ کو اک سر ہزار بردا ہے

خاک را اس کی تو آنکھوں کے گئے مت لگیو محکوان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

میر تقی بیگو بد کہ اگر بہائے بیمار کیا "گرفار کیا" شد بہتر مرے بود لیکن در عقل فقیر

چنیں میگزرد کہ اگر خیم خود مرے بود گرفتار مناسب بود بچوں اینجا چشم معشوق است بیماری

صحت دارد۔

یتیم قاتل سے ہے مودم بے تقصیر ہم روز مشرک کو اٹھیں گے گور سے دلگیر ہم

کیا ہے اس خاکسار کی تقصیر
 یہ مگر تم کو پیار کرتا ہے
 کیا ہے حاصل تجھے ناصح مے سمجھائیں
 آہ جوں شمع و راحت مجھے جلجانے میں
 قیامت بھی ہوگی تو میری بلا سے
 مجھے داؤد خواہی کی طاقت ناکام ہے
 رتنے سے خاکسار کے روتانیں کوئی
 اس خانماں خراب کو چپکا خدا کرے
 عثوہ و ناز کو ترے پیار سے
 یہ ترا خاکسار جانے ہے
 شانہ آہستہ کچھو حجاب م
 تار اس زلف کا گل جان ہے
 بدر النساء بیکم، دختر نواب قمر الدین خاں وزیر ہندوستان، چوں خالہ نواب
 عماد الملک بود مشہور بہ خالہ بیکم گردید بامادر نواب غالب جنگ احمد خاں مرحوم
 در فرخ آباد بسر می برد ہمانجا بجوار رحمت ایزدی پیوست این شعر بنام اوشیند

ش۔ س۔

کہا تھا سارباں کے کان میں یلی نے آہستہ
 کہ مجنوں کی خرابی کا کہیں مذکور مت کیجھو
 از جملہ متاخرین گھاسی رام خوش دل، تخلص مے نماید از شاہجہاں آباد
 است در فیض آباد بکار صرافہ مشغول است طبعش موزونست از قافیہ وردیف
 واقع نیست۔ ل۔

تو جو چاہے کہ رہے حسن پہ مغور سدا
 یہ غلط ہے نہیں بننے کا یہ دستور سدا
 تارِ طبر درونے و بن و صدک سطر
 ہر زبان میں ہے صنم تیرا ہی مذکور سدا

ردیف الدال

دریں ملک از متقدمین کے گزشتہ باشد بنذر فقیر رسیدہ مگر از متوسطین مرزا
 داؤد بیگ داؤد تخلص در عید فردوس آرا مگاہ بود از دست ۵

زلزلہ دیر سے محب کو سودا ہے نلتی کنتی ہے تجھ کو سودا ہے
شاہ فتح محمد التعلیٰ بہ دل ستون اکبر آباد است از نبیہ محمد غوث گوالیاری
ہم سرباں آبر و تلاش لفظ آذہ بروضع قدیم دارد در کمال تجرید بوسیلہ طبابت
درفض آباد بصری بروسلامت باشد ۵

کیا بجلی تیز تر دینی ہیں مڑگاں یار کی ہمنے سرباں بھی نہیں دیکھیں کبھی اسار کی
باہیگنہ بیگنہ دبا آشنا آشنائیاں فضل علی التعلیٰ بہ دانا، جوان محمد شاہی سیہ
فام ریش بند از قوم افغان بود باہمہ معاہرین خود خوش طبعی داشت باں خوبصورتی
اکثر لباس سیامی پوشید، یاران بر وضع ادخندہ بگردند و خود ہم بستم میفرمود عرض مڑ
زندہ دل بود از مدتے بطرف بنگالہ رفت خورش نیت از دست ۵

بہر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہی میرا یہی توحید میں مصرع سحر دیوان ہی میرا
تجھ انتظار میں پیارے مثال آئینہ تمام عمر ایک سے مری لگی نہ پلک
دل میں ہر ایک کے سودا ہی خریداری کی یوسف مصر اگر تو ہی ہے اک یار عزیز
محمد فقیہ التعلیٰ بہ در و مند، جوان محمد شاہی بود نظر کردہ مرزا مظہر جانجاناں
سولے ہمیں ساتی نامہ دیگر اشعار شش منظر رسیدہ، عرض کہ بسیار بانگ گفتہ و گوہر
معانی سفتہ، من ساتی نامہ ۵

ارے ساتی ایجان فصل بہار یہی ہتا بہارا اور تیرا قرار
ستم سے گزر کچھ تو انصاف کر ندایتی ڈر کچھ تو انصاف کر
تال سے ٹک دیکھ گل کاشکوه کہ لبریزی باغ تادشت و کوہ
اس آتش میں زیرانہ کہ دل کباب کہ میری طاقت کے زہری کو آب
کہ میں جان بلبڈں جبالے کی طرح لگی ہے مجھے آگ لالے کی طرح
در قمیمہ بیگوید ۵

تجھے وعدہ کر بھول جانے کیسوں تجھے اپنے سو گند کھانے کیسوں
شبِ عید کی ننگو جادوؤں کیسوں تجھے اپنے منہ دیکے پاؤں کیسوں

دُر تعریف اہلِ حمین

نظر نہ کر دھمک چمن کی طرف شگوفے کو مستی سے آئے ہیں کف
ہوا کے نشے نے کیا سبک زور پڑا آبِ مستی سے کیا ہے شور

درِ شتیاق گوید

ارے ظالموں مفت ہے یہ بہار کہاں یہ نشہ پھر کہاں یہ خسار
نیٹ نقشِ بر آب ہے یہ جہاں ٹمک اک موج میں ہم کہاں کہاں
نہ یہ مے نہ یہ باغ رہ جائے گا نہ ملنے کا اک داغ رہ جائے گا

حکایتِ سبریل تمثیل

لگن میں پڑا ایک پروانہ رات یہ کہتا تھا اربابِ مجلس کے ساتھ
کہ اس بے پروا بال کی عرضِ ہر کہ ابلاغِ اُس کا تھیں فرضِ ہر
مرا شمع سے یہ سند لیا کہو اسے خوب سمجھا کے اتنا کہو
یہی تھا لکھا میری قسمت کا جاں قیامتِ ملکِ ہجر و وصل ایک آن
جو تجھ کو مرا خوشیچ آیا ہے حال تو مجھ کو شکایت کی کہ بے ہے مجال
سرا پا مرا گر جہِ آتش میں ہے سہادتِ مری تیری خواہش میں ہے
دہی کر تو جس میں ترا کام ہو ولیکن نہ اتنا کہ بدنام ہو
یہ کہہ کر کیا کام اپنا تمام ہزارِ زندگی کا روز اسکی شام

جو کوئی عشق میں اس ادب سے مرے خدا تا ابد اُس پر رحمت کرے

شعر

فمن لب بھی نہ پہنچے اور ٹپے در آشیانے عجب ساعت میں کچھڑی تھی چین کے آستانے
 بوستانِ حلاوت و گلستانِ طراوت و زمرہ دردمندان فرد کرم الخان
 دروہم شیرہ زادہ نواب عمدۃ الملک، جوان محمد شاہی بودہ طوطی طبعش اکتہ پرواز
 دبل کلش باغِ ندیب ہم آواز طرزِ عاشقانہ و خشنش دردمندانہ و قتیکہ در شاہجہاں
 ہنگامہ مرہٹہ بر باگردید چند کافراں برے غارت برناموس سید علی عسکر کبرے ریختہ
 ایں جوان خدا پرست بند برے ناموس میر مذکور از دست مقہوران شہید شد خداش

بیامرزد، از دست

آتشِ عشق سے رشتہ و مری جان کے بیچ
 سامنے ہوتے ہی پھر نقش نہ پائے دل کے
 اگر وہ بُت کسی صورت سے میرا رام ہو جائے
 ہر اک دم سانس ہو کر بھانسن مجھ دلیں گلی ہو
 بڑی ترچی نگاہوں نے رکھا ہے نیم بس کر
 تھل آتشِ غم میں دل بیتاب کیا جانے
 کھارے سے کنارہ کب ملا ہے جو کایارو
 شمع ساں جل کے اٹھو اٹھا بھی اک آن کے بیچ
 بٹا گیا نوکِ سان پر صفِ مرگاں کے بیچ
 تو پوچوں اس عقیدت سے کہ کفر اسلام ہو جائے
 اگر جی کی خوش نکلے تو کیا آرام ہو جائے
 اگر بھر نظر دیکھے تو میرا کام ہو جائے
 ٹھہرنا ایک دم بھی آگ پر سیماں کی جانے
 پلک گھنے کی لذتِ ریدہ پڑا گیا جانے

سالمک سالک کھا شفاتِ دینی و باجِ مناج مجاہداتِ یقینی از عرفائے عالمِ مقام
 و فقہائے ذوی الاحترام بر آسمانِ سخن مانند خورشیدِ فرد حضرت خواجہ میر تقی
 محمد، از عالمِ غوثِ ذات و از درویشانِ نیکو صفات، ططنہ فضل و کمال و دبدبہ
 جاہ و جمالِ ادبِ ریدہ و طنابِ خیمہ فکرِ عایش چوں شعاعِ مہراز مشرق تابِ معرب
 کشیدہ در بحرِ منیرش ہم گو ہر ناسفہ و برگفتہ او عقل آفرینہ گفتم، مرشد بودای

حقیقت و رہبر بیدار ان شریعتِ دل آگاہ و سے مخزنِ اسرارِ خدائی صفائے باطنس مخمرا
 کعبہ کبریائی خسروِ اقلیمِ حال و قال جامعِ صفاتِ جلال و جمال خلفِ حضرتِ خواجہ ناصر
 قس سرہ اصلش شاہجہاں آباد شاہِ فارسی و ہندی نے نے غلطیاں چھ لائیں اور
 بل شعر گفتن میں مرتبہ دوست، اکثرے از دستِ عسرت پریشاں شدہ بلکہ نے رفتن
 لیکن آں ثابتِ قدم تکیہ بر توکل نو وہ قدم از جا بنداشت تا حال در شاہجہاں آباد مقیم
 است، دیوانسہ اگرچہ مختصر است لیکن چون کلام حافظ سراپا انتہا، دام انفصالہ

مقدور ہیں کتبِ صفوں کے رقم کا
 ماندِ جناب آنکھ تو لے در و گھلی تھی
 اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا
 ہم غمِ یارِ فراق میں لے در و کیا ہی کعبہ
 آرام سے کبھی ہی نہ اک رسو گئے
 خوابِ عدم سے چونکے غمِ تیرے واسطے
 بارے مجھے بتا تو سہی کی سبب ہوا
 عاشقِ بیدل نر یا ننگِ بی سر تھا
 کی تو قہرِ تاثیر آہِ آتشیں نے اُس کو فہم
 شمع کعبے ہو کے پنچا ہم کشتِ دل میں ہو
 مدرسہ یادِ ریا کعبہ تھا یا تنہا نہ تھا
 دلے نادانی کی وقتِ مرگ ثابت ہوا
 ہو گیا ممانسہ کے کثرتِ مہموم آہ
 بھول جان خوش رہ غیب وہ ساقیے متباہر
 جگ میں آکر اُدھر اُدھر دیکھا

تھا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
 کعبہ پنچا پیسہ اس بحر میں غوصہ کوئی دم کا
 بہتر ہے کیا سے دل کا گداز کرنا
 جہیہ مرے دو ابرو ہم کو نماز کرنا
 ایسے ہمارے طالع بیدار سو گئے
 آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے
 پھر مجھ پہ مہربان ہوا تو غضب ہوا
 زندگی کا جو اسے دم تھا دمِ شمشیر تھا
 بیتک پہنچ ہی پنچے را کھ کا یاں پھر
 در و منزل ایک تھی تاکہ ہی کا پھر
 ہم بھی همان تھے واق ہی صابنا
 خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا اف نہ تھا
 وہ دل حال کہ تیرا خاص نہ تھی نہ تھا
 در و یہ نہ کو رکھا ہی آنا تھا یا نہ تھا
 قہر ہی آیا نطس جہر دیکھا

جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
 آپ سے ہوسکا سو کر دیکھا
 ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا
 تو اک دن مرا جی ہی جانا رہیگا
 مری یاد تجھ کو دلاتا رہیگا
 خبر گل کی ہم کو سناتا رہیگا
 میں پنچوں گا جب تک یہ آنا رہیگا
 کسان تک غم اپنا چھپاتا رہیگا
 ہم رو سیاہ جاتے ہے نام رہیگا
 غم رہیگا کبھی کبھی آرام رہیگا
 ناچار ہو کے ہم نے ہی اودھر سفر کیا
 سینے سے تب خدائے میرے گز کیا
 برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
 ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا
 پس جھوم یاں جی گھبرا گیا
 پروہ کیا کچھ تھا کہ دل کو بھا گیا
 پر مری نظروں کے ڈھب سے پا گیا
 مثال زندگی بھرتے ہیں اپنا آپ پیمانہ
 دل کے ہاتھ دو بیٹھے جسے جانا نہ پیمانہ
 ورنہ ہیں معلوم ہو کہ سب اٹھوئی خوں
 ورنہ کچھ طاعت کی خاطر کم تھے کروہی

جان سے ہو گئے بدن خالی
 نالہ فریاد آہ اور زاری
 اُن لبوں نے نہ کی سیبی کی
 اگر تو نہ یہ دل ستا رہیگا
 میں جاتا ہوں دل کو تے پاس چھوٹے
 بھلا کوئی تم میں سوائے ہمسفر و
 گلی سے ترے دل کو لے تو چلا ہوں
 خفا ہو کے لے دو مر تو چلا تو
 مثل انگلیں جو ہم سے ہوا کام رہ گیا
 یا اب یہ دل ہی کو کوئی ہمارے ہے
 تم نے تو ایک دن بھی نہ دیدھر گز کیا
 یہ کان و دل کے ساتھ ہوا جعبا و نہ
 تجھی کو جہاں جسدہ فرماں دیکھا
 تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھا
 سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا
 تجھ سے کچھ دیکھا نہ ہم نے جز حفا
 میں تو کچھ ظاہر نہ کی تھی دل کی بات
 کہنا کا ساٹھ او مینا کہ ہر کا جام و مینا
 کسی سے کیا بیاں کیجیے اس اپنے دل کا
 دل کو لیجاتی ہیں محبوبوں کی خوش سلو بیانا
 درد دل کیواسے پیدا کیا انسان کو

نگہِ بخت سیہ سایہ وار رکھتے ہیں
 بُتاں کے جبرِ اٹھائے ہزار ہا سیکن
 ہم کس ہوس کی تجھے فلک جستجو کریں
 نہ گل کو ہے نبات نہ ہم کو ہے اعتبار
 مٹ جائیں ایک دم میں یہ کثرتِ نمایاں
 تیرے سوا نہیں کوئی دُنوں جہان میں
 ایدھر بھی اہلِ بزم توجہ ضرور ہے
 نہ ملیے یا رے تو دل کو کب آرام ہوتا رہے
 یہ جنِ عشقِ ملِ ہمیں گے آپس میں جو کچھ ہوگا
 کیا فرقِ دماغِ و گل میں اگر گل میں بو نہ ہو
 ارض و سماں کہاں تری وسعت کو پاس کے
 اپنے بندوں پہ جو کچھ چاہو سو یاد کرو
 اہلِ فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
 اس ہستیِ خراب سے کیا کام تھا، ہمیں
 فرصتِ زندگی بہت کم ہے
 دردِ کا حال کچھ نہ بوجھو تم
 مرا جی ہے جبتک تری جستجو ہے
 تنہا ہے تیری اگر ہے تنہا

یہی باطن میں ہم خاک را رکھتے ہیں
 جو اس پہ بھی نہ ملیں اختیار رکھتے ہیں
 دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں
 کس بات پر نہیں ہو سیں رنگِ بو کریں
 گرا آئینہ کے سامنے ہم ایک ہو کریں
 موجود ہم جو ہیں بھی تو اپنے گمان میں
 کچھ کچھ کہے ہے شمع بھی اپنی زبان میں
 دگر ملیے تو شکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا رہے
 پرانِ دُنوں کے الجھیری میں میرا کام تھا
 کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دلیں تو نہ ہو
 میرا ہی دل ہے یہ کہ جہاں تو سما۔ کے
 پر نہ آجائے کبھی جی میں کہ آزاد کرو
 لوحِ مزار بھی مری جاتی پتنگ ہے
 اے نشہِ ظہور یہ تیری ترنگ ہے
 مغنم ہے یہ دیدِ جو دم ہے
 وہی رونا ہے، نیت وہی غم ہے
 زبان جب تلک ہے یہی گنگو ہے
 تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

جو راس بھی نہ لے سکے سو اکیا کرے
 دل میں کسی کے آہ کوئی راہ کیا کرے
 لے کر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں سبھے
 ہو کیا ہو کر پیالے گلی کیوں آج ہر سونی
 پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور تھا
 میں نے پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا
 تو گھر سے بھلا شتاب نکلا
 کعبہ تو جی کا جاب نکلا
 تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم
 ساتھ اپنے دو چار ہو گئے ہم

درو اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
 فرود گئی ہے رشتہ تبیج کو حصول
 روندے ہے نقشِ پاکی طبعِ حقیاں مجھے
 نہ وہ مالوں کی شورش بہ نہ آہونگی ہر سونی
 قتل عاشق کی معشوقہ سے کچھ دور تھا
 ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
 شبِ گزری و آفتاب نکلا
 ایدھو جو مکر کے دیکھا
 کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
 جوں آئینہ میں یہ یاں نظر کی

قطعہ

گر کوئی کوئے یار میں گزے
 دن بہت انتظار میں گزے
 بھڑا دے منہ سے منہ ساتی ہمارا اور گلابی کا
 بیاں کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا
 مذکور کسی طرح سے جائیگیے اُس سے
 پھر چھڑیے اور باتیں سنائیگیے اُس سے
 پائی نہ سزا زہر و فاسکئیگیے اُس سے

یہی پیغام درد کا کست
 کونسی رات آن ملے گا
 کبھو خوش بھی کیا ہی دل کسی رندِ شاہی کا
 میں اپنا دردِ دل چاہا کہوں جی سناں علم میں
 یار و مراد شوہ ہی بھلا کیگیے اُس سے
 ہر جوں وہ کی تو یہی آئے ہر جی میں
 کئے نہ تھے ہم دردِ میاں بھوڑیہ باتیں

تمت چنڈاپنے ذمے دھر چلے جس لیے آئے تھے سو ہم کر چلے

بند محسن از غزل کلیم

کئی قیمت میں اسکے پاس نقد دین کو لاکے کئی دنیا دکھاتے ہیں کہ سودا یونی ہیجے
مجھے یہ سوچ ہو وہ خود فردش ایدھر گرا رہا ہے اوچہ درمازیم نہ دینے نہ دینے
دلے داریم داندو ہے سرے داریم سودا

رباعیات

اے درویدہ درد جی سے کھونا معلوم جوں لالہ جگر سے داغ دھونا معلوم
گلزار بہاں ہزار پھولے لیکن میرے رنجی کا شگفتہ ہونا معلوم
اے درویدہ کون صبر کو کوٹ گیا یوں ضبط جو تجھ سے یک بک جھٹ گیا
کیا ایسی مصیبت پڑی تجھ پر ظالم کہہ تو سہی جی ڈہاکہ دل ٹوٹ گیا
اے درد بہت کیا پر کیا ہم نے دیکھا تعجب یہاں کا لیکھا ہم نے
بیانی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھ ہم نے
پیری چل اور گئی جوانی اپنی اے درد کہاں ہے زندگانی اپنی
کل اور کوئی بیان کرے گا اسکو کہتے ہیں ہم آپ اب کمانی اپنی
ہریت کے لیے کب تھیں مئے رہے کب تک یہ کفر ذل میں بھرتے رہے
اے درد جو کچھ زندگی باقی ہے اللہ کو اپنے یاد کرتے رہے
دلے سرب سگہ اتخلص بہ دیوانہ شاعر زبردست فارسی است شعر بسیار

گفتہ است استادِ نختہ گویان لکنو چنانچہ میاں حسرت و میر حیدر علی حیران و اکثر دیگران شاگرد اویند و آغا بشور و معروف است، در او اہل مشق فکر نختہ ہم میکرد عجب شننے است خدا سلاش دار دازومت۔

رباعی

وے لوگ کہاں کر یار باشی کیجیے وے وقت کہاں کہ خوش معاشی کیجیے
اک گوشے میں بیٹھ کر دو آنے تنہا، اب ناخن غم سے دلخسراشی کیجیے
دل ہے کہ تیری تیغ کے آگے ٹل جائے شعر رسم کا کیا جگر ہے کہ زہرا پگل بجائے
محمد عابد جو انے است مربوط گو و قابلِ اخلص بول در سلک متاخرین از حروف
الہال ساکنِ عظیم آباد، برادرِ یان روشن علی جوشش تخلص۔ انزو بان آں دیار است
سلامت باشد ازومت۔ ۵

وہ کا فرہاری شبِ تار ہے جسے صبح کا دیکھنا عار ہے
تھائے در یہ جو دریاں و آتیں پکڑی بزرگ نقشِ قدم ہننے بھی زمین پکڑی
میرزا منکو بیگ اخلص بہ درخشان سیاہ فام چمک رو۔ مردِ شوقین بود، مرثیہ
و غزل وثنوی ہمہ میگفت، بسیار سادہ وضع بود، مدتے آزار کشید از پندے رحلت
کرد خدایش یا مرزد۔ ۵

یاران و دواغ مکر کہجراں کی رات ہے مانند شمع میری سحر کو و فاکت ہے
تی در اس، ناقہ زلی کی ہر دم یہ صدا آہ مجنون پاشکتہ رگیا نھل سے دور

حرف الزال

ذاکر تخلص شنیدہ ام لیکن اشعارش یاد نیست۔

حرف الراء

بارہ از احوال متوسطین، از متقدمین کہ بنظر نیا مدہ رنگین تخلص مرزا امان بیگ
مردیت سپاہی پیشہ خوش اوقات و نیک ذات، جوان محمد شاہی، خط نستعلیق خوب
می نویسد از ملازمان نواب افتخار الدولہ مرزا علیجان بہادر است، از یاران میاں
غریب وضع قدیم دارد، ایہام بند است، خدا بش من سلامت دارد از دوست
رات کی بات نہیں کہنے کا تیری پیارے گو چاہیں آج مرے سر پہ ہزاروں آئے
ایک موزلف کا رنگین کونشا فی بھیجا بعد مدت کے کیا یاد صغم نے بائے
آفتاب رے دے دے، تخلص از سلک متوسطین، ہندو پسرے بود، در تونجانہ
نو کری داشت، از چندے ترک روزگار نمودہ بر یک پسر کمبوہ متنام تہنقی پیدا کردہ
بود، زبانش بلندیال بسیار آشنا بود، باہر کہ سخن میگفت میاں میگفت و میگفت۔

کلاش خالی از درو نیست غریاں میگشت، آنو بہاں حالت مُرد از دوست

رسوا اگر نہ کرنا تھا عالم میں یوں۔ مجھے ایسی نگاہ ناز سے دیکھا تھا کیوں مجھے
قفسے ووں گئے ہم اور جن میں جاؤں گے اڑیں تو اڑ نہیں سکتے چلیں تو بائے نہیں
وصل میں بخود ہے ادھر بھر میں بیتاب اس دولے دل کو رزوا کس طرح بھائی

وہ کوئی زمین ہے جو اشلوں سے نم نہیں رُسو ابھی اس زمانے میں مجھوں سے کم نہیں
 نقل است کہ روزے کے معشوق اور سن درگرو نش انداختہ میگشت ناگاہ شخصے دیگر
 بطرش رسید اور اہم از ناز محبوبانہ در آں گرفتاری شامل گردانید در آنوقت رُسو اچہ سب
 حل ایں شعر بر خواند ۵

دیگرے را در گرفتاری شریک ماکن مدعا گر شہرت حسن است یک رسوا است
 میر حمزہ علی المتخلص بہ زہد وصلش ز شاہجاں آباد است، جوان محمد شاہی است
 از ہند بے بطرت بنگا لہ رفت، الحال اکثر از زبان یاران معلوم شد کہ در مرشد آباد ترک
 لباس نمود و خدایش سلامت دارد، از دست ۵

مینے سے داغ عشق، طایانہ جایگا ہم سے تو یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا
 بند را بن راقم تخلص ہند و از قوم کھتری بسیار پست قد و بلند فکراست، از
 شاعران مرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ۔ در تعین نمودن مخمس دست بہم رسانیدہ بسیار
 بخونی میگوید معلوم نیست کہ کجاست۔

یا تک قبولِ خاطر کیجئے تری جفا کو تائب کیوں کہ راقم رحمت تری وفا کو
 پہچانہ آہ درد کو میرے کوئی طبیب بار بے عجب طرح کا کچھ آزار ہے مجھے
 سنتے ہیں ہم کہ ہوتی ہے مجلس دوام صبح ہوگی کبھی اس چرخ ہماری بھی شام صبح

قطعہ

اے! عجاں نہیں تے گلشن۔ سے کچھ غرض ہم کو قسم جو تو میں ترے برگ و برکیں
 اتنا ہی چاہتے ہیں کہ ہم اور غنڈ لیب آپس میں درد دل کیوں نہ بٹھکے کیوں

دیکھائیں رات جا کر احوالِ چشمِ راقم
برسات کی اندھیری بجلی کی تھی سیاہی
کے کیا دردِ دلِ لمبیل گلوں سے
اُٹا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کر
کامِ عاشقوں کا کچھ تجھے منظور ہی نہیں
کنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں
اغلب کہ ایں شرعے اصلاحِ باشد چرا کہ از افتادِ عینِ ناموزوں میشود و در نیو
عینِ می افتد عینِ خطاست، دردِ انتِ فقیرِ نہیں بہتر میشود ۵

”میرا تو کام کچھ تجھے منظور ہی نہیں“

از سلکِ متاخرین لالہ ہلاں رائے المتخلص بہ رنگین، خلفِ راجہ مان رائے
دوان مدار المہام سپہ محمد علی زہیدہ است طبعِ موزوں نے دارِ ہرجا کہ باشد سلامت
باشد از دست ۵

اس مصیبت جو تو گھر سے لے لی ہے منجھ
یہ تو بتلا میں بھلا جاؤں کدھر آ حزنِ ب
خواجہ صاحبِ خواجہ حسین علی سلمہ اللہ المتخلص بہ روشن، طبعِ موزوں نے دار ۵
اصلش از شاہجاں آباد است، جو آنے است کمالِ انسانیت و حسنِ خلق، چندے
بطرفِ سلطانپور نیز سپر بردہ الحال در سرکہ رنواب فلک جناب آصف الدولہ
بہادر بجاتِ قریب سرفراز است، خدائے سلامت دارِ از دست ۵

رسمِ اٹھ جنم آریا
کیا ہی کا فریب آریا
جی میں یہ تھا کہ جان کیجے نثار
ایک دم بھی وہ بے وفا نہ ہا
شکوہِ ظلم بھی دل سے اٹھائے رٹوں
جب کہا اسے کہ میرا ہوں کنگا اٹا

آشنا کے باصفا مرزا علی رضا المتخلص بہ رضا، زیاراں لالہ سربِ شکوہ اُکیشہ
مثنویا لکھتے است حسبِ حالِ خود، شمعِ وہب علی نام، بروما کی است، احوالِ عاتقی

خود رشتہ دلیا رنجوبی درشتی بیان نموده ار دست

دنیا میں کوئی تجھ ستمگار نہیں ہے بیرحم و جفا پیشہ و خونخوار نہیں ہے
سب خلق ہوئی دشمن جاں عشق میں تیرے افسوس کہ تفسیر تو مرا یا رہ نہیں ہے
نگین رصا تو نظر آتا ہے سبب کیا سچ بول کہیں دل تو گرفتار نہیں ہے

مہربان غاں خان بند مکان شفیق مسافر ان متخلص بہ رند و سرکار نواب غالب
جنگ بہادر بہ فرخ آباد بخدمت دیوانی ممتاز بود بحال نیکنامی اوقات بسر بردہ محلے رنگین
ہونے ارم ترمین داشت ہر صادرے دوار دے را بقدر استعداد خود و حوصلہ اومی
نواخت، با اہل سخن ہمیشہ سرگرم سخن و با صاحب ہر فن چوں روح در تن محسن بحسن اخلاق
در فن موسیقی و شاعری ہندی کہ عبارت از کہتہاے باشد طاق امارت ظاہری ہم بہر تہ
رسیدہ آیا مرایان سابقہ حال اس و ہمیں گردیدہ از شاگردان میر سوز و مرزا رفیع مشہور
است، در تصانیف نفیہ ہم دستہ پیدا کردہ چنانچہ اکثر اہل غناء و عشاق را بغنہ دل و دیر
اومی بند و بیاری کلامش را چوں کلام سودا و میر سوز سیروح دیوان خود می نگارند
در علم تیراندازی اصلاح از میر سوز گرفتہ از ہمہ تیراندازان آن زیادہ گوسے سبقت رہودہ
و امیر نیز مثل شمشیر شناسی و ادب شناسی و قدردانی انسان از صحبت میر مسطور حاصل
نمودہ و غرضکہ از معنات روزگار است سلامت باشد از دست

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی مانٹی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی
مجر ساقہ ترس دو سنی جب ہو گئی آخر دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
حاصل تو ہوا دمل میں بات پر فوس اک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر

حروف الزاء

مغل بیگ زار تخلص، جوئے بہت از سلاکِ توسلین، معلوم نیست کہ کجاست، از یارانِ میر تقی میر بہت - سلامت باشد از دست ۵

مشہور تھے جوئے میرے گلی میں اس کی کوئی اور بھی جو رویا بہمما کہ زار ہو گا
دیگر میر منظر علی زار تخلص، از متاخرین ست، نقادہ و دو مان سیادت و نو بادہ
بوستانِ شرافت پاکیزہ سرشت و نیک شعار، جوئے بہت بعلم و عمل آراستہ و بصلاح و
تقویٰ پر راستہ کلامش عاشقانہ و فکرش درد مندانہ، استفادہ سخن از شاہ حفیظ الدمصا ب
کہ در دیارِ لکھنؤ عالم و فاضل و مثنوی داں مشہور اند حاصل نمودہ وصلش از شاہجہان باد
الحال در فیض آباد در رفاقت نواب مرزا علی خاں بہادر لبرجی بردگاہ گاہے فگرمی نماید
لیکن بسیار بطرز میگوید ندائش سلامت دارد ۵

چھوٹ جا دیں غم سے ہر دم کے جو بھلے کہیں
ایک دن آگے ہی دنیا سے اٹھانا ہم کو
تیری ہی قسم تجھ بن کر کچھ بھی نہ شش آتا ہو
دل کو اس کو پیے میں کھو بیٹھے ہیں ہم
سر ہو یا جا و اب در پر ترے
نیںد تیرے ہوتے آوے ہے محال
اپنے تئیں اس بزم سے کیا کام ہے
جس طرح فرما گئے تھے یار تم
کرنی جو کبھی مجھ سے گفتار سوئے تجھ
گزری ہی تڑپتہ بیان مجا دیں ہی نہیں آئے

خاک ہی یہ زندگی جو تم کہیں اور ہم کہیں
شبِ فرقت تو اکی نہ دکھانا ہم کو
کافر ہو اگر اس میں کوئی بات بناتا ہو
اس نے مغموم ہو بیٹھے ہیں ہم
جو کچھ ہونی ہو سو ہو بیٹھے ہیں ہم
یار تو چاہ تو سو، بیٹھے ہیں ہم
جب تک تم بیٹھے ہو تم بیٹھے ہیں ہم
اُس ہرج سے دیکھ لو بیٹھے ہیں ہم
سب تیرے لئے دشمن تو یار دیکھتے
وں کی تو یہ حالت ہی دلدار سوئے تجھ

بدت میں کیا اس نے اقرار سو یہ تحفہ
 صحرا ہی کو روئے تھے گلزار سو یہ تحفہ
 دکھایا آنسوؤں کے فون کے میں دامن کو بھوکے
 گئی ہیں اس کی پڑ رہا سہانے ہاتھ کو دھوکے
 اور اس کے توجوں برقیں کہیں چین نہیں ہے
 عاشق کہیں جناب ہے مشوق کہیں ہے
 جو تو ہے اور دانا اور یہ اُجاڑ پن ہے
 آرام جو یہاں ہے نہوگا وہاں مجھے
 بن یا ریک سی ہے ہمار و خزاں مجھے
 رسوا کر گئی زار یہ تیری زباں مجھے

کہتا تھا کل آؤنگا سو آج تک آتا ہے
 اب زار یہاں بھی تو چھٹ غار نہ کیے دیکھا
 گنا گنے کہ کہ احوال فرقہ انمختصر کر کے
 ہیں تو فرش سے اور تکیہ مغل سے بہتر ہے
 کیا ہونی ہوئے زار کہ تو خانہ نشین ہے
 کیا بلکو خوش آیا ہے یہ اسے چرخ ستم گار
 کیا تجھے زار اب کہہ درد دکھ کھن ہے
 یجاؤ گئے تم اس کی گلی سے بہاں مجھے
 فصل بہار تجکو مبارک ہو مندریب
 رہتی نہیں ہے ذکر کے بن تو یار کا

حروف لہین

پارہ از احوال | سراج تخلص از مردم اورنگ آباد در وقت عالمگیر اول

بود از شاگردان سید غزالی دہلوی روشن طبع معلوم می شود

مقدمین

ندایش بیامزد از دست ہے

اُس بن مجھ آنسوؤں کے شراروں کی کیا کمی
 جس رات چاند نہیں ہے تماروں کی کیا کمی
 نہیں ہر تاب مجھے تیرے سامنے جانا
 کہاں سراج کہاں آفتاب مانتا ہے
 شعلہ خوب سے نظر آتا نہیں
 لوٹتا ہے تب سے انگاروں پہ دل
 رت سے کم ہوا دیں بیگانہ، سراج
 شاید کہ جا لگے کسی آشنائے ہاتھ
 دو ظالم جکوجلا دیکھ کر اتنا نہیں کہنا
 کہ کیا ثابت قدم ہے کیونہو آخر سراج اپنا

تک کیوں اصل نسخہ میں جانن کھا ہوا ہے

لہ و

ساک تخلص دکنی ہست چند اشعار در تذکرہ میر تقی دید، شد چوں رب ایک دیگر
نداشتند تعلم نیاورد۔

سعدی دکنی، بعضے این راسعدی شیرازی قرار داده اند و بعضے سعدی دیگر
یعنی دکنی واللہ اعلم

ہمستہ تنکو دل دیا تم نے لیا، بزدل دیا تم یہ کیا ہم وہ کیا ایسی بھلی یہ ریت ہست
دوین کے کہہ کر دس و رو کے انجھوں دل بھڑو پیش سگ کویت دعوں پایا سناجائے مہ ہے
سعدی غزل انگریختہ شیر و شکر آ میختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے
چوں زبان فارسی دریں شامل ست اغلب کہ سعدی شیرازی ست۔

از احوال متوسطین امیر ناصر باوجود بے سروسامانی سامان تخلص داشت متوطن
جو پورا دہل سلطنت محمد شاہ بادشاہ در شاہجاں آباد

آمدہ بخد مت خان آرزو استفادہ حاصل نمودہ از دوست سے

اُنھیں کیونکر نہ اس دل سے بھجھو کے کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے
رقیب اس طرح جلتے ہیں ہیں دیکھ گویا رشتے میں ہیں اس شمع دھو کے

میاں سلیمان معشوق عبدالحی تابان ہست چوں آں ماو تاباں در پردہ ابر فنا پنہاں
گردید این عزیز باوا لفتے کہ داشت مانند گل گریباں چاک کردہ گریباں گریاں از گشتہ
دنیا غزلت گزید، چندے بر تالاب فرید آباد با دن پر غم و چشم پر غم درویشا، بسر برد
بعدہ بطرف الہ آباد رنت تا حال بلباس فقیری بسر می برد خدائیش سلامت دارد

از دوست سے

تجھ سے ظالم سے ملا دیکھ تو طرازی دل کچھ جی دھڑکا نہ کیا سب سے جگہ داری دل
میاں نجم الدین المتخلص بہ سلام خف میاں شرف الدین بی خاں پیام در عہد
فردوس آرام گاہ بود کمال خلق و اخلاق بسر برد خدائیش بیا مرزد از دوست سے

حایت زلف چشم یار سے پوچھ درازی رات کی بمبار سے پوچھ
 میر سعادت علی، سعادت تخلص از سادات امروہہ مرد سلیم الطبع کم سخن بود
 فی الجملہ چاشنی درویشی نیرداشت از مریدان شاہ ولایت میل ایام بندی بسیار داشت یک
 تندی در عشق سیلی و سخنوں کہ دو عاشق و معشوق گزشتہ اند گفتمہ و نام او نیز بجائے
 لیلی جنوں سیلی سجنوں گزشتہ، اکثر مناقب او نیز مشہورست چنانچہ سواری ہوئی
 امیر المومنین کی از دست خدائش بیامزد ایں چند بیت از انست ۛ
 بسکہ ہوں کم ظرف دیو پیالوں میں مچ جاتا ہوں ہوش کھویتی ہیں میرا اس کی آنکھیں سے پرست
 یار سے حور قیب لڑتے ہیں یہ ہمارے نصیب لڑتے ہیں
 مت دکھا اس طرح کی آن مجھے جینے دے کوئی دم تو جان مجھے
 پیسیمی کی طرح دارو کے شیشے زبان حال سے کہتے ہیں پی پی
 مطلع سردیوان ادایت ۛ

والد جو سر لوح ترا نام نہوتا ہرگز کسی آغا زکا انجام نہوتا
 ۛ اللہ دو دمان مصطفوی تھا وہ خاندان مرتضوی موصوف باوصاف حمیدہ مخلوق
 باخلاق سنجیدہ شہرہ نفس و آفاق در بیفہ گویان و ایہام بندان طاق، سیادت و شرافت نہوتا
 نیک نیت و خوش اعتقاد میر محمد سجاد ہم تخلص بہ سجاد خلف الصدق میر محمد عظیم ابن میر محمد اکرم
 خاں مرحوم سر نشاء نیشاں پادشاہی مصحح فرامین شاہنشاہی ہمراہی یحییٰ خاں میرنشی وطن
 آباد اجداد ایشان بعد آمدن از ولایت آذربائجان اکبر آباد بود و معاشرت ایشان شاہجہان
 در ہر امور کہ دخل نمودہ آں را کمال رسانیدہ علم طب ہم حاصل نمودہ در اکبر آباد مہاکن
 قدیم استقامت دارند و شوق طلسمات و انشا و خوشنویسی و شعر قہمی را مہرابت علی
 رسانیدہ اند، خدا سلامت دارد از دوست ۛ

ساتی بغیر جام کے جی کا بچاؤ نہیں جوں فیل مست آدے ہے ابر سیہ پلا

سجّاد کیوں بھرے ہی سخن آج فنی ہوا
 پیچ پر تجھ زلف کے گویا کہ اس کو بل دیا
 اور بھی کچھ قاتلوں کی دوستی نے پھل دیا
 کریں لیا پر خدا نے جو نہ چاہا
 ہمیشہ رہے نام اللہ کا
 پرگلی میں تری — مجھے آنا
 شوق کے لکھنے کا سجّاد نے دفتر کھولا
 سر مرا مجکو تن نہیں دیتا
 غصا ہوا ہر یار میں کچھ اندنوں غصب
 جنگل میں آبِ ہر نکل کر تمام شہر
 لاگی جو جس زمانے سے ملتی ہے دہر دہر
 ایسے دوستی ہم سے ہے دمی

کر تیرے گل کے آنے نے کھوئے نہیں جو اس
 غم نہیں گر گم ہوا بالوں میں تیرے جل کے دل
 تجکوئے سجّاد غیر از خنجر بیداد کے
 تباں تو چاہتے سجّاد تجھ کوں
 بتوں کی بھی یہ چاہ دور روز ہے
 جان و دل سب قبول ہے جانا
 میں نے جانا تھا قلمبند کر گیا وہ حرف
 تیری شمشیر سے جدا ہو کر
 سجّاد مہرباں کرے کوئی اس کو کس طرح
 اس فصل گل میں جو شیش جنوں کا ہوا ہے
 ہوتی نہیں ہے سرد ہمارے یہ دل کی آگ
 تجھے غیر سے صحبت اب آجی

لفظ ایسے دوستی زبان قدیم ست یعنی برائے ہیں

مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبرِ عطر
 ان آنکھوں سے آتے ہیں آنسو گل
 سب فوٹے درکنار مہنے ہیں،
 ایک کشتی میں پار ہوتے ہیں
 تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں
 ہجر کی یہ پسار سہا راتیں
 مرنا ہوں میں تو عشق میں تپتا ہوں تپتا
 یہ راتیں ہجر کی کاٹی نہیں کیا اسی دلہا کو

بادِ صبا سے زلفِ معطر کی ہر تھک
 گلی میں تری بیٹھتے ہیں سخن
 جب ہم آنکوشیں یار ہوتے ہیں
 ناخدا کی ٹھک ابک کر ساتی
 اب تو ہم نے کیا گریباں چاک
 کس طرح کوہ کن پہ گزر سینگے
 دیکھوں طیب درپے دارو ہیں کب تیں
 تو روزِ وصل میں لے بیٹھے پاس کن کن کو

لب شیریں پہ اُس کے مہا ہوں
 یار کا جایا ہیں ہینگا عنبر
 ہاتھ ہی میں رہے ہے لٹکان کے
 بھنونا بازی کہیں سخن مجھے
 جب تک نہیں پہنچتے ترے آستانِ تناک
 کچھ یہ سجاد ہی کے دل کی عجیب حالت ہے
 مہر و بہن یہ شمع مجلسِ یں
 ایک دم ل رکھتا ہوں جو چاہے سولجائے اسے
 مرے دیکھ کر حال و امان کا
 کیوں مشتِ گل بھی دل کے نہ رونے میں گئی
 تیرے ان کالی کالی زلفوں پر
 کیے جنگلِ اُجاڑ کو دیکھیں
 سرخی لب ہر آن میں کچھ ہے
 اس زمانے کی دوستی کا رنگ
 یعقوب کے جب شوق پڑا سر پہ ٹوٹ کر
 مرزا محمد رفیع المتخلص بہ سودا، استادِ کامل و تاجدارِ سہروردی
 شعرائے زمان در میدانِ نزاکتِ بیاں فکرش چوں مہرِ گرمِ تازست، و در عرصۂ لطافت
 و قدت و متانت سخن بازوئے فطرت او چوں تیر راست اندازست، فلک از علو رتبہ
 فکرش گشت ہمال بہ ندانِ پردیں گرفتہ و خورشید از سمو منزلت خاکِ قدمِ طبعش را بجا رز
 مزاں کا رفته، استادِ شعرائے عمر و مقتداے بلخاے دہر، میدانِ بیانِ ادیب و طرز
 معانی از بدیع سپاہ دانش، شاہ و ہر آسمان بنیشِ ماہ، در قصیدہ و

زندگی اپنی تلخ کرتا ہوں
 یوسف اپنا پیر میں نہ کر رکھے
 یہ تماشے کا دل گمنا ہے
 لیکن ایسے کہاں نصیب دے
 تب تک ہمارے خاک کی مٹی خراب ہو
 ورنہ اس درد کے میں دیکھے ہیں ہمار کئی
 جیسی روشن ہو سب پر روشن ہو
 خواہ زلفیں خواہ مڑگاں خواہ ابرو خواہ چشم
 پتھے کیوں نہ سینا گریبان کا
 سجا و محکوباتی ہے چشموں سے یہ گلا
 کیا گھٹا کی طرح برستی ہے
 یہ ہی "سجاد" دل میں لبتی ہے
 یوں کچھ اور رنگِ پان میں کچھ ہے
 آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے
 آنکھوں نے اُس کی دودیا آخر کو پھوٹ کر

ہجو میری پیدا دارد، قصائد عذب و دلاویز و بیان جو بلند نظم و ضرب انگیز، مردانیت از
 از معنات روزگار انوشش خلق و نیک خودیاری باش، مولدش شاہجان آباد،
 سن شریفش بہ ہفتاد رسیدہ باشد، نوکری پیشہ، الحال در سرکار نواب شجاع الدولہ بہادر
 بوسیلہ فن شاعری سرفراز است، در علم موسیقی نیز ماہر است و تصانیف بسیار در نفسیہ
 دارد و اما حال مثل او در ہندوستان جنت نشان کسے بر نخواستہ، اکثر فقیر در خدمت آں
 ہندو گوار میرسد بسیار گرم میفرماید۔ اگر یہ بندہ را چہ یار است کہ انتخاب دیوان او نماید
 در یار کجوزہ نمیتوان کرد۔ از بیک اشتہار و اردو تاج نوشتن کسے نیست۔ حق تعالیٰ
 بسیار سلامت با کرامت دارد کہ زندگی سخن وابستہ ذات دوست دام انفالہ از دست
 مقدور نیست اس کی تجلی کے بیاں کا
 ارستی گلشن میں عجب دید ہے لیکن
 بیکس کوئی مرے تو سبب اسبہاں مرا
 بزم تباں میں جس دم وہ زخماں مہ گیا تھا
 کسی دیندار و کافر کو خیال نہ آتا
 قابو میں ہوں میں تیرے گواہ گیا تو پھر کیا
 سودا جوئے جب شمع کیا با اس آبرو کہ
 ٹوٹے اگر نگہ سے تری دل جاسپد کا
 موج نسیم گریستہ آلود ہے پیسہ
 سوچا تھا کیا جنوں سے گریبان کو مرے
 میں دشمن جاں ڈھونڈ کے اپنا جوا کا
 مانگا جو میں دل کو کہا بس یہی اک دل
 سودا تما عشق میں شیریں سے کوہ کن

جو شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
 جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہر خزاں کا
 گویا یہ دوسرا رخ غریبوں کے گور کا
 آپس میں سر پری رومہ دیکھ رہ گیا تھا
 سحر کیا ہو چکی سودا کی سر پرست مہ کیا ہوگا
 پنجوئے کتنے سے ٹاک دم لیا تو پھر کیا
 نہا ہوئے زمانے جب دل لیا تو پھر کیا
 پانی جی پیچھے تو مزا ہو شراب کا
 دل خاک ہو گیا ہے کسی بے قرار کا
 بیتاب اب سباب جو یہ تار تار کا
 سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالیٰ
 ایسے تو مرے کپے میں کتنے ہیں اٹھالا
 بازی اگر چہ پانہ سکا سر تو کھوسکا

کس منہ سے پھر تو اچکے کہتا ہی عشقِ باز
اسے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا
کس مٹھی دیکھ کے میں اُس کو بکار نہ کیا
مڑکے ٹمک دیکھنے کا ٹنگ گوارا نہ کیا
کسی کا دین کیا حق نے کسی کی دنیا
سب کا سب کچھ کیا پر تجکو ہمارا نہ کیا
نہ کی پنج لے شانہ ان زلفوں لہاں سودا کا دل اٹکا

اسیرِ ناتواں ہریہ نہ دے زنجیر کو جھٹکا
پرے رہ برقِ خاہِ آشتیاں اپنے سے کتا ہوں

اڑیگا دمچیاں ہو کر جو یاں دامنِ ترا اٹکا
مہرِ آتش ہے سیلِ آنکھوں میں
شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا
نہ جیا تیری چشم کا مارا
نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا
مباردا ہو کوئی ظالم ترا گریساں گیر
مرے لہو کو تو دامنِ دھو ہوا سو ہوا
ترا جی بے نیں ملتا مرا جی رہ نہیں سکتا
غرض ایسی مصیبت ہو کہ میں کچھ کہ نہیں سکتا
سہا سے یوں کہا میں دل اس قدر کوکھنا
کنے لگا کہ ناداں کیا پوچھتا ہے ہونا
تیرے کوچے سے جو میں آپ کو پھلتے دیکھا
جی کسی تن سے نہ اس طرح نکلتے دیکھا
سو جی تدبیرِ تقدیر کو ہلانے کی
جب تجھے قتل پر عاشق کے پھلتے دیکھا
دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جائے گا
جوں اشکِ پھر زمیں سے اٹھایا نہ جائے گا
فرصت ہو باغباں کہ ذرا دیکھ لیں چمن
جاتے ہیں وہاں جہاں سے پھر آیا نہ جائے گا
جی مرا مجھے یہ کہتا ہے کہ ٹل جاؤ نکلا
ہاتھ سے دل کے ترے اب میں نکل جاؤ نکلا
فطرۂ اشک ہو رہا پیابے مرے نظارے سے
کیوں خواہوتے ہو بل بوتے ڈھل جاؤ نکلا
چھیڑت بادِ باری کہ میں جوں نہ بت لگ
تو کہے آج نکل میں کہوں کل جاؤ نکلا
اس خرابی سے تو مت جھلو نکال اب گھر سے
کیوں اسی پر مری صیاد کہ تھا مضربِ آ

ایا قفس آباد ہو گئے کون سے گلشنِ خراب

ٹک جاگے تو مچوڑ کر غافل ہو گئے خواب
 کیا کیا لڑائیاں تیں سرک سونے میں ہم
 بند ہیں ثبت پرست مسلمان خدا پرست
 سودا گرفتہ دل کو نہ لانا سخن کے بچ
 کل خدمت بہار تھی شبنم صفت ہیں زور
 سودا کا تو نے ماں نہ دیکھا کہ کیا ہوا
 قاتل کے دل سے آہ نہ بگئی بوس تمام
 نہ غنیمت گل کے کھتے ہیں نہ ترس کی کھیں بیل
 غیر کے پاس یہ اپنا گمان ہے کہ نہیں
 دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرنا ہوں
 ہمارا و باغ ہو مینا ہو جام صبا ہو
 روا ہے کہ تو بھلا اس سپہرنا انصاف
 اسے لالہ کو فلک نے دیئے تھک چار داغ
 بدلہ ترے تم کا کوئی تجھے کیا کرے
 فکرِ معاش و عشق تباں یادِ فلک
 گر ہو شراب و غلہ و معشوقِ خو برد
 عشرت سے دو جہاں کی یہ دل ہاتھ دھو کے
 بگ میں شرابِ خوار کی تشیر کے لئے
 میں کہتا ہوں دل لینے کہ ننگ نام سے گزرے
 پیارے نہ بُرا مانو تو اک بات کہوں میں
 گر چھپکے کہیں تجکو زرا دیکھ رہوں میں

آخر کو پھر یہی ہے کہ چھاتی پر سنگے خواب
 جاگینگے پھر بھی بہت کہ ہو دلچنگ خواب
 پر جو رہیں اس کسی کو جو ہو نہ مٹنا پرست
 ہوں غنیمت سوز بان ہر اس کے دہن کے بیچ
 دیا سرانگ گل کے گئے لگ چمن کے بیچ
 آئینہ یکے آپ کو دیکھے ہے دہنور
 ذرا بھی ہم رٹنے نیاے کہ بس تمام
 پس میں یکے خمیازہ کسی نے اکھڑاں بیل
 جوہ گریا مراد نہ کہاں ہے کہ نہیں
 کچھ علاج ان کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں
 ہوائے ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو
 ریائے زہد چھپے راز عشق رسوا ہو
 چھاتی مری سراہ کہ اک دل نزار داغ
 اپنا ہی تو فریفتہ ہووے غذا کرے
 دو دین کی زندگی میں اب کوئی کیا کرے
 زہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے
 تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہو سکے
 سودا جو محتسب ہو تو زہد کو خرا کرے
 نہوں گراں میں یہ ابنِ تو کیا آرام سے گزرے
 کس لطف کی امید ہے یہ جو رہوں میں
 ہر ایک مجھے آکے سنا تا ہی کہوں میں

ہنوز اینہ گرد اس غم سے اپنے منہ پر ملتا ہے
 روک نے تیرے صید نہ چھوڑا زلزلے میں
 خدا کر خط تم اپنے حق میں کیوں کاٹوں کہ بوتے
 رقیبہ میں ہوں نہ یہ آسماں یک باں دو قباب
 جگر ان کا ہے جو جگر صنم کو یاد کرتے ہیں
 کس کس طرح کی دکھیں اس باغ کی فضا میں
 صورت میں تو گمانیں ایسا کوئی کب ہے
 لہتے ہیں جسے عشق وہ کیا چیز ہے سودا
 یاں نہ ذرہ ہی جھکنا ہے فقط گرد کے ساتھ

خدا جانے کہ کیا کیا صورتیں اس خاک میں گڑیاں
 تڑپے سے مرغ قبائلیں آئینا سے
 یہ عارض کل خود نیکے عبت سبزہ بھی کہتے تھے
 مخاطب تم بلفظ جان ہم دونوں کے ہوتے ہو
 میاں ہم آسماں میں خدا بھی کہتے ڈرتے ہیں
 کید مہر گئے دو ساقی وہ ابروہ ہوا میں
 اک دھج ہو کہ وہ نہرِ حیات و غصہ ہی
 جوں ذات خدا جس کو حسب نہ نسب ہے
 جلوہ گر نور ہی نور شید کا ہر فرد کے ساتھ

صبح دم آج چمن میں بلبل جو سودا
 دل کو چاہا تھا کہ خالی کرے مانت رجا
 کہ ہے مجھ کو زارہ کہ تجھ کو دیں تو نہیں
 اس دل کو دیکے لوں وہاں یہ کبھو نہ ہو
 قصہ تو حسن و شمع کا پچھتاہ پہل کے بیچ
 تنزل میں بھی ہم ہرگز ترقی سے نہ کم ہوتے
 ہوا ہو گیا کیا کیا مرزدہ بر مور و مطلق
 خاک پر بھی تیرے دیوانے کے یہ تدبیر ہے
 تو نے سودا کے تیش قتل کیا کہتے ہیں
 جن نے پوچھا کہ دل خوش ہو کہیں دنیا میں

بٹھا اک شعر یہ پڑھتا تھا نیٹ درد کے سیا
 ہو گئی جان ہوا اک نفس سرد کے ساتھ
 بٹھا ادے خم ہیں مرے منہ تل نہیں تو نہیں
 سودا تو ہو دے تب نہ کہ جب اس میں تو
 زرخ کے میں قاضی کے تو رو برو نہ ہو
 جو بٹے کوہ سے تپہ تو تپہ سے صنم ہوتے
 جز کن حال بدلنے کے اس دم کاش ہم ہوتے
 ہر گولا طوق ہر موج ہوا زنجیر ہے
 یہ اگر سچ ہے تو ظالم اے کیا کہتے ہیں
 رو دیا اس نے اور اٹھا ہیں کہا کہتے ہیں

مری آنکھوں میں تو رہتا ہی محکوم کیوں لاتا ہر
 عیاں ہر شوق ملنے کامے نامے کے کاغذ سے
 اکے بھی دن بہار کے یونہی چلے گئے
 پوچھے ہی پھول دھل کی خراب تو عندلیب
 گل پھینکے ہی عالم کی طرف بلکہ تھر بھی
 تصور میں ترے کہیو صبا اس لابی سے
 ڈرتے ڈرتے ترے کوپے میں جو آ جاتا ہوں
 نہ تلمٹ نہ مروت نہ محبت نہ وفا
 سوچوں ہوں اپنے تئیں جوں سخن رفتہ زبا
 کیا ایشاک مرا پاؤں تک دھلتا ہے
 اسے غنچہ دہن پیار سے ٹک ہنکربول
 میر سوز سلمہ اللہ تعالیٰ شعلہ عالم سوز و گور گشتی افروز محمد میر المخلص بہ سوز
 فقیہ بے مثال و درویش با کمال، فنی بے نظیر و خوشنویس دل پریر اشاعر شہر ریہاں
 و سخن سنج زباں داں مجلس نشین دانشمندی قصر فطرتش در غایت بلندی، گلہ سٹہ تشرش
 چوں گلشن حسن و لہران تازد و گلہ سٹہ نظرش در کثرت چوں سپاہ غم بے اندازہ، فضا نشین
 چوں حسن خوباں عالمگیر و خصائص چوں خمیا زہ ناز محبوبان و لہیز بریا، معجز قلم و شیریں قلم
 رشتات مدا و قلمش از دریاے اغوا ز گلہ سٹہ، غنچہ بابش از بوستان اعجاز رسالہ در علوم
 تیر اندازی بر سبیل تذکرہ چوں تیر در درستی کمال قوت در میدان سخن انداختہ و خود چوں
 کمان از بد رنگی آفاق بگوشہ نشینی ساختہ در عمد خود از جملہ ادیبان ممتاز، طرز ادب
 نیک دوست و خواندن اشعارش از زبان او نیکوست، از خواندنش چنان نوب نماید
 کہ در گفتن نمی آید، مردست متواضع و متوکل قابل دوست و جوہر شناس، ابن سید

بھٹکر دیکھ لو اپنا بھی کوئی گھر ڈالتا ہے
 کہ جب کھوے ہی ز اس کو تو پٹیا ہی باہت
 پھر پھر گل آسپے پہ سجن تم بھلے گئے
 ٹوٹے جھڑے خزاں ہوئے پھولے پھلے گئے
 لے خانہ بر انداز چین کچھ نوادہ بھی
 گلے لگ لگ میں روایات تصویر نہالی سے
 صید خائف کی طرح رو بقیف جاتا ہوں
 سادگی دیکھ کہ اس پر بھی لگا جاتا ہوں
 گاہ بے گاہ اگر آپ میں آ جاتا ہوں
 سرکب کا ترے قدم تلے روتا ہے
 کیا داں ہے مرا تو کہ نہیں گھلتا ہے

میر سوز سلمہ اللہ تعالیٰ شعلہ عالم سوز و گور گشتی افروز محمد میر المخلص بہ سوز
 فقیہ بے مثال و درویش با کمال، فنی بے نظیر و خوشنویس دل پریر اشاعر شہر ریہاں
 و سخن سنج زباں داں مجلس نشین دانشمندی قصر فطرتش در غایت بلندی، گلہ سٹہ تشرش
 چوں گلشن حسن و لہران تازد و گلہ سٹہ نظرش در کثرت چوں سپاہ غم بے اندازہ، فضا نشین
 چوں حسن خوباں عالمگیر و خصائص چوں خمیا زہ ناز محبوبان و لہیز بریا، معجز قلم و شیریں قلم
 رشتات مدا و قلمش از دریاے اغوا ز گلہ سٹہ، غنچہ بابش از بوستان اعجاز رسالہ در علوم
 تیر اندازی بر سبیل تذکرہ چوں تیر در درستی کمال قوت در میدان سخن انداختہ و خود چوں
 کمان از بد رنگی آفاق بگوشہ نشینی ساختہ در عمد خود از جملہ ادیبان ممتاز، طرز ادب
 نیک دوست و خواندن اشعارش از زبان او نیکوست، از خواندنش چنان نوب نماید
 کہ در گفتن نمی آید، مردست متواضع و متوکل قابل دوست و جوہر شناس، ابن سید

خیر الدین بخاری از اولاً قطب عالم گزانی بر فقیر سیار کرم می فرماید و از کلام بنده مخطوط
حق تعالی بسیار سلاست با کرامت دارد۔ سوز و دام انفصالہ ۵

میں کر کے ہاتھ لکھ بیچوں میں صاب سلام اپنا
دل کے ہاتھوں نہٹ خراب ہوا
جن کو نت دیکھتے تھے اب ان کا
یاریوں دور جا بسے اللہ
سوز کچھ منہ نبائے آتا ہے
کسی نے روم کی قسمت میں کوئی شام نہ آیا
صد ہر در پہ کچھ پیغامبر کی شی خدا جانے
اہل ایمان سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا
کعبے ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا
بغیر از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا
و دیرے نام سے بیزاری ملنے کے کیا معنی
کہاں ہیں اور کہاں اندیشہ بوسہ کناں کا
غم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا
مجھ سے مست جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا
سرا پر شام آئی اب تک منزل نہیں پاتا
دور سے دیکھتے ہی سوز کی شکل
ایک بوسہ آنکھ دو صاحب
نہنگتے ہیں ہم اپنے یار کی خیر
اب کہ نہا ہے بار بار بے

مجھے تو بھول جاتا ہر قرے دھڑکے سنام آیا
جل گیا بھن گیا کہاں ہوا
دکھنا ہیں خیال و خواب ہوا
کیا زمانے کا انقلاب ہوا
آج مجھ سے کا پھر جواب ہوا
ہیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے لیا
نویذ وصل ہے یا ہجر کا پیغام لے آیا
آہ یارب راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا
جو تم سے بتاں ہو کا سوا اللہ کرے گا
تر لپٹنے کے سوا آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا
نہ صاحب وصل کا پیغام مجھ سے ہو نہیں سکتا
نہ بجائی یہ خیال خام مجھ سے ہو نہیں سکتا
پر مری جان ترے غم کو میں کھا جاؤں گا
میں مسافر ہوں کوئی دن کو کھلا جاؤں گا
کہاں بستر بچھاؤں میں کسی کا دل نہیں پاتا
کیسا بجا گاہے وہ شتاب شتاب
سنے ہی منہ پھر آیا لو صاحب
آئیں کچھ تو دے ہمار کی خیر
بھیجو چشم اشکبار کی خیر

خاک سے میری جھٹکتا ہر کھڑا دار ہنوز
 پر نہ آیا تو اپنی ضد سے باز
 جیتی ہر عذیب تو اب تک ہر ارحیف
 گھبرا دیا نہ لے دل ماکرہ کا رحیف
 کیوں زندگی خلل ہی کیا تو نے خواب میں
 دریا کی سیر ہے تو شب، ماہتاب میں
 کچھ نہیں معلوم یارب سوز ہے یا ساز ہے
 بے پروا بانی میں جس کی عرش تک پرواز ہے
 بر صبح ہر قسم یہ قسم شام کچھ نہیں
 اکٹھے یہ دل بے نمونے ایک دم کہیں
 اندیشہ ہو نیچے نہ کل جائے دم کہیں
 نانا نہ خمار بھیجا ہے ابھی دستار کو
 ہوش لگا کا دل میں آپ ہی بادہ گانگ ہو
 کس طرح جتنے ہوئے خست جگر دکھیں تو
 ہوش اڑ جائیں کا تیری اگر دکھیں تو
 سخت دل آج تھا را بھی ہنر دلیں تو
 اسے خاک بر خدار نعمت آہے گا ہے

اب بھی ملے ہو بد خور کہ گاہے گاہے
 یوں اشارت سے بتایا سر را ہے گاہے
 ہے صید نیجاں اسے کبیر شرط ہو
 رہنا بزرگ بلبل تصور بشرط ہو

کم نہیں ہوتا غبارِ خاطر جاناں ہنوز
 غم سے تیرے ہوا یہ سوز دگدا نہ
 یوں کھپ رہا ہر محل کے یکجہ میں غار حیف
 صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پاؤں پھول
 دیکھا تو کچھ نہ آکے جہانِ خسراب میں
 پیری میں غیر گریہ بھلا اور کیا ہے سوز
 مثل نے ہر استخوان میں درد کی آواز ہے
 اس فرشتہ شکل پر کھونا کتنا ہر سوز
 اُمید وصلِ جز طمع خام کچھ نہیں
 بلبل کہیں تینگ کیل و رحم کہیں
 گواہ متصل دیاں ہی آتی سبکی سوز
 بیٹھ جائے سوز دود و قوٹے لیں ایجا
 سوز گریختہ غم گردوں کی مت تینگ ہو
 کس طرح روتے ہوئے دید و نہر دکھیں تو
 خوش تر ہوتا ہی کا دیکھنے نٹ کی عالم
 نوکِ مڑکاں پہ تو آجاؤ جھک کر پیار سے
 یوں تو نکلی نہ مرے دل کی اُپاہے گاہے

ایکے سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے
 دیکھ کر منہ کو گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد
 اس تنگِ وقت میں تو نہ تاخیر شرط ہو
 جس گلشنِ جہاں میں کہ صیاد کا ہو خوف

ماتم سہ اس صورتِ دل گیر شرط ہی
 ضد تے ہیں جاں بوجھ بھلانے کو عشق ہی
 یہ اس میں سوز تیرے سامنے کو عشق ہی
 دور کے بھی دیکھنے سے ہم گئے
 مجھ کو شبِ کل ہی لیکن تجھ کو سب آسان ہے
 ٹپک دل کو مرے ڈھونڈیو تو دل میں کسی
 اس اتِ خدائی ہو جو ظالم وہ سحرے
 اس دم کی تنہا ہے جو تجھ پاس گزرے
 بے یاد دوست مجھ کو ہے پناہ حرام جام
 جنبشِ ابوں کی دیکھی تو کرنا تھا جامِ جام
 رو دیں کیوں کر نہ گھر گئے ہم
 کچھ یسکے نرا مکر گئے ہم
 ایسے غصے سے ڈر گئے ہم
 مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ و اکنہا
 اس گردشِ فلک سے نہ باہر نکل سکے
 تھی چشمِ ڈبڈبائی پر آنسو نہ ڈھل سکے
 لاڈ بالی یار کی سرکار ہے
 یل میں سارا جہان دیکھ لیا
 ہاں مرے مہربان دیکھ لیا
 کو چے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک
 ہونٹھ تو ہی ہنگے میخانے کے خشک

ہاں مثل گل شگفتہ نہو فچہ ساں خموش
 یوں پوچھنا کہ پتہ ہے فلانے کو عشق ہی
 دلِ خانہ خدا ہی خدا لا شریک ہی
 اشکِ خوں آنکھوں میں آ کر جم گئے
 پاس آ کر دیکھنا تیرا بڑا ارمان ہے
 اے نکمتِ محلِ جائیو محفل میں کسی کے
 بیمار کی آپنے شہرامِ خبر سے
 حوالِ خضر ہو سس عمرِ ابد کی نہیں مجھ کو
 بتایا ہوں یاد دوست میں ہر صبح و شام جام
 تھے وقتِ نزعِ منتظرِ کلمِ سوز سے
 اندوہ سے تیرے رگئے ہم
 کاہے کو تو گھورتا ہے ظالم
 بس برس آنکھیں نکال مت واہ
 زباں سے ہو سکے اب دلِ ربا تیری ثنا کہنا
 پرکار کی روشِ پیر ہے ہم جتنے چل سکے
 روزا بھی تھم گیا ترے غصے کے خوف سے
 دل کی قدر و منزلت یاں کچھ نہیں
 ہم نے کون و مکان دیکھ لیا
 نیستی کے لئے ہی ہستی ہے
 اشک کب ہوں تیرے متانے کے خشک
 چوری چوری تیرے منہ شاید لگا

زلف کے پتوں میں کیسا جا کر دھسی یا آہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
اب کے دل میں ہے کہ گوہر روئیے ہوں سرا سرا آب دکھلانے کے خشک
کہوں اک بات میں تجسوں گرجی کی اماں پاؤں بجھے قربان مجھے سے ترے قربان ہو جاؤں

رباعی

جو میرے عدد تھے اُن سے تو یا، ہوا مجھ سے لڑنے کے اب تو تیار ہوا
رہ رہ کے مرے دل میں یہی آتا ہی اعد تو مجھ سے ایسا بیزار ہوا
اکثر اشعار میر سوز و مزار نینغ سودا درد یوان مہربان خاں یافتہ میشود ازین
اشعار اور آفتابی نکر دم انچہ دوسہ نوشتہم برہاں اکثفا کردم

سلک متاخرین | یہ یادگار علی سید تنگس شخصے است از سادات بہادر پور
کہ مشہور ضلع میوات ست بطع موزوں دارد و در اں دبار عزیز ہر گے ست سلامت
باشد از وست ۵

خدا کے واسطے صیادتہ کرائے دام اپنا کہ گلشن سے لیا ہی تو نے غلام خواہ کام اپنا
شورشیں باقی ہیں دل میں تسیر آتی ہی بہار دیکھئے کیا کیا شگونے کے لاتی ہی بہار
کیا اب امید کریں وصل کی مرتے مرتے عمر تو کٹ گئی دکھ بچ کے بہتے بہتے
میر سلیم المتخلص بہ سلیم مردیت سلیم الطبع، از ساکنان عظیم آباد تجارت پیشہ خوش انداز
بندہ ویرا ندیدہ بزبانی رگیراں شنیدہ کہ گاہ گاہ ہے فکر غزل می نماید و الفاظ را درست

می نشاند سلامت باشد از وست ۵

پڑھائے عشق نے جب ہم کو نکتے علم مستی کے پریشان ہو گئے ادا فی سب یوان ہستی کے
ہوئی معلوم بویہ خونوں کے جوش سے مجھ کو کہ زخم ازہم پہنچے گا کسی نوش سے مجھ کو
شراب بخوردی سے کہا کبھی تھی تیغ قاتل کی کہ زخم اس کا لئے جاتا ہی ہر دم ہوش سے مجھ کو

سلام اس کیسی سے ہائے نہ رخاک جاتا ہوں کہ رو دنگے لگا منکر نکیر آعرش سے مجھ کو

از اہامیان جان نواب احمد علی خاں ولد افتخار الدولہ بہادر مرزا علی خاں داماد
بخطاب شوکت جنگ المتحاسن بہ سوزان جوانہ ست درغن سبخی یگانہ و درنم و فرست
ارہوے زمانہ در وقتیکہ میرضیا سلمہ اہمراہ آں نیکو خواں بود گاہ گاہے شہب، فکر را
در میدان غمناں جولاں می نمود احوال بدتے شد کہ راغب بایں طرف نیست حج تعالیٰ
آں سر و موزوں را در گلستان جہاں سر سبز داراد ۵

زہر کہ ذکر تر اگر م شب بیاں میں رہا پیش جگر میں رہی اضطراب جاں میں رہا
اگر یہ کہے ہی پیچھے تو کیا ہوا اے شیخ تباں تو دل میں رہے اور دل تباں میں رہا
قید میں یوسف کو بھیجا واہ یونہی چاہیئے خوب کی تو نے زلیخا چاہ یونہی چاہیئے
نت دل لگا بتوں سے کہنے پہ ہا کسی کے ہر گز ہوئے نہ ہونگے یہ ہشتا کسی کے
خوبی ہے کیا شکر اس بختہ دوستی میں اپنا کسی کو کیئے ہو رہیئے یا کسی کے

رباعی

جانے سے نہ پوچھ اس کے کیسی گزری دشمن پہ نہ گزرے ہمہ جیسی گزری
جواں مرگ کا وقت گزرے موتا پر ہے یہ زلیت ہماری ساری ایسی گزری
سیاں سکندر عرف گھیسا، از مرثیہ گویان متاخرین ست اکثر در زبان پوربی و پنجابی
و مارواری مرثیہ گفتہ و بسیار مربوط گفتہ و در قصہ خوانی و عرق کش نیز ماہر ست۔ یک قصہ
طرح، ماہی و بادشاہ دل خوار بسیار بابے تاب نظم نمودہ است اگرچہ علم ندارد لیکن برکلام اد
ہائے انگشت نیست پراں باہمہ مردم خوش طبعی، دارد و شراب میخورد و در نظر بعضی ہا
سبک بیناید غرض مرد زندہ دے ست گاہ گاہ بطرز قدیم شعر میگوید۔ طبعش مائل ایزم
بیار است سلامت باشد از دست ۵

جو دھوکہ دایا دل سب پاک کبھے تو جاری دیدہ نمناک کبھے
جلا جو آتشِ غم سے سراپا علاج اُس کا پھر اب کیا خاک کیجے

حرفِ اشین

احوالِ متعین | شعور دکھنی شعورِ تخلص، ازیں شعرِ شعورِ اظہارِ ہست ۵

برساتیں نہ دیکھا نظر بھر کر آفتاب روشن ہریہ کہ عاشق ہوا تجھ پر آفتاب
شاہِ قلی خاں شاہی تخلص از سالکانِ جاگ نگر بود متے بر توسلِ نوکری بادشاہی
در بلدہ حیدر آباد بصری برد آخر بمنصبِ ندی تا نا شاہ مغز گردید بیشتر مرثیہ میگفت
در ولایتِ ہندوستان دست بدست می آوردند غفر اللہ ۵

منا تمنکا غیر سے کوئی جھوٹ کوئی سچ مجھ کئے کس کس کا مونہ موندوں سخن کوئی کچھ کئے کوئی کچھ
احوالِ متوسطین | محدث کر شاگر تخلص از یارانِ محمد علی حشمت در علم نجوم ماہر بود
طبع موزوں نیز داشت فکرش خالی از درویشیت از دوست ۵

کیا پوچھے ہے حالِ ببلوں کا جو اُن پہ گزرنی ہے گزر - ۱
گلچیں تجھے کیا تری بلا سے گل توڑ کے تو تو گود بھرے
حکیم یار علی شفا تخلص در ہماں زباں بدگاہ گاہ دوسہ ریختہ نیز میگفت در طبابت
دست شفا داشت خدائیش بیا مرزد از دوست ۵

جوں ڈانک کدینے سے دونا کھلے ہی ایتوت چمکا ہر رنگ پاں سے جو ہر ترے لبوں کا
شاغل تخلص در عہدِ محمد شاہ بادشاہ بود شاگرد میاں بسمل کہ سابق بریں
گزشت بیتہ و مصرعے موزوں میکرد خدائیش بیا مرزد از دوست ۵

جاتی نہیں ہوا اس سے تری فکر زلفِ درخ شاغل کو روز و شب ہر تر ذکرِ زلفِ درخ
شاعر پر شوق میاں حسن علی التخلص بہ شوق مرد سپاہی بیشہ صاحبِ دیوان از

شاگردان سراج الدین علی خاں آرزو مدتہ در سرکار نواب عماد الملک غازی الدین علی
بوسیہ سپہ گری بسر بردہ الحال معلوم نیست کہ کجاست شعرش بسیار باندازہ است و مشائی
نبراز کلامش ہویدہ است اکثر ایر غزل اورانغمہ سراپان ہند و ہر دیار میخوانند مشہور است
سلامت باشد ۵

ہر غرض اپنی ہیں یار کے بجانے سے
میں ہوں میخوار و خرابات نشین بادہ پرست
مدت سے یہ بحث درمیاں ہے
اگر تا صد تربت کو چے سے ٹمک جلدی نہ آویجا
میں اپنی کم زبانی سے غریزاں گریہ مہتا ہوں
ماتم میں میرے کوئی نہ رہا تو غم نہیں
آجکا خط بھی پہ تیرا نہ نیا اک انداز ہے
بجھیک آتش دل ہم نے جانا تھا بہار آئی
کیا کیا ستم نہ تھے کہ کئے چشم یار نے
آج ہی ملو تو بہتر وعدہ غلط ہے کل کا
تیری جفا: شاوے: یا جور آسماں کا
خدا مر اڑھکے یہ جواب دیا
تو نے چمن میں اس کو آنکھیں دکھائیاں ہیں
گر عاشقی کرو تو معلوم ہو حقیقت
مستے ہی نہیں، یہ سب گمراہ کسی کی

اور کچھ کام نہیں کعبہ دہت خانے سے
جی ہر محفوظ مرا اگر دشمن چلنے سے
پر علم نہیں کس کماں ہے
تو پیارے دیکھو پھر تو کہ میرا جی ہی جاویگا
لب زخموں سے قاتل کا ادائے شکر کرتا ہوں
تربت پہ میری شمع کا ہنسنا بھی کم نہیں
ہو چکی آخر بہار اور اب نہیں آغاز ہے
ہوئے ابرنے دونی دے یہ آگ بھڑکائی
جو سختیاں تھیں مجھ کو زانا دکھا چکا
جوں طفل اشک میں تو ہماں ہوں کوئی پل کا
انصاف کرو تو ایسا پتھر ہے دل کہاں کا
نامہ شوق کا جواب نہیں
زرگس نے مجھے تو ہی آنکھیں چرائیاں ہیں
اے ناصحو تھیں تو باتیں بن آئیاں ہیں
ان ساتھ کئے ٹکس طرح اسد کسی کی

ربا تیں

اس دور میں: تماشا اکثر دیکھے تھے وہ جو غلام تاج بر سر دیکھے

اے گنہگار باز چرخ ہاتھوں سے تیرے اوراق جہاں تمام ابرہہ کیلئے
احوال متاخرین | میرے کوسلہ اللہ تعالیٰ المتخلین یہ شاعر از اقرابیان و خوشان
 خواجہ میر درد و دام افشار، جو انے ست کمال صابریت آراستہ و بعلم و عمل پیراستہ
 اہل دل، منصف، متواضع، مودب، بزرگ و بزرگ زادہ، فکر عایش رسا و سن متوالش
 خوشنما، دیوان ریختہ مرتب کردہ و بیشتر رباعیات بطور میر سہروردی لکھے گئے ہمراہ میان اہل
 درغیف آباد آدہ بود بندہ باوے ملاتی شدہ است، ہدائش سلامت دارد ۵

ہمیں یارب خبر اصلا نہیں ہے	کہ پیدائش میں دل ہی یا نہیں ہے
مجھے جب سے صنم دیکھا کئے کیا	خدا پر علم ہے بند انہیں ہے
تری زلف آن اُکھی ہے۔ مراد دل	کسی سے آج تک اُکھا نہیں ہے
تین گنگہ لگا تک اور زخم دل نگار پر	آہ نہیں یہ واہ ہے تیرے ہر ایک وار پر
ہمارا دل لئے جاتا ہی وہ خوشخوار کیلئے	سوائے صبر کچھ چاہ نہیں ناچار کیا کیجے
گریباں پھاڑ کر کیدھر نکلا دیں ہم لے وحشت	ہوئی ہے زندگی ناحق گلے کا ہار کیا کیجے
وہ سو جاتا ہے جو مٹی موٹھی بھی سرگز نہیں سنا	حقیقت اپنی ایسے شخص سے اٹھا کر کیا کیجے
مثل شہور ہے شاعر کو سوتے کو جگاتے ہیں	جو کوئی جاگتا ہو رہے اسے بیدار کیا کیجے
ہم دیکھتے ہیں یوں کسے لے بار جہاں میں	ایک تو ہی تو اس بات کے قابل نظر آیا
دیتے تو دیا آہ دل اپنا تجھے، لیکن	جینا بھی پھر اس بن نہیں مشکل نظر آیا
گر کما تک بھی میرا کیجے گا	پھر جو جی چاہے کہا کیجے گا
عوض لاکھ جاہے یہ ہمیں	ایک گرد و عودہ وفا کیجے گا
تک بھی گرمین جبین کیجے گا	پھر نہیں ہمیں یہ نیتیں کیجے گا
اپنے مطلب کی کے جائینگے ہم	گرچہ سو بار نہیں یہ کیجے گا
تکڑ نہ ہو جو ظلم و ستم کی تو کیا مزا	قالم تبھی ہے لطف، کہ ہر دم نئی رہے

میر فتح علی التخلص بہ شیدا از ساکنان مؤمنس آبادست پسر نوازندہ میر سونہ
جوانے بکمال اخلاق متواضع، مؤدب، از شاگردان مرزا رفیع سودا سلمہ اللہ تعالیٰ،
سپاہی پنیہ است بندہ اور ایک دتہ ہمراہ میاں آخریں دیدہ است، طبعش بلند افتادہ
از کلاش بوئے دردمندی ظاہرست ۵

وہ صورتیں آئی کس ملک بستیاں ہیں اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں
آئے تھے کیوں عام سے کیا کر چلے جہاں ہیں یہ مرگ و زلیست دو نو آپس میں ہستیاں ہیں
لالہ خوشوقت رائے، شاداب التخلص، مولد او چاند پور زندینہ ست، فشی است
نثر خوب می نویسند در محبتان خود با غرازو اکرام بسر می برد، خدایش زندہ دارد ۵
دیکھ اس کے منہ پہ زلف سیہ فام کے تھیں کیا زیب دی ہے کہ نے اسلام کے تھیں
واقعی اس کا فر مضمونے خوب یافتہ است کہ گرا زومی بارد ولہ ۵

بس ہو چکی شفا تو دل زار کے تھیں اسے کلاش موت ہو ترے بیمار کے تھیں
جب تک کام تر گاں سے تو ابرومت چڑھا تیرے ہوتے بھی کھینچے ہی کوئی تلوار کو
میر محمدی شرف التخلص، برادر زادہ نواب خان دوران مرحوم، بندہ ندیدہ
لیکن اکثر از زبان یاران شنیدہ کہ طبع خوبے دارد و بزرگ ست بشیر بطور نامر علی
مرزا جلان آبیہ ریختہ میگوید حالا در شاہجان آباد است ۵

عکس ہے کس مہ جیں کا دل نشین آئینہ ہمتگ بکبوری ہے سرزمین آئینہ
صاف دل کا مرتبہ ہی عرش و کرسی سے بلند جلوہ گر ہے آساں زیر زمین آئینہ
میر محمد شفیع سلمہ اللہ شخصے است جمیع اخلاق و منبع اشفاق، عاشق ریختہ گویاں
و در جمیع نمودن اشعار حسن طبعش پوایاں، با مبر و مرزا و میان قائم کجا صحبت داشتہ
احال بہ مکتوب در عالم توحید بسر می برد وانیونی ست گاہے یک دوسہ بیتے خود ہم میگوید
خدایش سلامت دارد از دوست ۵

رات کیا ہو گیا تھا بجکویں شفع
جب کھلی آنکھ ہے روتے دکھا
غیر سے ملنے کو کریں گو نہ منع
دل میں تھا بے توجہ چاہئے
یار کا پابوس نہیں دور کچھ
ابن تیس خاک ہوا چاہئے

حرف الصاد

احوال متقدمین | صبا بی، تخلص احمد آبادی ست از دست

زر سے ہوا آشنائی زر سے ملے ہی بھائی
زر نہیں تیرے جدائی دنیا میں جو ہر زہر

سلک متوسطین | صفدری، تخلص شمع گزشتہ است از دست

سبز جاپا ہر میں پی کے رنگ بھینا دیکھو
شمع کا فوری پیہ فافوس مینا دیکھو

نور حدیقہ محمدی دگل بوستان جعفری سلامہ دودمان مرتضوی و مصطفوی میر

جعفر خاں ابن میر محمد خاں ولد میر سید محمد قادری نور اللہ مرقدہ صادق تخلص جوئے بو

بکمال خوبی و فصاحت و بلاغت و صلاح و تقویٰ - در فن شاعری مستعد، طالب علم جید

طبعش بغایت میتین نظمیں نہایت مبین بہارستان جعفری کتابے از تصنیفات است

اصلش از شاہجہان آباد است، بر نالہ بیرم دی در گاہ جدا دست میر سید محمد، اونجا

مجلس دم ہر ماہ می شد، مردم بیارمی آمدند و قوالان میخواندند و صوفیان ہوجہد

می آمدند - از چندے شنیدہ میشود کہ بہ رحمت آسمی وصل گشتہ ہماں جاد فون، است

غفر اللہ

شمع بھی چاہیئے آج تو رندانہ پیئے

ہم رہیں دیکھتے ہی ہاتھ میں سیانہ لے

موسے بھی لہر نہ کئے اے ترا کا نام ہے

عاشقی بھی مذاب ہے کوئی

فصل کے شور نے مائل بھی پوانے کئے

یوں پیں غیر شراب اور مثال زگس

لوح پر زلف کے مارے کے لکھا دیکھتا

دل ہی یہ یا کباب ہے کوئی

شرم سے نام تو نہیں لیتا پر ہمارا خطاب سے کوئی
جو قدرت بھی خدا کی نظر آتی ہے بڑی تیری سستے ہیں وہ باتیں کہ کسی کی نہ ہیں
ہم گر جیتے ہے بھی تو بھلا کیا حاصل دیکھتے ہیں کہ تری ہم سے وہ آنکھیں رہیں

عما بر تخلص کے گزشتہ است از سلک متوسطین، سرسری میگوید کلامش
بختگی ز سیدہ است از دست بے
ناز اس طرح کیا کہ ادا کو نہوئی خبر جو اس طرح کیا کہ جفا کو نہوئی خبر
صابر نے اپنے پیار کے پاؤں پہ سر کو دم جی اس طرح دیا کہ قضا کو نہوئی خبر
سارے عالم میں جو بڑا تھا شوخ میری قسمت میں وہ دھڑ تھا شوخ
میر محمد علی صبر تخلص، از سلک متأخرین است، بیشتر مرثیہ میگوید، از
توسلان بنی خاتم صاحبہ با وجود کہ او ہم در فیض آباد میباشد لیکن بندہ اور اندیدہ و
از اشعارش شنیدہ مگر مرثیہ، خدائش سلامت دارد

گو کہ دلبر نے مجھ پہ جبر کیا میں بھی دل دیکے اس کو صبر کیا
غم ہر صدم میں رات دل کی بیقراری سے نہ تھی فرصت مجھے وقت سحر تک ہزار می
فردن تجھ اکوئی لے جبر دنیا میں نہو دیگا زیں میں گر گیا آخر تو اپنی خاکساری سے

حرف الضاد

دریں فصل کے از قدما بنظر نیامدہ مگر در سلک متوسطین - نیز آسمان سیادت
گر ہر بحر شرافت ز گاہے وے کمال، ضیا و بہائے او در نہایت بہا، المتخلص بہ ضیا
بہریت از سپہر کمال و صدریت، از مجلس جدل، شعیست پر ضیا و عاشقہ است باصفا
طبع عایش بند و دل و جانش گداز و در دمند طرزش مانا بطرز مولانا نسبتی غرض کہ

شعر پر دردش بر جگر عاشقان نشتر زار لیت و بر اسے سوختگان عشق شرار لیت، اکثر دغلا
 زمین سنگلاخ گفتن و الفاظ نامقبول را در بندش مقبول و لہذا ساقی کارا دست - اصلش
 از شاہجان آباد، از چندے بطرف غلیم آباد انتقامت دارند۔ پسر راجہ شتاب را - بطریق
 تدرک و مین خبر گیراں می باشد۔ شنیدہ ام کہ او ہم فکر شعر میکند لیکن تا حال نشیدہ ام،
 اکثر شاعران اس دیار اصلاح سخن از میر موصوف می گیرند۔ بندہ ہم استفادہ سخن
 از ان بزرگوار حاصل نمودہ۔ استاد فقیر مؤلف کتاب ہمان ہست غرضکہ ہمچنین آشنائے
 درست در آشنائی ندیدہ و نشیدہ، متواضع، مؤدب، اہل دل، منصف فرایح، درمند
 از ہر کہ شعر پر درد شنیدند مخطوطات شدند و گریستند، دیوانش ترتیب یافتہ است، قصیدہ
 ہجو و مثنوی و رباعی کم گفتہ بیشتر غزلیات از ان مشہور است، خدا سلامت باکرمات دارد
 جع کر کے درد سارے تو نے پیدا دل کیا
 کیا فرسے جی نکلتا جو وہ ٹک پھر دیکھتا
 باؤ بھی کھائی نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا
 قیس دیوانہ ہو اور کوہن جس سے موا
 ایک دن وہ تھا کہ روز و شب ہے تھا پاس ہائے
 گل کی رسوائی تجھے کیا کم نہ تھی لے نگ خلق
 میں نے گل پوچھا ضیا سے دل کو کیدھر کھودیا
 دیکھو لے دوستان چکا ضیا کیوں ہو گیا
 ضیا ہو کون کیا جانوں ترے گھر میں جو آتا تھا
 برس لے ابرقنا چاہے تو اب تیری باری ہو
 کیوں گریباں و مہدم کرتا ہی اپنا چاک تو
 آہ کرتے دہک گئے ہیں ہم

کہ تولے دستِ قضا پھر اس سے کیا حاصل کیا
 کام آساں، ہجیہ قاتل نے مرے مشکل کیا
 آہ یہ غنیمت تو کچھ، کھلتے ہی کھما نہ لگا
 عشق ہم کو بھی وہی اب کام فرمانے لگا
 اب خبر بھی بھیجنے سے ہم کو ترس نہ لگا
 اُس کے کوچے میں بنیا تو آج پہ جانے لگا
 اُس نے کوچے کو ترے تہلا کے ٹپتے رہ دیا
 مر گیا مٹیاب ہو یا روتے روتے سو گیا
 کوئی حسرت سے پھر مجھ دیکھ اید مر و تاملاتھا
 کبھی نہ تھا تو میں بھی رورواکے ریا باناتھا
 ہاتھ سے ترے ضیا کس گل کا دامن چٹ گیا
 کیا شتابی بڑا ک گئے ہیں ہم

آپ کو آپ میں نہیں پاتے
 جوں چار اس جانہ پوئے چن پھل لاتیے ہم
 بیسے دو ہندو آپس میں کریں غمخوارگی
 جان کر زلف دل نہ دھس اس میں
 جو قلمرو میں حسن کے سب کچھ
 دیا نوغونچہ جھڑ پڑا افسوس
 ہوں میں بے صبر رونے دو مجھ کو
 مجھ سا بندہ نہیں خدا کی میں
 خط نوشتہ تیرے اس واسطے بیجوں ہوں دلبر کو
 پڑی برق تجلی ایسی ازلی سن ترانی پر
 آہستہ پاؤں رکھوئے بے گل چمن پر
 جوں گل انگائے منہ سے پھرتے تھے آگے آہ

آئید صربک گئے ہیں ہم
 جبے اور اپنی کو پہنچے ہیں جلجالتے ہیں ہم
 دل ہمارا درد اپنا دل کا غم کھاتے ہیں ہم
 دام ہے دیکھ تو نہ پھس اس میں
 اک نہیں ہے سودا درساں میں تیرا
 رہ گئی کھلنے کی ہوس اس میں
 کچھ کموت اے ناصحو مجھ کو
 ہاتھ سے لے صنم نہ کھو مجھ کو
 کہ لکھتا شوق میں گر کچھ تو لکھنا ایک دفتر کو
 کہ موسیٰ ہو دے بے خود اور ہو دبدبہ کو
 سوتے ہیں اس زمیں میں نازک دماغ کتنے
 ہوتے ہو دیکھ ہم کو اب بے دماغ کتنے

ترتیب ضیاء کی دیکھی کل رات دوسری میں
 جا کر چہ آج دن کو دیکھا میں کہ تنقص
 ایزد نعموں را از میرضیائے اللہ شنیدہ سلام اللہ خاں سلیم در فارسی ترجمہ نمودہ بنام
 خود شہرت دادا میں نہایت کہ در نظر صورت شناسان معانی آتینے و فرزند پوشیدہ
 نمی ماند مثل ہندی مشہورست
 ”ہاتھی پیرے گاؤں گاؤں جن کا ہاتھی اس کا ناؤ“

مضمون فارسی از بیت تسلیم
 دوش رنم بر زار شتہ تسلیم خویش
 می نمود از دور صد شمع و چراغ صرستے

چوں شدم نزدیک دیدم از نقص ہا بے یکدے میسخت باوے چند دایہ حسرتے

ضیا

سب امید اپنی کر حصول گئے
بھول کر بھی کبھی نہ یاد کیا
نہ کہ محروم ہوئے تو ہیں قاتل کہ مرتے ہیں
پلا دے آبِ خنجر ہم کو قاتل تشنہ جاتے ہیں
یہ ماتہ کس دانے کا ہی بارب آج صحرا ہیں
برعکس وضعیں آئیں اس کے بنائے کی
جلدی ضیا خبر لے آتی ہے تجھ جگر سے
ردوین ہم بزموں کو کیا اپنے دنوں کے پھر ہیں
کل جو تو گلشن میں اگر پھر چمن سے مڑ گیا
ایک دھڑکے ہو واضح تو تو سیوے چاک تو
ہلک آہ پنج نکل نہ کہیں دل تھک پڑے
تیرے ضیا کا حال میں پوچھا تھا منع سے
کسی کا نام لے کوئی عشق اپنا یاد کرتا ہر
کسی دشمن کی بھی یارب گزرے شبِ جدائی کی
ضیا کیا دردِ فراق میں تیرے دل میں سیانچ
کیا جو کیا تقدی جو کچھ کر دجبا ہے
برعکس حال اپنا میں کیا کہوں عزیزاں
یہ آرزو ضیا کے دل کی تباہ خدا سے
دل مجھے پھر اسی کو چے میں لے جاتا ہر

اک ترے درے ہم ملول گئے
ہم ترے جی سے ایسے بھول گئے
جو مانگے سوائے دیتے ہیں جس کو قتل کرتے ہیں
جو کوئی مرتا ہے اس کی صلح میں پاؤں جواتے ہیں
کہ سیلین دتی پھرتی ہیں بگولے خاک اڑاتے ہیں
شاید یہی ہوتا ہے اس دل کے چاہنے کی
آواز نا تو اس سی دل کے کراہنے کی
شمع محفل تھے جو کراہے سو راکھ کے اب حیر ہیں
چکی لگ لگ گئی بلبوں کو رنگ گل کا اڑ گیا
پرزے پرزے ہی یہ سینا کیا سیئے گا خاک تو
یہ جام بھر رہا ہے مٹا دھچک پڑے
اک آہ اس نے کھینچی اور آنسو دھچک پڑے
مروں ہوں بدگمانی سے کہ شاید تجھ پر تاج
کہ جیسا اس سے میرے دل کا یہ دن گزرتا ہر
کہ جو توبت کرتا ہی تو ٹھنڈی سانس بھرتا ہی
بدلا ہے دل دہی کا اس کی یہی سزا ہی
جوں جوں ادم و دغا ہی توں توں ادم و دغا ہی
تم اس کو گالیاں دو اور وہ تمہیں دعا دے
دن کو ہی قتل جہاں رات جہاں شجوں ہر

سکرانا ہے تریا کہ کوئی افسوں ہے
 در بدر شہر گرد ہوتا ہے
 آج پھر دل میں درد ہوتا ہے
 ناصح یہ کیا کروں کہ مراد دل پہ بس نہیں
 غنچہ ہوں دل کا مجھ میں فقط داغِ بیاس ہے
 اپنی نظر میں آج جہاں سب اُداس ہے
 کچھ اندنوں میاں تو بہت بچو اس ہے
 صحرا میں تو نے مجنوں وحشی ضیا بھی دکھیا
 خدا جانے چشمِ اپنی پھرے ہیں ٹھونڈی گس کو
 اُگتے ہی ہم تو پاؤں مال ہو۔ ۱
 جوں جدا ہو قافلے سے کوئی ٹھک کر رہ گیا
 خود بخود جل بل یہ انگار ادھک کر رہ گیا
 دل بھی ضیا ہمارا کبھی رشکِ باغ تھا
 خانہ خراب جلدی تو بول اٹھ کہاں ہو
 بجلی کی طح جج مجھ پر کیا رگی کر ٹک اٹھ
 پر میری حسرتوں کو زمین پر ٹپک اٹھے
 بات تھی کچھ یاس کی یا ہجر کا پیغام تھا

کہ تبسم میں کیا فصلِ سوساری تسخیر
 اس گلی کا جو گرد ہوتا ہے
 کون سے زخم کا کھلا ٹانا نکا
 رسوا یوں کی اپنی مجھے کچھ ہوس نہیں
 نہیں کھلنے کی اُمید ہی نہیں ہو کی آس ہے
 تم تو ہمارے پاس سے جاؤ گے کل پہ ہٹے
 دل تیرے پاس ہی کہ نہیں خیرِ نہمیا
 گرین و خاک اڑاتا جوں ارجوں بگولا
 کبھی جاہل کو دیکھے ہیں کبھی دیکھے ہیں نرگس کو
 ہم نہ شمر نہ ہم نہ مال ہوئے
 دل جگر اشکوں میں بہ گئے یوں بینک کر رہ گیا
 دل کے بطن پر نہ کی رقت کسی نے رحم سے
 ہر طرف زخم زخم تھا ہر سو سے داغ تھا
 کبے میں چھپ رہا ہی یادیر میں ناں ہی
 آہوں سے سلگوا کب تک اے شعلہ تو بھڑک اٹھ
 تم تو غبارِ جاں کے دامنِ جھٹک اٹھے
 کیا کہا قاصدِ ضیا سنتے ہی جس کے مر گیا

رباعیہ

کیا ناز و نیازِ جادو دانی کرتے
 کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے

کیا عیش و نشاطِ دامانی کرتے
 گریز سے یں اپنے ہوتا تو ہم

مولانا میر غلام حسین المتخلص: ضاحاک ابن میر غزنیا اسد والدین فقیر مولف
 از سادات عالی شان سپهر مکان عالم و فاضل، ناشرو ناسم بغایت نیم، ہزل دوست
 مزاج پسند بذلہ گو و نکتہ سنج، درویش مزاج، متوکل، زسی سال ترک روزگار نمود
 بکمال بے پروائی بسری بر بند در فہمید علم موسیقی گوش شنوار در فکر آورد و فکر رسا۔
 با وجود قوت آں علم کہ در حجب مولوی ساجد بکار بردہ اند چون طالع سامعان را در خور
 سخن بلند نیا فہمید بعد از حوصلہ آہنا بہ طرف ہزل توسن قلم را نڈ لکین زبان عجیب غریب
 اختیار کردہ اند کہ از آدم تا این دم کہ نہ گفتہ چنانچہ یک مطلع ترقیم بنیاید مشتِ مہنو
 یا ایہا التالک کہ کرو جہلانکہ کل توچی پرابیہ فرو بکاسہ
 غزل ایشان کم از چہل پنجاہ بیت نمی باشد و بر ہر غزل و ہزل پارہ نثر نوشتن نیز
 شعار او شانت، چون گنجائش دریں پارچہ کاغذ نبود از ہزل گزشتہ بر غزل گفتا
 نمود تا زور و قوتِ آں علم ہم مفہوم گردد، حق تعالی ایشان را ہمیشہ بر سر حوش و خرم
 سلامت نگہ دارد ولہ

در پیش اگر روز اجل آہ نہوتا	قصہ تما محبت کا یہ کوتاہ نہوتا
کیا دیکھے اصلاحِ خدائی کو تو لیکن	کافی تھا تر احسن اگر ماہ نہوتا
اُس آن تھنبے آن سو جس آن کہ جی ڈوبا	تب جان سے ہم اٹھے جب دیدم غم بیٹھے

ولہ

رباعیات فارسی در مدح امام علیہ السلام

کناف حقائق و نکاتِ توحید	آں را کہ دوشہ اسدی شاہ شہید
خود معنی آیات کلامِ الہی ست	تفسیرِ حسینی است: قرآنِ مجید

افسوس دلا کہ نگہساراں فرشتند
یہیں بدنان گلزاراں فرشتند
چوں بوسے نعل آمدنہ بر باد سوار
در خاک چو قطرہ اے باراں فرشتند

حرف الطاء

مرزا طالب طالب تخلص از متوطنان قصبہ بر بندہست کہ متصل اورنگ آباد
واقع است، جوان مالگیری بود، این شعر بنام او دیدہ شدہ
ہمنا کے خون چشم سے آلودہ کب کرے
وہ پگ جسے گرانی ہر رنگ خنایتی

حرف انطا

ظہور تخلص، جوان محمد شاہی از سلک متوسطین بود معلوم نیست کہ کجاست
کہ کئی دہائیوں میں کچھ ہجریں گریاں گزری
کیا مری عمر کی اوقات پریشاں گزری
چشم گریاں حسن سے معمور ہے
چاندنی برسات کی مشہور ہے

حرف لعین

اول از متقدمین | عزیز اللہ دکنی از اورنگ آباد است کہ غزلے گفتہ است کہ نام ہمہ
اولیاء را در درج نمودہ مقطع آن بیاد بود قلمی بنماید
مجہ ناتواں میں کیا سکت چو بولوں لہیاں نہتی عاجز غریب الدہ پر دکن کے سب پران مد
خواجہ عطاء اللہ عطا تخلص، شخصہ در عہد مالگیری بود، او باش وضع موافق
طور خود شعر بلند میگفت، ہندی و فارسی ہر دو نقل ست کہ بادشاہ دیں پناہ میں را
نہ بر نہا ہے گرفتہ ہمیں نمود۔ بود روزے بحسب اتفاق بادشاہ عالی جاہ مصرعے موزوں
کرد از کسے مین مصرع ادخبا ہم نمیرسبداں سخن قال قال بگویش عطار سید گفت

اگر مرا خلاص نمایند میگویم چنانچہ پیش ملک بایں وسیلہ بروند، یادشاد فرمود کہ مہرے ماہیت
 رخ بستم خاک و خشت بالین است
 عطا گفت قربانت شوم
 ع کے از سرگزشت من، نیست،

با وجود این فکر عمدہ طرز خود را پیش مقرر کردہ بود خدایش بایمزد از دست
 اسے در بند حسن تو کئی چھپاڑ چشم
 زیر قرہ نہفتہ چو آہو چھپاڑ چشم
 بر فلک شب نمی طلبد انجم
 دل رستم ز سیم می دھڑکد
 دست و پا میزند عدد در رن
 ہچو پڈری کہ در نفس پھر کد

حرف العین

احوال متوسطین، محمد عارف المتخلص بہ عارف اکبر آبادی، است، متصل دہلی دروازہ
 شاہ جہان آباد دکان دارد، رفوگر است، حال اسن او قریب ہفتاد رسیدہ باشد از ہیام
 بندان ست اکثر شعراے ہم مشرب او اور ابہ استادی ستودہ انداز لیکہ بسیار کم میگوئد
 خوب میگوید سلامت باشد۔

دختر رزے کہ کہ اُس سے ملے
 ہزاروں معنی باریک آویں میں لے عارف
 در نہ عارف انیم کھاوے گا
 اگر زلف یہ کاپچ اس کے مَنہ پہ کھل جائے
 جنوں کی قطع اب پوشاک کیجئے
 ہمار آئی گریباں چاک کیجئے
 عاجز تخلص، در عہد فردوس آگاہ از شاگردان میاں کمرزین بود از دست
 دل بغل مارے لے تے ہیں سب مکتبے فضل
 سیخ سعدی تم بھی اپنی لے گلستاں دوڑیو

ید عبد الواسع غزل تخلص، متوطن سورت ولد سید سعد الدقدس سرہ، درویش
دفع، عالم و فاضل، متوکل، فارسی ہم میگفت، لیکن باطل رنجہ بسیار بود، در وقت محمد شاہ
آزہ وارد ہندوستان بود بہرہ از دروہندی دافقت سے

نخل امید بے وفاؤں سے حی سلامت رہے تو پھل پایا
پہن ابروئے تباں سے مرای اُجھاپے دل کئے اگر کھو دو لونوں میں گرہ پڑ جاوے
دل میں رندوں کے پھپھولا ہوا عمامہ شیخ یارب اس بزم سے یہ زہر کا کٹڑ جاوے
نہ پوچھو ہو کے کیفی چشم یہ سر نہ گھیری ہے گریباں گیر ظالم کے سجن فریاد میری ہے
بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا سوائے بگیسی اب اور آشنا نہ رہا
راہِ سکھرام عاقل تخلص، متوطن پنجاب، طبع موزوں داشت گاہے گاہے فکر میکرد
نہ بس اپنے سے کیا اس کو میں رخصت عاقل جب مرا بس نہ چلا میں نے خدا کو سونپنا
غریر شاعر زبان دان، منشی خوش بیان غنچہ باغ تیسراٹے بھکاری داس تخلص بہ غریر
سیل طبش رواں و توسن خامہ اش دواں، مردیت سیہ فام و جسم مشاق قدیم از شاگرد
خواجہ میر درد، مولدش شاہجان آباد از مدتے درالہ آباد بسر میرد سلامت باشد
ساتھ لے نکلے ہر جی آو جگر آخر شب شمع ہو بزم سے سرگرم سفر آخر شب
دل پغفت نے کیا پیری میں اس طرح ہجوم نیند جس طرح کرے آنکھوں میں گھر آخر شب
میں کیونکر بھلا اس شوخ طفل لاؤ بالی سے کہ سوتے سوتے جو چونکے ہر تصویر نہالی سے
دل بے معرفت سے غار پہلو نیچ بہتر تھا بخل میں کاشش ہوتا سنگ اس نیلے خالی سے

رباعی

دن تو گزرے ہذا نگہ باری کرتے اور رات تمام آہ و زاری کرتے
گرہ و فراق ہم کو ہوتا معلوم والد کہ ہم نہ تجھ سے یاری کرتے

شعر

کہ نہ یار اگر دل کو صاف کینے سے غرض موت بھلی پھر تو ایسے جینے سے
 عسکر علی خاں شخصے بود عمدہ روزگار، بطرف جنگالہ، طبع موزوں داشت
 روتے روتے نہ رہا نام کو نم چشموں میں آبرو کیونکہ رہی مری ہچشموں میں
 غازی الدین خاں عاثر تخلص شخصے بود در عمدہ فردوس آرامگاہ، اکثر
 در بحر کبت و دہرہ ریختہ می گفت چند اشعار اودیدہ شد چوں دریں بحر خوشنامہ بود نگار
 نیاورد۔

از احوال متاخرین | نواب علی القاب غازی الدین خاں عماد الملک، کتاب باع
 طبعش صحیح و بیان معیش میح، دستگاہ فضلش وافی و شراب نظم شافی، ولی صدر
 عالی قدر بر جمیع علوم قادر، در فنون سخن ماہر، از وزرائے ہندوستان در عمدہ خود بودہ
 احوال سرکار بایں عمدہ ندارد ہفت قلم و ہفت زبان است، اشعارش بایں سبب
 اشتهار نیافتہ کہ شعر ہائے خود را سر مہر گزاشتہ و کئے از زانی نغمہ مودہ، نظر
 بران است کہ در شعر لیت و بلند می باشد منتخب نمودہ اشعار باید داد سوائے
 ایں چند بیت بگوشش نخوردہ از دست

دل گرمی نگاہ سے بیتاب ہو گیا جب تک اُسے میں تھانہوں بگراں ہو گیا
 زلف کا کھونا بھانا تھا مدعا ہم سے منہ چھپانا تھا

بس اب اس سے مت زیادہ ہیں واد خواہ کیجو
 تجھے اپنی ہی قسم ہے ملک ادھر نگاہ کیجو
 ملک ادھر دیکھ بھن ہم بھی توجہ رکھتے ہیں
 گو کہ ظاہر میں ہم اب دست تہی رکھتے ہیں

صاحب طبع یلیم و ذہین ستیقم محمد عظیم التخلص بہ عظیم مردیت شاعر دریش ظاہر
 جن بیانیش از کلامش پیدا بر سادہ عذاران شیدا، از شاگردان مرزا رفیع سودا
 سمنہ آمد، ہر تے در فرخ آباد بلباس درویشی بسر بردہ الحال شیندہ ام کہ در
 شاہجان آباد ست بلو کہ یہ پیش از درویشی داشت غرض کہ بہر رنگے کہ باشد خوش باشد
 اس قدر تیرنے کب پایا تہا یار و رنگ سرخ کو کہن کے خون کی دولت ہو اہو سنگ سرخ
 اگر ہاری خاک پہ کیا یار کر چلے خواب عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے
 کیا سحر تھا بنانوں کہ گلشن میں آن کر بلبل کو گل کی شکل سے بیزار کر چلے
 خواہی پیسہ لہ خواہ سب کو کہیں کہاں ہم اپنی خاک پر تجھے مختار کر چلے
 خاں مہربان علی اعظم خاں عاشق تخلص از مریدان مرزا گھینا عشق تخلص
 برادر بزرگ میاں محترم خان است کہ محترم تخلص دارد، در ادائل فکر سخن کم کم میکرد
 از چندے ترک دنیا غودہ مشغول در یاد آئی است، سلامت بستہ
 شمع کی طرح کون رو جانے جس کے دل کو لگی ہو سو جانے
 روز و شب یار سے بلا کیجے چین اس پر نہ تو کیا کیجے
 جتنے جو رستہ ہوں تو کر دیکھ یہ نہو گا کہ بچھہ گلا کیجے
 مرزا عسکری شخصے است در مرشد آباد انیازان شاہ قدرت اللہ قدرت یک
 مطلع اند بگوش خوردہ

بات اب امتحان پر آئی نصہ کوتاہ جان پر آئی
 اے اشک تو اس کو چے میں اب مجھ کو دبا دے چاہے ہے صبا یہ کہ مری خاک اڑا دے
 خورشید سپہر حال و سپہر خورشید کمال مالک کنوز دقائے دکاشف
 ر موز حائق کلامش بمذاق تصوف آشنا و نور صفاے باطنش چور
 آئینہ صبح و شام کشا در عین صفا، عارف صاحب کمال د

در ویش بمثال عرف مرزا گھیا المتخلص بعشق، مرد صوفی است کہ خیل مریدان و معتقدان
حلقہ غلامی دارند، در سلسلہ نقشبندیہ نقش زدہ، اصلش از شاہجہاں آباد است پیشتر نوکری
پیشہ بود الحال از مدتی ترک روزگار نمود بہ عظیم آباد مقیم است، مرزا فاضل دی از
شاگردان و معتقدان اوست شعر عارفانہ در کلامش بسیار است گاہے در ذوق و شوق

یا بعالم وجد و وسہ شعر میفرماید و اسم افضالہ

عشق فی دیکھے ہو پیلے ہی طوفان کیا	آہ جانوز کو بسم اشد دیوان کیا
تھے تیری طرف جدھر گئے ہم	کہنے کو ادر ادر گئے ہم
تو نے کہا مر تو مر گئے ہم	تا جان نوعد دل حکمی
مقصود تھا وہ جدھر گئے ہم	تھا کعبہ و دیر سے کے کام
طرفین سے بے برگئے ہم	جز عشق نہ سمجھے کفر و دیں کو
تو اک پل میں ابھی طوفان اٹھاؤں	تصرت چشم کا گریں دکھاؤں
کماں تک شیشہ دل کو بنادل	یہ ہر دم بلبلاسا پھوٹتا ہی
اس پہ وہ میرے گھرنیں آتا	خائنماں کر چکا ہوں میں برباد
عشق کیا چشم تر نہیں آتا	خاک جو شہر میں لگی اڑنے
لے سوز عشق سچ کہہ تو ان دنوں کماں	لے دو دہل ہی باقی نے آہ و نہ فغاں ہی
تو نہ تو یہ جان کیا کیجے	رونق ہستان کیا کیجے
تسپہ ہے بدلمان کیا کیجے	ڈسے اُس کے زباں پہ حرف نہیں
عشق نام و نشان کیا کیجے	بے نشانی ہے یار کو منظور
سوائے برترے نہ دیکھو ان جہاں دیکھا	حرم میں نام نہادیر میں نشان دیکھا
دولے لیا کہیں تجھ کی کماں کماں دیکھا	اُسی کا آئینہ ہر دہ ہزار عالم ہے
جو کچھ کہ دیکھتا تھا دل میں سب ایں دیکھا	نہ غم وادی این نہ طور کا ہی قصد

دل سا جگر نہ رکھے سو اس سے دُوبند ہو
 کما کیا جانیں ظالم میں نے تری سہو ہیں
 مَنہ دیکھو آئینہ کا جو اُس کے روبرو ہو
 تپ سرتکایتوں سے لب آشنا نہیں ہیں
 جو حسیں تیں دُل کی سوجوں کی توں ہی ہیں
 یہ عاشق جانا ختہ کس دُن کے لئے ہو
 دوسری پھراے نہ آئی شام
 زلف نے جس کے تیں دکھائی شام
 کبے میں بہت خاک اڑائی ہم نے
 آخر کو کما عشق لے ہم سے کچھ اور
 دل لے کے پوچھتے ہو کہ دلدل کون ہو
 پہلے پی زاہد کسی عاشق کے دل کو ملے مل

حرف العین

از احوال متقدمین النحوی تخلص محمد غوث خلف مولانا قطب الدین گجراتی قاضی
 حیدر آباد صاحب حال وقال بودگاہ گاہی بمقتضائے موزونی طبع دوسرے ریختہ میفرمود
 آخر زبیرت حرین رفت، ہما سجا جان بجان آفرین سپرد عفر اللہ ۷
 تیغ بھوان سکن کما گھائل نکو کرد پداکان کے یا خنجر سیسی بسل نکو کرد
 غواصی تخلص در وقت ہما کیر پاوشاہ بود، طوطی نامہ بخشی را نظم نمودہ است
 بزبان قدیم نصف فارسی و نصف ہندی بطور کہنہ کمانی سرسری دیدہ بودم شعر آں
 نظم یاد نیست۔

غریب تخلص در ساکت و سطلین بود معاصر مایاں بر طبع معنوی داشت از وہیں یک غزل شہورست ۷
 دیلم دسا بستی ساقی سرشار کی
 ہلکی ہیں آج انکھیاں زگرےں بیار کی
 بات، رہا دیوگی قاصد وقت پہنے کانیں
 دل تڑپتا، ہشتابی لاخبر دلداری کی

ایک دل اس نامہ میں کی نہر بانی پر نہ بھول
 جی کا دشمن ہی جو وہ کرنا ہی باتیں بایک
 مال کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہی غریب
 بھول سب باتیں دیکھ صورت یار کی
 میر تقی غریب تخلص دیگر درسلک متوسطین بود، احوال معلوم نیست از دوست
 الہی مت کسی کے پیش در انتظار آوے
 ہمارا دیکھے کہا حال ہو جب تک بہار آوے
 محمد امان خان غریب تخلص درسلک متاخرین در شاہجہاں آباد در وقت احمد شاہ بود
 بطرف بنگالہ رفت از دوست ۵

میری بھل میں جو دل پر داغ ہی غریب
 حسرت چمن کی کھانے کو یہ باغ ہی غریب
 غلامی تخلص در شاہجہاں آباد بود از قوم ارنل بہ نیشہ خرداری نوکری داشت لیکن
 در فن شعر کمال بے خبری بسر برد مگر طبع موزونے داشت از دوست
 نسخ لاتی ہیں نیشہ سچ جو دورے انکیاں
 دل زخمی پہ لگاتی ہیں ٹکورے انکیاں

حرف الفاء

از احوال متقدمین [آخری تخلص از مردم دکن بود شاگرد ولی
 جب دیکھوں میں تجھ تو چکا چونہ لگ رہے
 ہرگز کہیں دکھا ہے نظر بھر کر آفتاب
 فراقی تخلص از مردم دکن بود ہمراہ فقرا شد آزاد بہ بند آمدہ بود از دوست ۵
 فراقی کشتہ ہوں اس آن کا جن دم کہ وہ ظالم
 کمرے کھینچ کر خنجر چڑھا نا آستیں آوے
 افضل الدین خان فضلی تخلص در نان خود از خوشگویان بودہ یک مثنوی در تعریف
 شاہزادہ قریب پانصد بیت باب و تاب گفتہ اخذ ایش بیامرزد، ایں ازاں مثنوی رسید
 عرق منہ پہ جوں آری میں جاب
 قہم لبان پر چوم بچ شراب
 زنج جوں مڑتا دوسے سیوکا
 پہاں ہاتھ کب پڑے ریوہ
 از احوال متوسطین [مرزا فضل علی فراق تخلص از ملازمان تہ چانہ پادشاہی بود اکثر

شعر افسر میگفت گاہ گاہی ریختہ ہم بہ ندرت موزوں میگردولہ
 تماشا اس چمن کاکس کے دل کو شاہ کرتا ہی کہ یاں اک لب تبسم غنچہ کو برباد کرتا ہی
 سیریں کی قسم تجکو صبا سچ کہہ کہ گلشن میں کوئی اُن ہمنواؤں سے ہیں بھی یاد کرتا ہی
 میر تقی میر فقیر تخلص احوال میں بزرگوار در تذکرہ فارسی مسطورات، شاعر
 زبردست بود و دوسرے ریختہ ہم از اں بزرگ منور است درین لابلطف کر لای معلیٰ تشریف
 بردہ بود ہما نجا بجا رحمت ایزدی پیوست رحمۃ اللہ

ترانہ دیکھ بلبل گل سیتی بیزار ہو جائے اگر گل تجھ تک پہنچے گلے کا ہار ہو جاوے
 زندگی موج آب ہے گویا دم کا آنا حباب ہے گویا
 خال تیری بیاض گردن پر نقطہ انتخاب ہے گویا
 محمد حسن قدوسی تخلص از شرفائے شاہجہاں آباد است در علم موسیقی و سارنوازی
 شہ نے دار گاہ کا ہی فکر ریختہ ہم میکنہ جوان محمد شاہی است تا سماں زندہ است
 حقیقی السلا متش دارد از دست

اہل ملانخیر کا تو چھوڑ سکتا نہیں سجن دیکھ تو عاشق نے تیری واسطے کیا کیا تنجا
 طلب میں یار کی رہنا ارادت اس کو کتو ہیں پھر اس میں گوشت بوسعدت اس کو کتو ہیں
 میرا مام الدین قدوا تخلص از ملک متوسطین بود الحال معلوم نیست کہ کجاست
 سلامت باشد از دست

یہ چاہی ہیں کہ لیں دل مرا تری باتیں مری نظریں ہیں سب دل باری باتیں
 تو بات بات میں ہوتا ہی مجھے آزرده یہی تو کچھ نہیں اے بیوفا تری باتیں
 زہنگامہ آریان رماں و ظرفائے دوران خوش طبع و شیریں بیان اشرف علی خاں
 التخلص۔ اے اے کوکہ احمد شاہ بادشاہ غفران پناہ خان ظریف طبع و خوش اخلاط بود باہر کس
 خوش طبعی داشتہ شاعر و بے بطور خود لطائف نظر الیف اد مشہور است، از مدائے بطرف عظیم آباد

پیش راجہ شتاب رے بسری برد از چندے جان بجان آفریں سپرد، دیوان فارسی
ہم ترتیب دادہ است خدائیش بیامرز دازوست

صنم بتا تو خدائی میں تجھ کو کیا ہوا	ہزار شد کہ توبت ہوا خدا ہوا
زخیم دل تو سیانیں جاتا	بن سئے بھی حب نہیں جاتا
اے فغاں دیکھنا سمجھ لینا	دے کے دل پھر یا نہیں جاتا
ایسی نگاہ کی کہ مراجی نکل گیا	جھگڑا مٹا عذاب سے چھوٹے نکل گیا
جب گلشن بہار کو رنگ خزان نہ تھا	مشفق ہماری حال پہ تو ہرمان نہ تھا
دلہنگی قفسِ سیریاں تک ہوئی مجھے	گویا کبھی چمن میں مرا آشیان نہ تھا
یہ امتحان نہ کر لے مری مہربان عزیز	جہان میں کوئی تجھ سے کھینکا جان عزیز
لو بے غیر سے ہرگز اے حجاب نہیں	کہوں تو کہہ نہیں سکتا ہوں تائیں
خراب دیکھ کبہ گامری خرابی کو	ہزار حیف کہ وہ خانہ خراب نہیں
عابر ہوتی باتھ ہی کیا کام کروں میں	کر پاک گریباں تجھی بدنام کروں میں
اس قدر طاقت نہیں جو بال و پر بھی وا کروں	کس گرفتاری میں آیا ہوں الہی کیا کروں
تقویت ہو داغ سے میری دل بیمار کو	لے فلاطوں کہ تو کیا کہتی ہیں اس آزار کو
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جاتا ہے خانہ خراب	سوچتا ہے کیا مرے مرے درو دیوار کو

ہم نے شبِ فراق میں سنتا ہے لے فغاں	کیا خاک ہو کے حسرتیں دل کی بکالیاں
یہ تھا خیالِ خواب میں دیکھیں گے روزِ وصل	آکھین جو کھل سیں وہی راتیں تھیں کالیاں
نکالا خط ہمیں پیغام کیا ہو	اب اس آغاز کا انجام کیا ہو
نہ الفت نہ محبت نہ مر و ت	تری خاطر کوئی بدنام کیا - اہ
ہوا جو وصل تو دھڑکا رہا یہ	الہی صبح کیا ہو رشام کیا ہو

موت کوئی روشن کرد مجنوں کی تربت چرپاغ
صنم کنوت کب خوش ہو دو کا فر
فغاں کو وصل میں آیم کیا ہو
نہلے قاصد میں رو دریا کی فریاد کرتا ہوں
گر کوئی مارا پرستیری بلا سے کیا تجھے
بہ دل ترے وصال کا نہ کو کیا کرے
ترے فراق میں کیوں کر یہ درد ناک جز
کتے ہیں فصل گل تو چمن سے گزرا گئی
مجھے جو پوچھتے ہو بہر حال شکریہ
شکوہ تو کیوں کرے ہی مے اشک سنج کا
ایں شعر امر زار فیع سودا سئلہ اندر قطعہ تضمین نمودہ است

الضاف کو نہ چھوڑ مر دت اگر گئی
وہ کیا ہوئی تپاک وہ الفت کہ حشر گئی
عجب حالت ہو میری لے مے اللہ کیا کیجے
کیا خوشی یا روزمانے میں کسی کا نام ہو
چھ تری بندگی ادا نہ ہوئی
ایک میں آپ ہوں در گوشہ تنہائی ہے
لیکن اس دل سے یہ مٹتا ہوں سودا ہی ہے
میں میدان کش ہوں مرا کام ہی ہے
معمور زشت پر سے ہی کنج نفس ابھی

تنہا اُم میں یار کو پاؤں تو یوں کہوں
آخر فغاں یہی ہو اسے کیوں بھلا دیا
اثر کرتی نہیں اُس بیکہ دل میں آہ کیا کیجے
مجھ دل ناشاد کو ہر وقت غم سے کام ہو
کٹ گئی ساری عمر غفلت میں
عکس میرا شب چراں میں تماشائی ہے
میں تو وہ ہوں کہ مرے لاکھ خریدار ہیں اب
دن زلف میں اب مجھے آرام ہی ہے
صیاد اور سید کے منکر ہو س ابھی

نالاں نہ ہو تو یار کے شکوے سے باز آ
سُن یا میگ فغان کوئی فرما دے سس امی
کنیں تجھ یاد میں اس طرح راتیں بھر کی ٹرپاں
لکیریں انگلیوں کی سٹ گئیں گنتے ہوئے گڑیاں
اشکوں نے لے سیفۂ الفت ڈھو دیا
کچھ بس نہ چسکا تو مری جان رو دیا
اُس کے دصال و ہجر میں یوں ہی گزر گئی
دیکھا تو ہنس دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا

ہجو یک اکول خوب کردہ است کہ مطلعش این ست - ۵

ایک شخص آشنا ہمارے ہیں نہ ہمارے نہ وہ تمہارے ہیں
دل سے وہ آشنا ہیں کھانے کے متلاشی ہیں آب و دانے کے
میر فرخ علی فرخ تخلص از سادات امادہ است طبع رسائے دارد ریختہ و فارسی ہر درہ
می گوید - ۵

اس قدر کہوں مجھے ہولے موشان آشنا
میں بھی تو آخر کسی دن تھا تمہارا آشنا
گو ہوا شیریں تجھے خسرو کی دولت جاہ و مال
پر کہیں ہوا ہی پیدا کو کہن سا آشنا
چشم سے نور گیا، تن سے توان، جی سے صبر
عشق میں تیرے - ہوا مجھے جدا کیا کیا کچھ
از موز و نان جہاں فضائل علی خاں بے قید تخلص جو ان محمد شاہی بود خوش خوراک
دخوش پوشاک، بکمال خوبی بسر می برد، در شعبہ بازی و صحبت از آن کامل بود طبع نیز زند
داشت، شہنوی ادبیاں مشہور ست - بایکے از بتاں ہند عشق پیدا کردہ بود از گوش و زکا
ہمراہ نواب عماد الملک بہ الد آباد رفت از فرات، محبوب چوں باہی بے آب آہوان بے
صحرا می طیلید و دشت می نمود، روز سے از برائے دلبری او نواب موصوف جمعے از اہل
نشاط جمع نمود بہ آں طوائف اشارہ کرد کہ ایں را از ناز و دلربا یا نہ بہ ام آرید شاید کہ
دل ایں عنبریز و اشوہ داندوہ و غم فراموش کنند غرض ازاں جمعے کہ ناز میں آمد ویشا
را بہ از فریب و عشوہ رام کرد و اں مقدمہ حب حال خود شہنوی گفتہ و بے در ہائے معانی
در دُغتہ لیکن تا شاہ در آں جاست کہ چوں ایشاں کام دل حاصل نمود، ہر سہ روز اوئے آں

پریر دسر زاشتند و خواب رفتند در خواب محبوبہ اولیں خود را دیدند کہ چنیں می گوید ۵

از منوی

عجب خواب دیکھا میں اس خواب میں
ہوا تھا جنھوں سے میں اول جدا
کہ جو چاہتی تھی مجھے دل سیتی
سو کستی ہی یوں میرا دامن پکڑ
شب و روز رونامرا کام ہے
پھر سے میرے یوسف تو کس کی لگی
یہاں تو جو جا ہے تو کر میرے ساتھ
چوں از خواب بیدار شد کہ گفت کہ کسے در تلاش صاحب ست پس بردن آمد قاصدے دید
کہ نامہ در دست داشت چوں : مراد دید معلوم کرد کہ ازاں محبوبہ است ، بیان آں ناچنیں
نظم منودہ ۵

جو دیکھا لفافے پہ لکھا ہے یہ
لکھا بعد یا جامع الفارقین
تھاری خوشی سے یہاں خیر ہو
بہت پھول لالا دکھائے مجھے
سدا غم کی چوڑ بھجپا کر خف
سو کچھ ہی پڑتے ہیں ہر سال ہر
نہ یو جی جو نام اب ملک میری سار
کو کون ہو وہ جو امیر مثال
جو تم کے دیکھو برو کی فاشاں

کہ کھو لو شتابی برہ کی گرہ
سلامت رہو قاتل الشاہدین
سدا ہجر کہم باغ کی سیر ہو
ترے داغ سے کچھ نہ بجائے مجھے
برہ کو میں کرتی ہوں اپنا حریف
کے جگ کئی بیت اس حال میں
تو جیتی ہوں میں اپنی قیمت سیار
بے کس کے ہیرے میں اچھے لال
کہ سرخنگ کیا کیا دیئے کرتلاش

جود کیا تھا تم رنگ سرخ و سفید
 دھبہ ہیں کہ لاش شیر جن کے غلام
 مرے من ہرن بوجھ کر جی کی بات
 جو بار اہو پسر غم اُسے دیجئے
 کروں کیا نکلتی نہیں جب ان ہی
 زیادہ نہیں اس سے کچھ مدعا
 مرے تاج سراب نہ رکھو اسید
 برہ کو تڑ کر کریں ہیں سلام
 گردش آہوا ویرست برات
 جو ماندہ ہو برہم اُسے کیجئے
 کہ یہ میری غلطی کا تاوان ہے
 یہی مدعا تھا کھسا و الہا

قریب پانصد بیت گفتہ است لیکن در اول خوبست کہ غمزہ دادا ہائے زناں و بیان
 حسن آئنا کردہ و چوں آخر احوال دیوانگی خود آوردہ در حالت دیوانگی پریشان گفتہ در
 اشعار اے ادبہ شعرے نہ بیتے شہرت گرفتہ سولے ہمیں شعرے
 ہوا تھا زلف سے سودا پر اکھنوں نے جا ڈال
 گرہ میں ایک دل رکھتے تھے آج اسکو بھی بیٹھے
 غرض شے خوب بود حد ایش بیا مرزد۔

قدوی لاہوری مرے بودہ بر خود غلط، برائے بہاشتہ و مجاہد بہ فرخ آباد پیش مرزا
 رفیع اللہ آمدہ حکامہ برپا نمود بعد از ذلت بسیار بہ وطن خود برآشت یوسف وزیرا غازیبا
 ریختہ گفتہ بود وہمہ عالم می نمود ہر کسے کہ از و لطف بری داشت از و مخطوطا می شد حالا
 معلوم نیست کہ زندہ است یا مرد از دست۔

مرو کی نوک سینے میں نگا دیار سے دہنی
 نہ پوچھو رنگ ہندی کا کف قاتل پہلے یا
 کہ بیتے بھال تیرے میں سری یکبار لوڈ رہی
 کسی کے خواب میں اس کے ہاتھ کو تھوڑا لوڈ رہی
 میر فتح علی شہید اجمارا خوب کردہ است فقہ بقال و بوم حسب حال و دبر مندرہ است
 از احوال متاخرین | محمد فرحت اللہ المخلص بہ فرحت قاضی زادہ مرشد آباد
 بزرگشاہ داراست، رطب و ابلس بسیار دارد، از ان جملہ این چند بیت تعظیمی نمایان
 نہ ایک عرش پہ تنہا فلوری تیرا
 نگاہ کیجئے جید ہر کو ذر سے تیرا

قدم شمرود رکھوں کیوں نہ خارِ خوش بزم
 زندگی میں تو رہے صدمے دل غمناک پر
 چین میں باتیں اس غنچہ دہن کی جس گھڑی چلیا
 بھٹائے دلبری کا کیوں گلہ کرتا ہی عاشق ہو
 ہر گھڑی جی میں مرے جلوہ قدوسی ہے
 آدیہ کون سی ہو راہ کہ درپیش نظر
 اور کو کیوں کے میں چاہوں کہ سوا میری دنیا
 اس چشم سے کب ابرنگ مایہ برآمدے
 دل جھڑکے جو تو کہاں آئے مرے پاس
 رباعی فخریہ بر حسب نسب نو دگشتہ

اک عمر ہوئی ہو کہ نہیں یہ سوتا
 مدت سے بہت غم میں ہے ہر روتا
 ظالم تو دعائے بد سے اس کی ڈرتا
 ہر شاہ مدار کا یہ فرحت پوتا
 مرزا سچو انتخاب بہ قدومی اجوانے ست از مستعدان زمانہ در مثل و محاورہ ہندی یگانہ
 سخنش ز اندازِ عالی و طبعِ رواںش ز انظم متوالی مقبول نام خوش طبع و شیریں کلام سلسلہ از
 شاہ جہاں آباد از شاہ اردان شاہ عشق دام افکار و دیوان و اہل راہ آب شستہ بعد
 از اں خوب تر گفتہ بہرہ از علم موسیقی و سلفہ از ی قدر سے حاصل نیز کردہ ددر دمندها
 مزاج و ریجہا قرار مئی کند گاہے در عظیم آباد و گاہے ہر شد آباد گاہے بہ فیض آباد مئی
 الحال اشنیدہ ام کہ در بنگالہ پیش نگر سیٹھ بسمی بردا با فقیر حاضر و غائب دوستی
 دارد

گو تجھ کو نہ استہار ہو دے
 کافر ہو جسے تیرا ہو دے
 بچائی ہیں نہیں تجھ سے تری طرح
 ہم سب طرح ترے ہیں سمجھ تو کسی طرح

جوشِ شمع گو کہ سر سے بلارات لگئی
 دل سے یہ ددر رہے آج کی شب ہوگی صبح
 دمِ غنیمت ہے شب وصل کوئی دمِ ہلے
 ساتی منا کے اب بے بھی تو نے ہمار کو
 حکمت ہے میں طبعِ کد رکھتا ہوں
 پڑ جاوےں مثلِ شیشہ سے آبلے ابھی
 قدومی مرا ہی کام ہے روزِ اٹکلے جس طرح
 کس دل جلے کی تر سے تیش بد دعا لگی
 بندے کی بندگی کا کسی کو یتیں نہیں
 قدومی توکل جو مار کے پھرتا تھا آس پاس
 محفل میں سماعِ شبنم سے بولی پتنگ سے
 ہماری کباب رو کے اوپر اس کے تیش فلکِ نظری
 ملے دو غنیمت سے ہر دوش جاہیں کبابی رنگ لگا
 کچھ تو دل میں ترے نفاق پڑا
 خم سے کی طرح ترا دل میں
 یار ایسا بنا دے گا قدومی
 دل میں کس بات سے ملال گہرا
 ایک دن بھی نہ اس کو دیکھا حیف
 تجھے ہوتے ہیں درد مند جدا
 سا فوڑے گورے سب تانا ہیں
 بھلا آپس میں آگے بھی کبھی متھا
 برنگِ آئینہ جو عیب جو تھا

دیوانے فکر آج کی کرکل کی کل گئی
 شبِ فرقت ہے خدا جانیے کب ہوگی صبح
 وقتِ رخصت کے زقدومی غضب ہوگی صبح
 محروم ہیں رکھا دل اُسیدوار کو
 پانی بٹھا ہی دیو سے سبے آخر غبار کو
 رو کر اگر نہ دل نہ نکالوں سبنا رو
 رکھتا ہوں تمام تمام دل بے قرار کو
 اے شمع اب آؤ آہ تری سر پر آگ
 پیارے خدا کے واسطے بول مٹھا خالگی
 اس نے کہیں کہا تھا کہ اس کی بلا لگی
 خانہ نراب تجھ کو بھی یاں کی ہوا لگی
 رکھی ان ٹکھوں نے شرم یارب بگر بگر دگر دگر
 یہ دھلتی پھرتی ہو چھانو قدومی کہیں دھرتی کھنکھرتی
 جواب آنا ادھر کا شاق پڑا
 جوش کھاتا ہے اشتیاق پڑا
 دیکھ لینا گرفتارِ انفاق پڑا
 یار تیرا کہ مر خیال گیا
 یوں ہیں اب کا تمام سال گیا
 گو کرے کوئی بستہ بند جدا
 اپنی اپنی یہ ہے بسند جدا
 تکلف بر طرف الہا ہی تو تھا
 رہ پانی پانی اس کے ردِ برہما

نیک اثر ہوزبان میں پیدا
 زندگی کا نہ کچھ مزا پایا
 رفتہ رفتہ اپنے جو ہر بار دکھانے لگا
 کیا تلی کر گیا تیار اس دل کی مر
 دل پڑا ہے یہ شمع سا اپنا
 ساتھ پھرنے میں بہت مائل لگے
 مجھ سوختہ دل کو تو نہ کہہ پیکر طاؤس
 پھر بھی کچھ ہے آن میں پیدا
 کیوں ہوئے تھے جہان میں پیدا
 آئیں کا سانپ نکلا یہ توجی کھانے لگا
 یہ تو کچھ جانتے ہی اُس کے اور گھرنے لگا
 سر جلاویں کہاں کہاں اپنا
 دکھتا کیا ہے انھیں قاتل لگے
 جلتے ہیں مرے داغوں کے آگے پڑاؤس

رباعیات

دل ہے اپنا نہ بسم و جاں ہے اپنا
 اپنی آنظر میں قدوی اللہ سوا
 اپنا کسے سمجھئے کہاں ہے اپنا
 یاں ہے اپنا نہ کوئی واں ہے اپنا

دیکر

یار دے اب کوئی کسی سے کس طور
 جوں آئینہ کب تک یہ خاطر داری
 منصف ہوز دل میں کر دینے غور
 منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور

دیکر

کہا ملنے یہ آئینا گھڑی کے ہونگے
 ان سنگدلوں سے کیا توقع فدوی
 آخر دشمن پھر اپنے جی کے ہونگے
 یہ اُس کے ہوتے ہیں جو کسی کے ہونگے

دیکر

گلشن میں کہاں یار جسے دکھیں گے
 قاصد نے تو ملنے کی توقع کھدی
 بن اس کے تو ہرگز نہ اسے دکھیں گے
 کیوں چڑکے جو آنکھ ہم کے دکھیں گے

دیکر

ہر جذبہاں تیرے ابرو سے نہیں
 بدل سے سپہر کہ یہ باتیں نہ گئیں

کج کجی کرے ہر اپنی اس رفت پر ناخون نہ دے خدا بڈالے کے تیش

دیگر

غیروں سے ودا آہ گر محوشی ظلم اور ہم سے لے تو یہ محوشی ظلم
سودے میں ترے تو ہم کہیں کے ترے پھر کس کے لئے یہ خود فردوشی ظالم

دیگر

کیوں ان سے کہیں کہ چشم و دل سمجھینگے یا آپ ہی ہو کے منسل سمجھینگے
دل آنکھوں کو دوس دے ہی آنکھیں دل کو یہ جانے انھو کا کام مل سمجھینگے

غزلیات

تری ہم نے تاثیر بس آہ دیکھی نہ آیا وہ کافر بہت راہ دیکھی
میں اپنی جان تلک حاضر ہوں پر تو اس کو کیا جانے مرے دل میں تو یہ کچھ ترے دل کی خدا جانے
ہمیں تو عین راحت ہے جو کچھ تیری عنایت ہے گرفتار جفا ہو دے جفا کو جو جفا جانے
کون اُسے یہ کہہ سکے کیوں قتل عالم کو کیا کیا کسی کا ڈر پڑا ہی جی میں آیا سو کیا
گایاں کیوں کرنے دیوے تو نے ندوی چھیڑے ایک تو وہ تھا ہی اُس کو اور بھی بخو کیا
شاعر خوش فکر سر بہ اندان و لپیڑ گوبر کان فتوت مرزا الف بیگ مخلص
بہ فرصت متوطن الد آباد است بندہ اور اندیدہ مگر از باران اُس دیار شنیدہ کہ در آؤ
مثل او کسے نیست فصیح بیان و شیریں زبان غالب کہ اصلش از شاہجان آباد است
از کلام او جویدا و ظاہر است علی الخصوص در غزل قطعہ از دکن بال خوبی می تراود سلامت
بشد از دوست

اُس کو طرزِ جفا خوش آتی ہے مفت ہیں اپنی جان جاتی ہے
اک عمر خاک کوئے بتاں سجدہ گاہ کی تباہ رفتہ رفتہ اُس بت کافر تہ را کی
شاکی ہیں تیرے ظلم کے ہاتھوں سے کتنے بار اپنا ہی سنت جی ہے کہ ہرگز نہ آہ کی

نپٹ مضطہوں جبے وہ کیا ہے خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے
 بنا تاج کوئی دستِ بریدہ یہ اپنے حق میں کاسے بگیا ہے
 شمشیر کھنچ قاتل آیا جو میرے سر پر ق مرنے کی آرزو میں گردن میں اپنی خم کی
 و بایا تب یہ اُس نے اے کشتہ محبت مصلحت ایک ساعت کر شرح اپنے غم کی
 میں نے کہا کہ یہ غم وہ غم ہی جس کے لکھتے کاغذ کی چھاتی پھاٹی کنگئی زبانِ قلم کی
 میں کس طرح سے تجو کو احوالِ دل سناؤں جی میں ہزار باتیں فرصت ہی ایک دم کی
 میر فخر الدین فخر تخلص، مردیت مؤدب و متواضع از تلامذہ مرزا محمد رفیع سودا

صفت اشرف علی خاں صاحب تذکرہ فارسی، اکثر ہمراہ مرزا میاں شد و غلامتے ایشانرا
 ترتیم میناید۔ غرض مرد خوبے بہت، سلامت باشد

بات کیجے غیرے اور ہمے منہ کو موڑیے تاک خدا سے ڈرے ان غصہ دل کو اپنی چھوڑیے
 منہ نہ موڑے گا یہ عاصی گریو ہیں منظور ہے لیکنے سنگ بھا اور شیشہ دل توڑیے
 توڑنا دل کا تمھارے آگے تو آسان ہے پر نہیں تب جانیں جب ٹپے بھی دل کو جوڑیے
 اگر وہ اٹھ گئے یاں سے تو پھر کس سے کہیگا تو جو کہنی ہی آ کہہ لے فخر ایسے میں ہیں و بیٹھے
 میاں شہداء اللہ فراق تخلص، برادر زادہ میاں ہدایت، از شاعرانِ حال است
 در شاہجہان آباد میاں، شہیدہ ام کہ شعر خود بخودت خواہ میرور و میگزاند مربوط میگوید
 از دست - ۷

دل دیوانہ عاشق کو ناصح رنج راحت ہی جرات پر مرے جو سنگ ہی سنگ جرات ہی
 فارغ تخلص، ہندو بچہ است و کالت پیشہ از شاگردانِ میاں حاتم و از مریدان
 مولوی فخر الدین کھانا در شاہجہان آباد استہ امت دارد از تازہ گوین ہست ۷

اشک آنکھوں سے جو نکلا سو وہ گوہر نکلا
 بعد مدت کے مری چشم کا جو ہر نکلا

شاہ فصیح، انصیح انصحا و بلغ البلغا مردلیست از شاگردان مرزا بیدل، بزرگانش
 از مردم طالبان اند کہ بطرف توران زمین است، عمرش قریب صد سال رسیدہ است
 بحال درویشی در لکھنؤ تکیہ ساختہ و زانو بہ توکل دادہ بسر می برد دیوان فارسی دارد و ہذا
 تصوف بطور استاد خود، از سبب پیری و ایمن کہ بسیار ناول میناید قاف شدہ است
 قوت بر خاستن ندارد و در سال یک ہزار و یک صد و نو دود و بر حمت حق پیوست خداش
 بیا مرزا فصیح تخلص در فارسی میناید لیکن چون شاہ فصیح مشہورند براے این در ردیف
 فاضلہ شدہ

کر یاد تجھے جدھر گئے ہم	ہم تو نذر سے کدھر گئے ہم
زاہد سو کب ہم سوئے دیر	ایدھر نہ گئے اُدھر گئے ہم
کیا بلا شوخ کی قیامت دیکھی	ہم نے جیتے ہی قیامت دیکھی
سر مہ چشم بہاں ہیں ہونا	خاکساری کی کرامت دیکھی
جب ہوئے تجھے جدا جیتے ہیں کیا میتے ہیں	زندگانی ہے کہاں موسکے دن بھرتے ہیں

حرف القاف

از احوال متقدمین | میر عبدالحق اور قادر تخلص از باشندگان حیدر آباد است بیشتر
 مرثیہ از مشہور است، مرد مقدس و اہل دل بود، از او اہل مذاق درویشی داشت
 چون عمرش از پنجاہ تجاوز کردید بایکے از مشائخ آں دیار کہ نسب و سبب شیخ شہاب الدین
 سہروردی می پیوست خرقہ پوشیدہ و از دنیا عزلت گزید غفر اللہ لہ این رباعی از دست
 ہر چند بہن سے آٹھایا ہے ہات اس برہمی نہ آزاد کمائے بہت
 عالم نے ہر ایک یہ کہتا ہوگا دکھن زیر ہو قادر احسن و قیدیات
 از سلک متوسلین | قادر تخلص تخلص بود در زمان محمد شاہ غفر اللہ از تذکرہ میر تقی

معلوم شد کہ مرد ادب و باش وضع از قید مذہب و ملت آزاد گاہے در کوچہ و بازار بنظر می آمد
ابن شعر ادب بیا ر مشہور است چنانچہ مطربان ہند اکثر میخوانند

آج آئے ہو تو رہجا و سجن رات کی رات . لیلۃ القدر سے بہتر ہے ملاقات کی رات
عجب تہنیکسی اپنی پہ کیوں بہر وقت روتا کر . نگر غم اے دوانے عشق میں ایسا بھی ہوتا کر
غنی بیک قبول تخلص از مردم کشمیر بود احوال او در تذکرہ خان آرزو مسطور است
شاعر فارسی بود چوں دید کہ ہنگامہ ریختہ گرم است خود ہم بطور خود میگفت از دست
حاضری بن محل نہیں کھاتا بیگمی ہے پیر منعیم کا

بدھ سنگہ - قلند تخلص آباد اجدادش دولت بیا ر داشتند او یکے از بٹان ہند
عاشق شدہ از قوم خود گیسۃ قلند روش بر آمد حالا معلوم نیست کہ کجاست طبع موزونے
دارد از دست

چھاپی مانگیں دل جا کے اب میں ٹھونڈوں کدھر کہ آدھی رات ادھر ب اور آدھی رات ادھر
قلند رفت مرنے کے جو بار آیا تو کیا صل جو اتنی عمر گزرنی تھی تو یہی دم گزر جاتا

رباعی

جی میں جو قلند رکے کبھی آویگا دل اپنے کو چین تجھ سے یجا ویگا
یہ روز کا تیرے ہیں برابر ورہنا سب طاق او پر دھرا ہی رہ جاویگا
نخل حدیقۃ مصباح و غنچہ بوستان بلاغت شمع بزم سخنانی چراغ خانہ کتہ رانی
ترقی فکرش دائم شمع محمد قائم شاعریت خوش گمشا بین طبعش تیز باں و شباز فکرش
بر ادب کمال، خوبی اشارش چون حسن محبوباں دلپذیر و در بطال فافش مسلسل مانند
زلف خواں بے نیاز در او اہل مدے داخل جرگہ خواجہ میر ورو ماند آخر لبنا گردی
مرزا محمد رفیع سودا قائم گردید متولن چاند پور مذنیہ، چون از ابتداے جوانی در
سنہاں آباد آمدہ لبر بردن باراں محاورہ او درست گشت طرزش بھڑکھٹا

آہلی میمانڈ، تنوہیاے بسیار گفہ و بے دُر ہائے معانی سفتہ کہ کسے کم گفہ فقیر اورا زندیدہ
اکثر خوبی ہائے وے شیندہ احوال در سمجھل مراد آباد است خداش سلامت دارد۔

شنوئی ہجو سر ما

سردی ابکے برس ہر اتنی شدید صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
چرخ کی اٹلسی قبا پہ ہمیشہ نہیں یہ لکھنیاں ہے دہائیش
ان دنوں چرخ پر نہیں یہ مہر گود میں کانگری لے ہے سپر
دن کی کشتی ہے دھوپ میں اوقات کالے کبل میں رات کالے رات

سر مطلع دیوان

ہر گز نہیں مقدور تری حمد زباں کا برہان ہر دعوے کی مرے عجز بیاں کا
جب تک کہ ہر نوہم ہیں ترے ساتھ ہمیشہ جوں موت کہنت لازمہ ہر آپے داں کا
جلوہ ہر رنگ میں ہر سبت ہر جانی کا یہ پریشاں نظری جسم ہر سینائی کا
چھوڑتا مجھے یارب انجیوں کیونکر گزری غم جنہیں آٹھ پہر تھا مری سہنائی کا
عدسے سے اُس صنم کے بر آیا نہ جائیگا یہ ناز ہی تو ہم سے اٹھ یا نہ جائیگا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا ٹوٹا گیا جائے غم ہر شیخ کچھ قصر دل نہیں کہ بسا یا نہ جائیگا
میں کیا کہوں کہ جو کچھ مجھ پر ام ہوا دہی یہ جانے جو تر پچانے اور تمام ہوا
بیدمانی سے نہ اُس تک دل رنجور گیا مرتب عشق کا یاں جس سے بھی دور گیا

درِ دل کچھ کس نہیں جاتا آد چپ بھی رہا نہیں جاتا
ہر دم آنے سے میں بھی نادم ہوا کیا کہوں پر رہا نہیں جاتا
یہ کہو تو قاصد کہ ہے پیغام کسی کا پردیکھو لینا نہ کہیں نام کسی کا
خواب کی طرف کھنڈا ہوں میں قائم لٹے ہیں کہیں نام ہے ہذا کسی کا
ہم نے ہر طرح کی ہجو میں دل شاد کیا ہنسی گرا آئی تو بوجھے کہ ہیں ہادی

گوہ اور دشت میں بھی ہم نہ رہے آسودہ
 میں اس چمن سے اور یہ مجھ سے چمن گیا
 شیریں تو ساتھ خسرو کے جوں چاہے کر معاش
 دلوں کا زیر سایہ دیوار بٹھیکر
 قائم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر
 ہمارے درد دل کے تیش یہ کب بیدار چوچیں
 دریا ہے پھر تو نام ہی ہر یک جاب کا
 دل وہیں ہو دیکھا میرا وہ جہاں ہو دیکھا
 زلف دمی تھی کس کی خواب میں رات
 خوب نکلے ہم اُس کے کوچے سے
 بیک خالی سی کچھ گئے ہے بغل
 اب تو نہ گل نہ گلستان ہی یاد
 آہ اے پیر چرخ قائم نام
 بے شغل نہ زندگی بسر کر
 کچھ طرہ مرض ہے زندگی بھی
 بان کیوں نہ کسی کو آئے افسوس
 دیتے تو دیا میں دل و لبک
 نہ دل بھرا ہے نہ اب تم رہا ہے آنکھوں میں
 میں مرجھا ہوں پہ تیرے ہی دیکھنے کے لئے
 وہ سو ہوں کہ مشاں جاب آہ نہ
 نوش رہاے دل اگر توتا نہیں

ما تم تیس کیا یا غم فرما دیکھا
 نے دل میں اپنے حسرت سر دمن گیا
 پتھر تھا تیری چھٹی پہ سو کو کہن گیا
 جس دن تری گلی میں کہیں داؤ بن گیا
 روٹھا تھا تجھے آپہی اور آپہی من گیا
 ہم اپنے جی سے عاجز ہیں انھوں کو عشق جوچیں ہیں
 اٹھ جائے گریہ بیچ سے پردہ حجاب کا
 پر خدا جائے وہ ہر زہ کہاں ہو دیکھا
 ہم سو تک تھے پیچ و تاب میں رات
 نہ آئے تھے اک عذاب میں رات
 دل گرا شاید اضراب میں رات
 اُس کے کھڑے کی ہر زمان ہی یاد
 یاں جو رہتا تھا اک جواں ہی یاد
 گرا شک نہیں تو آہ سر کر
 اس سے جو کوئی جیا سو مر کر
 حالت تو مری ہے جائے افسوس
 چہرہ نہیں اب سوائے افسوس
 کبھی دھنستے سو خون جم رہا ہے آنکھوں میں
 جاب ارنگ دم رہا ہے آنکھوں میں
 جگر سے انگ کل تم رہا ہے آنکھوں میں
 یاں کی شادی پہ اتھا نہ نہیں

تیرے دامن تک ہی پہنچوں اور
 میں کما عہد کیا کیا تھا راست
 مجھے اس اپنی مصیبت ہے فراغ کہاں
 پاس میں تجھ غم کے میں اپنی بھی غمخواری نہ کی
 دہم اس بخشش بجا کو کیا کہتے ہیں شوخ
 بعد خط آنے کے اُس سے تھا وفا کا استمال
 دل مرادیکھ دیکھ جلتا ہے
 ہنشیں ذکر یار کر کچھ آج
 گدھی رنگ جو ہو دنیا میں
 یاں سدا نیش بلا و قضا جگر ریشی ہے
 اپنے مذہب میں قرابت نہیں اجداد کی شرط
 ناز و ادا کیں کہیں عجز و نیاز ہے
 جب میں دیکھا تو اس دل کو غلین دکھا ہر
 حسرت دل کو مری سمجھ دہی خستہ ہے
 گو کہیں یار بلایا ہے وہ اب آتا ہے
 شام ہوتی نہیں اک دل پہ بلا ہوتی ہے
 مر جائے کسی سے پر الفتن نہ کیجئے
 شب گریہ سے وابستہ مری دشمنی مٹی
 مردن دشواریں یہ جان بے تقصیر ہے
 گو ہم سے تم نے نہ تو کچھ ہم نہ مر گئے
 کے گلست گلستا یہ کہ سو سہرا ہے

خاک ہونے سے کچھ مراد نہیں
 ہسکے کہنے لگا کہ یاد نہیں
 کسی سے چاہوں کہ صحبت رکھوں داغ کہاں
 جان دے گزرا یہ ظاہر دل کی بیماری نہ لی
 دل دبا نکلو تو چھ میں نے گنگاری نہ کی
 ایک ان تک عمر نہ اپنی وفاداری نہ کی
 شمع کا کس پہ دل گھٹتا ہے
 اس حکایت سے جی بہلتا ہے
 میری جھاتی پہ مونگ دلتا ہے
 کیجئے کیا جان مری سالم درویشی ہے
 تجھے نسب ہی جسے اُس سے پہر خویشی ہے
 کس کس طرح سے یار مرا جلوہ ساز ہے
 یہ نیا چاؤ محبت کا میں دیکھا ہر
 یار نے اکے دم باز پس دیکھا ہر
 پر اُسے میں تو سمجھتا ہوں وہ کب آتا ہے
 صبح ہوتی نہیں اک جی پہ غضب آتا ہے
 جی دیئے تو دیئے پر دل نہ دیجئے
 جو بوند مٹی آنسو کی سوہیرے کی کن مٹی
 حسرت دل سو طرب سے اس کی دہلیز ہر
 کہنے کو بات رہ گئی اور ان گزشتہ
 اسیر مہ کا جھلریر داغ بس ہے

برس گزرے کہ میں ہوں اور قفس ہی
 جی بھی یو ہیں چاہے تھا کرامات کی تو نے
 اب بس سے مر جان ملاقات کی تو نے
 کب پہنچے گا ظالم جو ہیں رات کی تو نے
 کسی کے پھرنے نہ پھرنے سے کیا خدا نہ پھرے
 کہ بلکہ سا کہیں آپ ہی بہانہ پھرے
 پر اتنا بھی تو ناکارہ نہیں ہے
 خداوندی سے کچھ چاہا نہیں ہے
 اسے جوں گل پیارے کاٹ نہ کر
 پھر تجکو نہ منہ دکھائیں گے ہم
 بھتے ہیں تو کر دکھائیں گے ہم
 ٹمک دور سے دیکھ جائیں گے ہم
 ہے یونہی زلفِ یار بھی پر اس قدر نہیں
 اپنی گرہ میں ان کے کھلانے کو زینیں
 دکھیں کیا ہوئے خدا کو تو ٹمک اک یاد کرد
 جی جہاں چاہے تمھارا مری فریاد کرد
 پنٹ بٹنگ کیا تو نے اسے میاں مجکو
 بہت ہی سایہ دیوار گلستاں مجکو
 تنہی سیر باغ نہ کرے ہوس مجھے
 زار و زعفران کے ساتھ کیا ہمعرض مجھے
 عالم میں تفرقے کی کس کی کسے خبر ہے

نہ پوچھو مجھے گلشن کی حقیقت
 زاہد در مسجد پہ خرابات کی تو نے
 یہ صحرائیں نالال ہوں دھر غیر نجایں
 قائم رہ پر خوف ہی اور دوری منزل
 پھرے زمانہ جہاں ٹمک ہی ہم سے یا نہ پھرے
 فلک دوائے تو ہے ہم کو یک یہ ڈر ہے
 مرا جی تجکو گو پیارا نہیں ہے
 نہ مرنے دیتے ہم قائم کو لیکن
 بہارِ عمر ہے قائم کوئی دن
 اب کے جو یہاں سے بائیں گے ہم
 جو شہر طے دوستی کی پیارے
 ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا
 محسا کوئی جہان میں آشفۃ سر نہیں
 لے لے برنگِ غنچہ نہ من گلروں سے تو
 اتنی اس دیدہ و دل مجھ نہ بیداد کرد
 دل مرا چین یہ کتا ہے وہ دلبر قائم
 کبھی دکھا کے کمر اور کبھی دہاں مجکو
 تو اتنے واسطے لے بانباں نہ کاوش کر
 دہان گل ٹمک ہو کہاں دسترس مجھے
 قائم میں عندیہ خوش بہنگ تھا دے
 کیا جانے ہم ناں ہیں اور دین دل کہہ رہے

آج لے کر یہ خبر لے مرے دیوانے کی
 آج کی رات جو س گل کا میرا موصل
 بتوں کی دید کو جاتا ہوں دیر میں قائم
 ہر طرف وہ نگاہ لڑتی ہے
 کیا ہی کھڑا ہے وہ کہ جس کے حضور
 قائم آیا ہے پھر وہ بن ٹھن کر
 اٹھاوے ستم یا جاکر کیا کرے
 ہیں جاتا ہوں کہنے کو اب دیر سے
 نگاہوں سے نگاہیں سامنے ہوتی ہیں جب لڑتی
 قدرت بلند مایہ و قومی پایہ درویش
 از متوسلان میر شمس الدین فقیر رحمہ اللہ، درویش
 مشبوہ معانیش بدیع، سمند نظمش در میدان فارسی و ہندی چالاک و حسبت و تصویر
 بے نظیر معانیش در استخوان بندی الفاظ درست، بندہ ویر ایک بار در مشاعرہ بہ لکھنؤ
 دیدہ ام اگرچہ از سلک متوسلین است لیکن شہرہ اشعارش در متاخرین ایشتمار یافتہ
 دیوانش بنظر نیادہ مگر ہمیں غزل کہ مشہور عالم است با چند بیت دیگر بیکاراش می آرد۔
 شنیدہ ام کہ سیرد کو را حال در مرشد آباد استقامت دارد، اصلاح سخن ظاہر از سیر
 شمس الدین فقیر گرفتہ است، مرد خوشی است حق تعالیٰ سداست دارد از دوست سے
 سیر حین کی فرصت لے ببلو! کہاں ہے
 بیت الحزن میں شب کہ ترا انتظار تھا
 اہل عدم کو راز فنا کا تھا کب شعور
 تڑپوں ہوں خاک خور میں پڑا جس کے وارے
 کچھ رکا جاتا ہے دل گردے ویرانے کی
 شمع روشن کروں میں خاک پہ پروانے کی
 مجھے کچھ اور ارادہ نہیں خدا نکرے
 کبھی یاد صبر بھی آن پڑتی ہے
 آئینے کی قلمی آدھڑتی ہے
 دیکھیں کنس کس سے ہاں بگڑتی ہے
 بچا رہیہ دل ایک کیا کیا کرے
 بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے
 یکایک کھل گئیں دو طرفے دل کی گلچھڑاں،
 جو گل نظر پڑے ہے سو غارت خزاں ہے
 کھٹکا ہر ایک درہ مرے جی کے پار تھا
 سر مشق رفتن کاں مرا لوحِ ذرا تھا
 قاریت میں کہا کہوں یہ وہی شمسوار تھا

انے غورِ ناز کچھ بھی فکرِ انسِ نچیر کا
ہی خطِ پیما نہ سرخطِ اُس کے تقدیر کا
کون انکھڑیاں ملتا یہ اٹھا خوابِ گراں سے
یہ سرد لگا ہے چین کا کہناں سے
مقصود اگر ہے تو ترانہ نامِ زباں سے
جو شر ردل سے اٹھا سوجھوہ طاؤس ہے
گر صدائے پانگ ہی دلفنہ ناقوس ہے
اب دواعِ ننگ ہے اور خصیتِ ناموس ہے

تشنہ بمرتہا ہے نت موجِ دمِ شمشیر کا
کون بچانے سے قدرت کو نکالے کیا جال
بربا ہوئے سو فتنے مرے کشورِ جاں سے
جوں بید مری آہ کبھی ہونہ زمیں گیر
منظور اگر آنکھ سے ہے کچھ تو تری دید
کس کی نیرنگی یہ شمعِ پردہ فائوس ہے
ایک ہی پردے کی گرِ سمجھو تو ہی یہ سب لاپا
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچیاں سے گر گئے

کیا تہا ملکِ دم کیا ہاں سرِ زینِ طوس ہے
اس طرف آوازِ طبلِ اودھم صدائے کوس ہے
شب ہوئی تو ماہِ رویں سے کنارِ دوس ہے
چل دکھاؤں تو جو قیدِ آرز کا مجھوس ہے
جس جگہ جانِ تناسو طحِ مایوس ہے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیا دوس ہے
کچھ بھی ان کے پاس غیرِ از حسرت و نفوس ہے
آج رہنِ جامِ مے یہ خرقہ سالوس ہے
مژدہ! یہ شامِ غریبی کہ وطن چھوٹے ہے
تم نہ چکیں آپسے چھوڑیں نہ زمیں ہم
جس جانیس تو ہم ہیں جہاں تو ہی ہیں ہم
تیر بیدادِ جدھر رو کرے گھر اس کا ہی

کل ہوس اس طرح سے ترفیبتی تھی مجھے
گر میر ہو تو کس عشرت سے کیجے زندگی
صبح سے تاشام ہوتا ہی نے ٹکلوں کا دور
سننے ہی عبرت یہ بولی اک تاشاںیں تجھے
نے گئی یلغار کی گورِ غریباں کی طرف
مر قدیں دو تین دکھلا کر مجھے کہنے لگی
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و کنت دنیا سے آج
غل تو قدرتِ پائے خم رکھتے تھے تیج ریا
حسرت! اے صبحِ چین تم سے چین چھوٹے ہو
جوں نشِ قدم میں ترے وہ خاکِ نشِ ہم
نسبتِ جہاں ہی تری جوں سایہ و نور شد
سینہ اُس کا ہے دل اُس کا ہے جبرِ اس کا ہے

از احوال متاخرین | قرین تخلص، از مردم کثیر حبت نظیر شمع است از شاد کردن میل
حسرت، طبع موزونے دارد بندہ اور ایک بار دیدہ ام بہ فقیر خانہ دوز شا عہ آمدہ بود
نوشق ست سلامت باشد از دست ۵

پیارے بے دغا یا بادشاہو غرض تم دل کے سینے کو بلا بد
ہمارے مرنے کا وہ شوخ غم کرے نہ کرے پہنچے نقش پر آنکھوں کو نم کرے نہ کرے
کہا تو ہے کہ میں آؤنگا تیرے گھر میں قرین غور رستی سے دیکھیں گرم کرے نہ کرے
از تازہ گویان زمان میر جیون التخلص بہ قربان جوان بست سالہ سپاہی پیشہ
بود دریں سن دسال کمال خوبی میرزا از تلامذہ مرزا رفیع سووا سلمہ آمد تھائے
روزے در فیض آباد فوج فرنگی صف کشیدہ میرفت این نشان تیر قضا بیکے از رفتا ناگاہ
دو میانش افتاد آں سگاں بجات خود غوغا نمودہ ناسرا گفتند ہر چند این گرفتاران ہلاکے
ناگمانی بعجز و انکسایش آمدد عذر خواستند کہ نادانستہ بدام افتادہ ایم راہ بدہید غرض
آں مغز وراں بیج پروا نکردہ زبان بہ شناس نام کشادہ بعد از رد و بدل بسیار بمقتضائے
غیرت ناچار تن بقضادادہ دست بقبضہ شدند آخریکے زخمی شد و این جوان از طعن
شگین کافران سنگدل شہید گردید ع آفرین باد بریر بہمت مردانہ او کہ جان خود را
قربان آبرو کرد و ذلالتش بیا مرزا از دست ۵

یوں بندِ قبائل گئے جو آن میں گل کے کیا پھونکے با تو نے صبا کان میں گل کے
کیا کچھ دل بیل پہ کرے دیکھے یہ عشق سر دیک دینے جس نے گریبان میں گل کے
قانع تخلص نیرہ ناصر خان است شعر ہندی و فارسی ہر دو میگوید، وصلش اند
شاہجان آباد است از مدتے در گفتو استقامت دارد روزے بخداست مرزا رفیع سووا
سلمہ آمد آمدہ بود فقیر ترم در انجانستہ بود از چیمہایش و حشمت پدید آمد انسلب کہ سووا
کے داشتہ باشد از شاہیران نیت، طبع موزونے دارد سلامت باشد از دست ۵

تعلہ اگر اٹھے دل پر اضطراب کا جل جائے سو جگہ سے جگر آفتاب کا

حرف الکاف

میان کترین از ایام بندان در سلک متوسلین مردے بود نوکری پیشہ در
سرکار نواب عماد الملک سرفراز بود۔ موافق استعداد خود میگفت این چند شعر از شعر آشوب
ادبگارش می آید۔

شاه کامل۔ ہم از سلک متوسلین درویشے بود معاصر میاں آبرو، کامل تخلص
می نمود، او اہل نوکری پیشہ بود، آخر ترک لباس کرد این دو شعر از دہگوش
خوردہ ۔

وعدہ کیا تھا صبح نہ آیا وہ اب تلک کھینچو بھگاس جھا کو بنجاؤں میں کب تلک
جب آٹھ چلا جھل سے تو پوچھا ہے کاکب کامل کو کموں منہ پتہ کیا کہ سب تلک
مترشح لطف اللہ کامل، تخلص از شگردان خاکسار نیز از متوسلین شیعہ بود
از دست ۔

وہ مرابے بہر قاتل اس قدر خونریز ہے کانتا نکلتے ہر جس کے ڈر سے یار و آفتاب
میر علی نقی کافر ٹیکہ، جوان محمد شاہی، از تلک متوسلین است از مدیتے بظرف
مرشد آباد رفت بسیار خوش رو و ظریف طبع بود، اول فارسی می گفت تسکین
تخلص می کرد باز براں ہم تسکین یافت جنون تخلص کرد چوں در خدمت جاوید خاں
خوہر سرا نوکر شد ریختہ گفتن آغاز کرد۔ روزے قبلہ گاہ این فقیر از راہ طرافت باوے
فرمودند کہ شما فارسی و ہندی گنیتہ اکمال عربی بگوئید و طعون تخلص کنید بر سنن
بسیار خندید، وہ تسمیہ از اینست کہ تخلص فعلا کافر میکرد ہر شعرے میخواند بر دیش منچور

۱۔ چونکہ متعارفان تدریب تھے لہذا خارج کردیے گئے

بیگفت کہ این شعر نیست بلکہ این ہیکہ است، ازیں بہت کافر ٹپکہ در شعر مشہور گردید، رضی عنہ
شخصے بود خداش بیا مرد

کس کس طرح بتوں کی صورت نرنگ پکڑے کافران اُنھریوں نے دیکھے ہیں کیا جھکڑے
بتوں کے تھیں اس قدر ماننا ہے یہ کافر مرا جی حسد اجانتا ہے

رباعی

کیا پھرتی ہے یکدے میں ٹنگی ٹنگی زاہد عابد سے دُور، پٹکی پٹکی
قاضی کا نہ دُور نہ محتسب کا کافر یہ، خیر روز بھی جس سے اٹکی اٹکی
شاعر زبردست و مشاق قدیم میر محمد حسین التخلّص بہ کلیم جوان محمد شاہی گندم گون
و دراز قد بود با میر تقی قرابت قریبہ وارد در فن شعر و شاعری استاد سخن مجذوب خاطر طبعش
در نشر نظم و جزل۔ رسالہ در عرض و تاقیہ ہندی تصنیف غوہ و فصوص را کہ کتاب عربی
است بزبان ریختہ ترجمہ کردہ کتابے در نشر ہندی نیز ایجاد نمودہ چنانچہ یک فقرہ او
بیاد ماندہ قلمی میناید، در وقتیکہ احمد شاہ رامیل در چشم کشیدند در ان مقدمہ میگوید فقرہ
گل کے دن تھے بادشاہ اور وزیر آج کے دن ہو بیٹھے ہیں اندھے ہو بصیر، ایسی دولت
سے زینہا زینہار، فاعبر وایا اولی الالبصار، باوجود ایں زور و قوت شاعری نمک در
کلام نیافتہ نابریں اشعارش اشتهار یافت، غرض شخصے خوب بود در شاہجان آباد
بہ رحمت الہی پیوست۔ خدائیش بیا مرد، ایں چند بیت منتخب از دست

آئی ہو دل پہ قتلِ یاس سے اشکست وہ دن گئے کلیم کہ پیشینہ سنگ تھا
عرق ہے منہ پیزے یا گلاب پٹکے ہی عجب مجکو کہ شعلے آب ٹپکے ہی
تجھے میں نکموں میں کیونکر کھوں کہ ہو بستا پہر لیا گھر کہ یہ خانہ خراب ٹپکے ہی
ہو سہ بھی چیز ہے اے مری جان ہیں قدر جس پر ہو جو ہم سے بڑا مان اس قدر
ہم گم ہوئے جو ضعفے جوں ہو میاں باغ بھرتا ہو رنگ گل کہ ہمارا کرت سرو باغ

پلوچہ مت غم کی دہستاں لے دل
 کہ پڑا ٹوٹ آسماں اے دل
 تم جا دو پیارے کیوں کر کریں نہیں ہم
 خون جگر تھا تو بھی پی ہی گئے وہیں ہم
 تو یار ٹک ہم سے جب ایک ہو گیا ہو
 کس کو بعید جانے کس کو کہیں قریں ہم
 تم ہو تو ہم کہاں ہیں ہم میں تو تم کہاں ہو
 یا تم ہیں سب ہو ہم میں یا ہینگے سب ہمیں ہم
 نے وطنہ میں تو شور یہ معلوم اے سطر
 کسی کا دل ہوا ہی شاید اس دہ میں اٹلاں
 عمر رفتہ کا پناہ کھج ہر گز اے کلیم
 آپ کو جوش شمع میں ہر آنجن میں گم کیا
 غم و حسن ممکن نہیں کسی کی ادا کو پہنچے
 پھر حسرتی جہاں پر آئی
 کیا بلا اس جوان پر آئی
 پیری کی بھی سیر کر گئے ہم
 اس دل سے بھی گزر گئے ہم
 جوں اشک کہ ہستی اور عدم میں
 بس ایک قدم تھا دھر گئے ہم
 وہاں غصے ہوئے رقیب پر تم
 یہاں مارے ادب کے مر گئے ہم
 تو نہ آیا باغ میں تشاد غم سے غم ہوا
 طوق قمری کا فغاں سلطنت ماتم ہوا
 کس پریشان قدم رکھا پچھتاہے
 جادہ آتا ہی نظر جوں لعین گج برہم ہوا

رباعیات

گلہ دو توجہ میں اچلی سے نہ گیا
 یہ دل بھی کلی سے بیکلی سے نہ گیا
 جو کوئی گیا دل کو گیا چھوڑ بیٹا
 دن سے تو کوئی تیریں گلی سے نہ گیا

دیگر

ہر چند لگاتے ہیں تباہ گل مہندی
 تیرے ہی قدم تلے گئی رن مہندی
 ہیبت کہ کس طرح کا ہو گا وہ باتہ
 جس ہاتھ سیٹی داغ ہوئی گل مہندی
 نالہ کافی ناتھ متوطن، قصبہ تالہ پسر نونہ
 رائے پیشکار دیوان تن، طبع موزوں

دارد از دوست ۷

مجھ دل کا اے طیب سجکر علاج کر
دستِ ہی یہ عشق کا بیار دیکھنا
کھنجن ز نے گزشتہ است معلوم نیست کہ از کجاست
ہیں دو شعر او شنیدہ شد
عشق میں راحت ہو یا آزار ہونا ہو سو ہو
کیا کریں اب یہ ہے ناچار ہونا ہو سو ہو
گر گریباں چاک کھنجن چل بیاباں کی طرف
دیکھ لے یہ بھی فزا کہ بار ہونا ہو سو ہو

حرف الکاف فارسی

دربن فصل از متعین و متوسلین بنظر نیامدہ مگر اسک متاخرین چنانچہ شاء شیریں
بیاں میاں نذر علی خاں المتخلص بہ گماں مرویست سپاہی پیشہ از یاران کو کہ فاعل خاں
اصلش از شاہ جہان آباد است، مرثیہ و منقبت و غزل ہمہ میگوید فکر خوبے دارد و روزگار
موافق زمانہ موافق سب درغین آباد لبر میبرد از بسکہ مشاق است و روانی طبع دارد
کلامش خالی از اثر نیست۔ خدیش لبلاست دارد از دوست ۷

جس دم تو مجھے آکے ہم آغوش ہو گیا
غم دو جہاں کا دل سے فراموش ہو گیا
قتل کرتی ہے ہیں یہ ابروئے خدا رکج
کاٹ دو نا کرتی ہے ہوتی ہے جوتلوار رکج
راست کہ کس نے کیا تجکو گماں سے بدگما
اس سے کیوں کرتا ہی تو ہر وقت اب گفتار رکج
دل پھسا جب تری زلف پریشان کے بیچ
تب سے آرام نہیں جان کسی آن کے بیچ
مہربانی سے کبھی تو نے نہ کی مجھے بات
جی نکل : ایگیا میرا اسی ارمان کے بیچ
گزرے ہو تیری یاد میں دن رات بے طرح
اگر بنی جو جی یہ مرے بات بے طرح
جاتی ہے مفت ہائے یہ فصل بہار حیف
ہو دو۔ ہم سے یار ہمارا ہزار حیف
مدت سے ہو رہا تھا مراد داغ داغ دل
اس گل کے دیکھتے ہی ہوا باغ داغ دل
فصل گل سے پھر ہوا اب گرم بازار چمن
مشت پر لے کر ہوئی لبس خریدار چمن

کون ہو دیکھا وہ دن جو ہم نفس سے چھوٹ کر
 دیکھتا ہوں بیاں بیاں کو میں
 مر جاؤں گے کہیں تو اپنی زباں سے مجھ کو
 گل بھی شہم سے نہ دیکھے یوں سحر بھیگے ہوئے
 سحر بجایا میں جو قہقہوں پر تو غصے ہو کما
 مراد دل دیکھنے کو جس شکر کے ترستا ہے
 واسطے جس کے سہمی مجھ کو برا کہتے ہیں
 ہزار افسوس تو اپنا نہیں بد خواہ جانے ہے
 تری یہ تین میاں کاش مجھے چل جاوے
 میں اس لئے نہیں کہتا ہوں اپنی حالتِ دل
 مجھے تو زلیست بھی دشوار ہو گئی ہے اب
 اس بن نہوتے ہم ترے ہمدوشِ نقیش پا
 اس رنگ سے کہ کوئی پیادے ترا سرِ سرخ
 ال سے سودائے بیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
 کس صفائی سے ترا تیرنگہ تھا چھوٹا
 جستجو جس جگہ میں کرتا تھا خدائی کے یہی بیج
 قتل کر مجھ کو مری نقیش پہ بولات کل
 گدازِ تخلص از متاخرین است از شاگردانِ میانِ حسرت، سپاہیِ پیشہ گاہ گاہ ہے

در کھنو بنظری آید احوال معلوم نیست کہ کجاست از دستِ

اپنے ملنے کی تو بتا صورت
 مجھ کو اپنی زرا دکھا صورت

تجسّے گرائے کہاں سیٹے
 بب کا میر کہ تجسّیہ عاشق ہوں

غصے ہو کر لگایہ کئے گداز مجھے تو ہوگا مبتلا صورت
خواہی وہ دلداری کرے خواہی دل زاری کرے دل ہی نہیں باقی رہا جونا زبرداری کرے
مدہوش چشم اس کی کریں اور زلف کھینچیں ہاں میں کیونکر کرے دل کو کوئی کس طرح، شبیہی کرے
گریاں، میر علی امجد ولد میر علی اکبر، جو انے است شایستہ متوطن شایان آباد
اول صلح از میان قدرت وادوا خرازمیر ضیا سلمہ اند گزشتہ، سپاہی پیشہ است اگر
روزگار فرصت میدہد شوقے بسخن دارد سلامت باشد از دست

سُنے قصہ مرا جو یکدم کوئی درد و محبت کا نہ لیوے زندگی بھر نام پھر ہر گز محبت کا
مجھے جب دیکھتا ہاتھ سے مگر اچھپا لینا نکالا اور اس نے اور ہی صاحب سلامت کا
دیکھے تو جسے نگاہ بھر کر مر جاوے وہیں آہ بھر کر
سبک دہی یہ پروانے کی جی کو داغ کرتی ہو کہ دوش شمع پر رکھتا نہیں بار کفن اپنا

حرف اللام

لطفی دکھتی، لطفی تخلص از قدیم است اور است
تجھ عشق کی آگن سے شعلہ ہو جل اٹھا جی دل موم کے نمونے گل گل گچل گیا ہے
میں عشق کی گلی میں گھائل پڑا ہوں تپہ جون کا ماما اگر محب کو کھنڈل گیا ہے

حرف المیم

احوال شعراے قدیم | ابوالقاسم مرزا تخلص از مقربان ابوبکن تانا شاہ رحمہ اللہ
بود۔ چون فوج ہندوستان آں ملک راتا راج کرد اس عزیز بختنامے نیت لباس نقیہ
پوشیدہ از جہاں غولت گزیدہ در کج تنہائی بہ عبد المدیح کہ در حیدر آباد مشہور است
بقیہ عمر بیدالتی بسر برد وہاں جامدفون گشت۔ خدایش بینرزد از دست

عارض نہیں چند رکارتے گال سوں اچھا بجھیں ہن کلف کو نہ تجھ حال سوں اچھا
مرزا وہ نونال کہ حضرت گئے چمن لگتا تھا جن کے ہاتھ پہ گل ڈال سوں اچھا
محمود بیگ دکھنی از قید است متوطن پیما پور معاصر فخری بلکہ قرابتے نیز بادے دست
لوگان کبیر پتھر سوں کچھ سخت نہیں لیکن جو کوئی پیاسوں بچھڑا وہ سخت ہی تپھر ہے
ملک دکھنی اوہم ازاں دیار بود از دست ۵

تن من فدا کروں اس ہشیار ساقی اوپر یک قطرہ نے چلکا کر جن بے خبر کیا ہے
موسوی خاں فطرت و موسوی تخلص شاعر فارسی بود، فطرت و موسوی ۵
مغرب سے تخلص داشت در زمان عالمگیر بادشاہ، یک شعر رنجیہ ہم از دست ۵
از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے در خانہ آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے
دو چیز ہندو موسوی بر دور گوڑ صدے بکری و میرا پوں پردوں کی چھوڑ
حق، تخلص از شاعران دکن بود لیکن از کلاش معلوم می شود کہ با مردم ہندوستان
تر بیت یافتہ بود از دست ۵

تم ہر کسی سے وعدہ دیدار مت کرو اپنی زباں سے جھوٹ کا اقرار مت کرو
مہر علی شیخے بود از مردم دکن، در کمال طرافت و خوش طبعی۔ پسر خطیب بادشاہ
معاصران خود را بہ طعن و بہتنامی رنجانید، با ہمہ کس بہ مسخرہ پیش می آمد۔ چنانچہ نقل است
روزے در مجلس مذاکرہ شعر بود، شیخے شعرے خواند، پدرش معنی او بطورے میگفت
و ایں برعکس اوچوں بحث در میان آئے ایں عزیز با پدر خود گفت کہ صاحب شامیند انید
(جانے ..) خطیب کا) چوں پدرش خطیب بود ایں مثل بر موقع افتاد
خدا لیش بیامزد از دست ۵

موتی دریا میں اگلے تپیں کان لگے حوڈیا کہ تپیں کے دہ بنگا گوش کے مہر ہو دیں

۵ ضرب المثل کا لفظ خلاف تہذیب سمجھ کر خارج کر دیا گیا ہے

از احوال متوسطین | خواجہ قلی خاں موزوں تخلص صوبہ دار قلعہ برہانپور

در عہد بسا در شاہ بود این شعر نام او دیدہ شد سے

موزوں نے راہِ عشق میں پھاب قدم کیا

ہو مصلحتِ دور جانوں کرے گا کیرا

میر میران سید نوازش خاں خطاب داشت از دوست سے

آہ گر باغ میں وہ سروِ خراماں گزرے

اشکِ قمری سے گلستان میں طوفاں گزرے

راے آنند رام مخلص از شاعرانِ فارسی است شاگرد مرزا بیدل، وکیل

نواب اعتماد الدولہ، در آخر سن شعر خود را پیشِ خان آرزوئے نمود، احوال او در

تذکرہ خان مذکور مسطور است گاہے گاہے بُدلت شعرِ نختہ نیز میگفت از آزار

صیقِ لہنس در گزشت از دوست

آنے کی دھوم کس کی گلزار میں پڑی ہے

ہاتھ ارگے کا پیالہ زرگس لئے کھڑی ہے

میاں شاہ فرقل مرد فقیر، بود حافظِ قرآن، مردمان آں زان از سببِ فضل و

کمال احترامش می نمودند۔ فکر الفاظِ تازہ میکردے

سیتن جس کا نام ہوتا ہے اُس کو سونا حرام ہوتا ہے

اسمِ اعظم جو چاہتے ہو تم سے فرقل کا نام ہوتا ہے

من ہرن میرا فرقل رم گیا دشمنوں کے من کی چیتی ہو گئی

اے فرقل ناز کا گھوڑا گدا شوخ بوجھل بے چل آگ سے چل

مضمون گلشنِ طبعش از فیضِ رشحاتِ ابرغِ تازہ و عنذیبِ خطوش بر شاخِ

بیاں بلند آوازہ، در بوستانِ سخن سروِ موزوں مہاں شریف، الدین المتخلص

ہے مضمون مردے بود نوکری پیشہ متوطن جاجو کہ قصبہ الیت متصل الکبر آباد شروع جوئی
از کبر آباد آمدہ بشا بہمان آمادہ در زینت المساجد استقامت و وزید ہر چند کم گو بود لکن
خوت گو۔ از او داد شیخ زید گنج شکر چنانچہ خود گفتہ ۷

کریں کیوں نہ شکر لبوں سے مرید کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید
۱۰ صلیح سخن از خان آرزو میگرفت بسبب نزلہ دندانہ ہمہ افتادہ بود۔ خان مذکور
اور اشاعر بیدانہ میگفتند۔ نقل است کہ میاں مضمون سفارش آشناے براے
روزگار پیش نواب عمدۃ الملک نمود، نواب والا جناب قبول کرد۔ آن عزیز ہمیشہ
در کار و بار حاضر میماند۔ چنانچہ نواب راگمان آن شد کہ تنخواہ میباید و این نوکر
کم زبان دانست کہ شاید من نوکر شدہ ام۔ چون مدت دہ ماہ گزشت صورت این
حال میان مضمون تقریر نمود و اشان فی البدیہ این شعر گفتہ پیش نواب عمدۃ الملک
فرستادند۔ آن نواب قدر شناس ہماں وقت تنخواہ از تاریخ ملازمت حساب نمود
بخشید ۷

عرض حال اپنے سے ہیں اہل شرافت نصیب نہیں سخن رکھتے زبان کیے بچ گویا یہ نجیب
غرض محب عزیز کے بود آخر ہماں جادو مسجد تقضائے الہی فوت شد حد ایش بیا مرزد
این اشعار اروست ۷

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں لے محبوب کیا
ہوئے ہیں ہر قرۃ سیتی ز بس آنسو ڈھلک دیا
افسون مار جھٹ پٹایتے ہیں دل کو اٹکا
چمپکر فوانوں سے اس طرح آپہنگ پر
نہ یہ ہے نکتہ قلو و قدامت ہے
صبر ایوب کیا گریہ یعقوب کیا
کسیں کیونکر نہ چشموں کو مری مردم پاک دیا
کن ساحروں سے سیکھا ز لعلوں نے تیری لٹکا
کوئی سنے نہ پلید سوترے قدم کا کھٹکا
ہمکے پھر دیکھتے قیامت ہے

ہو گیا دیکھ آرسی کے تئیں دو چن
یہی غنیمت کے دل میں گھڑی ہے
مدرسا دیکھا تو داں بھی فاعل و مفعول ہے
ہوا منصور سے نکستہ یہ حس آج

ہوا ہے خوں ہمارا آ کے لبریز
کبھی آنکھیں بھرتی ہیں کبھی جی ڈوب جاتا
کسی بداب کا شاید لیے مکتوب جاتا
کروں کیا جو نہیں لگتا مرے ہاتھ

غصے سے بھوت ہو گیا لیکن جلا تو سب

مرزا مظہر از فضاے زماں و بلغاے دوران مرزا مظہر جان جاناں اخلص

منظر شاعریت مقدس و بزرگ، اہلس از اکبر آباد است، خوش تقریر مرتبہ ایست کہ
در تقریر و تحریر نے گنج بقین و حزمین شاگردان او نیندین شرفیش نزدیک نو در سید دہا
الحال بطرف تبسم مراد آباد استقامت دارد و ہما نجا و عظمیفر ماید اکثر اہل سنت مرید او

شدہ اند خدایش سلامت دارد۔ از دست

یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
بجلا تھا یا بُرا تھا نہ کچھ تھا خوب کام آیا
ہائے کچھ چار ماہیں کیا مفت جاتی ہے بہار
پھر ان خوابیدہ فتنوں کو جگاتی ہے بہار
سو سچ کہ ہاتھ چوری دیکھا سائے ہاتھ
مست اس سستارہ سرخستہ کو دل گما کہو
بجھوڑا ہائے بلبل فیچن میں کچنٹا اپنا

ایک توختا ہی وہ مہر و خود پسند
ہسی تیری پیارے بچھڑا ہی ہے
میکے میں گر سراسر فعل نام مقبول ہو
کرے ہے دار بھی کامل کو سرتاج
نہیں ہیں ہونٹھ تیرے بان سے سٹخ
جلا کشتی میں جب آگے سے وہ محبوب جاتا ہی
مرا یہ اشک قاصد کی طرح ہرگز نہیں ٹھتا
اگر پاؤں تو مضمون کو رکھوں باندھ
مضمون تو شکر کر کہ ترا نام من قریب

خدا کے واسطے اُس کینہ ٹو کو
جواں مارا گیا خواباں کے اوپر میرزا مظہر
سننے کی تو بہ اور دھو میں بچاتی ہے بہار
نرگس گل کی دیکھو کلیاں گہلی جاتی ہیں سب
موتا ہوں زانی گل دیکھ بہر حسر
آتش کو شہرا کہو کو کھلا کہو
جلی اب گل کے ہاتھوں سے جلا کر آتشیاں پیا

مرا جتنا ہے جی اس بلبل کی غمت پر کہ جن نے آسکر پر گل کے چھوڑا آشیان اپنا
 گنج مت زنگ حنا سے کھن پالال کرو لے بتاں اس دل پر خون کو یا مال کرو
 میرمد اللہ الدیر عمرہ علی زند کہ پیشتر مذکور شاہی بود تخلص نئے کرد۔
 گاہ گاہ ہے دوسرے بیت می گفت و باشعرا بربط داشت۔ در علم موسیقی تیر ہمارے تھے
 پیدا کردہ بود، خیال نعمت خاں را درست میخواند از دوست ۵

ایسا نہیں وہ شورخ جسے گھر کوئی پالے بر مجھ سا ہونے نہ اُسے ڈھونڈ نکالے
 اشک آنکھ کی دل ہاتھ سے جی تن سے ہٹا جائے لے و لے مصیبت کوئی کس کو سنبھالے
 کرتے تو ہیں گھر لیل بتاں کعبہ دل میں سب خوبیاں ہیں ہی یہ خدا کا م نہ ڈالے
 شیخ محمد مراد مراد تخلص در سبک متوسطین شخصے گزشتہ است از دوست ۵
 جاں لب لبوں میں خماروں کی آتی ہی ہمارے وقت ہر ساقی اگر جام میں صبا کیجیے
 منعم تخلص برادر بزرگ میاں محمد قاسم از مشاہیر ان نیست لیکن شعر تہ دار
 میگوید از نگارش نخست کی ظاہر است از دوست ۵

بھولی نہیں ہے جگو بتوں کی ادا ہنوز دل کے نہیں یہ نقش ہے نام خدا ہنوز
 آنکھوں میں کس کے پائے نگارین کا نقش ہے ٹپکے ہی جاے اشک جو زنگ حنا ہنوز
 تصویر اس کی کچھ نہ کے ناز واد کے ساتھ نازاں ہو اپنے آپ پہ دست قضا ہنوز
 لو ہو سے عاشقوں کے گلی لالہ زار ہے منعم وہ طفل کر تا ہے مشق جفا ہنوز
 مرزا محمدی برادر کھوں مرزا فرید ۵

پلنگ پر ایک رات آمین ہرن سو ہمارے من کا چیتا بھی کبھی ہو

مرزا حمدی نام شخصے بود از دوست ۵

مرا احوال من فرما دروے وہ اینا کھود نا پتھر کا کھو دے

سید امام الدین خاں والدہ سیدین الدین خاں سیر جو کی رسالہ والا شاہی بود

در وقت محمد شاہ غفر اللہ۔ اہم تذکرہ مختصر معاصرین خود نوشتہ است احوال معلوم

نیت ۵

جب سے سنی ہے اسنے فصل بہار آتی گلشن کے بیج بلبل بھولی نہیں سسائی
جو تجھے گلزار جانے سے اپنے دل کو بے سار جا۔ نے ہے
آنکے لبنا قرار زلفوں میں یہ تے ابے ترار جانے ہے
گر برق تجھی دو ملک اک جلوہ گراؤ تب بھر کے نظر دیکھنا سب کا نظر آؤ
تم سب سیتی ہوتے ہو بغل گیر پیارے معلوم نہیں میری کب اُمید بر آؤ
دل داغ سے گلشن میں نہیں اشک سے دریا ہر جا پر اے عیش ہے ظالم جدھر آؤ
میاں صلاح الدین عرف کھن مشہور بہ پاک باز، کھن و پاک باز، ہر دو تخلص داشت
پیر شاہ کمال نمبر شاہ جلال قدس سرہ شخصے بود گوشہ نشین از ملک متوسطین جوان
محمد شاہی منوطن شاہجہاں آباد، اکثر بہ ورد و وظائف مشغول بود۔ شنیدہ ام کہ دکنو
آمدہ برسو ہنا و کھن کہ قوال بچہ مشہور اند نظر اُفتے داشت عاشق و معشوق ہر دو ہمنام گویا
خود بر خود عاشق بود چنانچہ در عشق او خود گفتہ ۵

ہیں ندیاں مے کر آنسوے جو میں بھرمیں ویا کہے۔ ہے ساری بستی لائے کھن نے ہیں کھویا
جلوے تمہائے حسن کجنت میں پہ ہم کہاں تم تو سخن ہمیشہ ہوا فوسس ہم نہیں
نہیں یوسف کی گئی گرمی بازار ہنوز روح بھرتی ہے زلیخا کی خریدار ہنوز
راجہ رام نرائین، صوبہ دار عظیم آباد، موڑوں تخلص از شاگردان شیخ علی حزمیں
صاحب دیوان فارسی، بسیار خوشگو، آشنا پرست و سپاہ دوست بود، شعر ریختہ کم گفتہ بلکہ
گفتہ مگر در وقتیکہ خبر شنید شدن سراج الدولہ در شہر افتاد ہما وقت از البیدیہ این شعر منجا اندو

خبرداران خبر می پرسید و میگفت ہمیں شعرا زو بیازگار ماند ۵

غزالاں تم قوافل ہو کو مجنوں کے مرنگی و دانامر گیا آخر کو ویرانے پیکار زری

شیخ محمد محسن المتخلص بہ محسن جوانے است کہاں علم و حلم از اقرباے شیخ سراج الدین
علی خاں آرزو برادرزادہ میر محمد تقی، اہلش از اکبر آباد است تربیت و صحبت خانہ گوار
یافتہ در علم شعر مہارت بسیار و در الحال و سرکار نواب فلک جناب سالار جنگ بہادر فرزند
است از برب تکلیفات زمانہ مدتی شدہ فرجش را غلبہ بایں طرف نمیشود و در او اہل
انچہ گفتہ ہماں گفتہ پارہ از اہل بنگار شش می آرد

عجب نہ دوں میں تو بھلا کہہ کیا کروں
جس دن تری گلی سے میں نزم سفر کیا
کیا بانیسہ وہ تیغ کہ صہبے کہہ سہ نہیں
جان بلب ہوں میں بکھجائے نہ یہ جان نہیں
مرا رنگ روا است در زرد سے
یوسف مصر پہنچتا ہے کوئی
حرف تیرے عقیق لب کا شوخ
ہلک آکے دیکھ نہیں کچھ بھی حال آنکھوں میں
پہوچھ و دختر ز کی تو مجھ سے کیفیت

اک دل باطن میں تھا سوا سکو بھی کھو دیا
ہر اک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا
ہم کو تو تن بدن کی ہی اپنی خبر نہیں
دل میں حسرت ہی رہی جاتی ہے اراک نہیں
کہ یاں زعفران زائے بھی گر ہے
تجھ سے دلبر عنبر یزد لب اکوہیں
زندہ کرتا ہے نام عیسے گوہیں
پھرے ہے تپہ بھی تیرا خیال آنکھوں میں
لیے ہی جاتی ہے دل بیچنال آنکھوں میں

رباعی

جب تجھ محبت اپنے دل میں بویا
اس عشق کا موئے خانہ ویراں یارب
میر فتح علی ہندوستان و انصاف ضوئے زمان شاعر دلیر و سخن سنج بنظیر میاں محمد تقی
الترغی بہ میر زنت واق کا رخ بیا لش از طاتی سپر بر تزدگو بہر کان ضمیرش از جوہر ہر
عالی گوہر فکر عالیشان عین خوش آبی و طبع و دانش رہنمایت شادابی چراغ نشرش و
وساحت انش گشت شعرش چون دُر خوشاب و انداز سخنش بجا ب صفتل و ذکاے اوزنگ

زولے آئینہ خورشید پیش ضیائے اوروے رخشانِ ماو سفید از استادانِ صاب
 قدرت، طرزِ مابطر ز شفا فی، برادر زادہ سراج الدین علی خاں آرزو، ہمارا شاگرد
 دوست، متوطن اکبر آباد، جوان محمّد شہی، الحال درس اہمال آباد است بن اوقیت نصبت
 رسیدہ، تذکرہ متقدمین و معاصرین از تالیف او بیا دیگر ماندہ است، رباعی رِغزلِ دقیر
 ہجو و مدح ہمہ میگوید لیکن انچہ گوید از غزلیات کہ بسیار باند از دطر از دومی ترا و دیکہ گرم بارانی
 او ہمینست بسیار صاحبِ دماغ است و دماغِ اومی زید، خدائش سلامت باکرامت دار

از دوست

رو آشیان طائر رنگ پریدہ ہمت
 بیچارہ گریہ ناک و گریان دریدہ ہمت
 کیا نگہ کیے غرض اب و و زمانہ ہی گیا
 مگر گری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا
 نہ گی ظلم ہی تجھ سے نہ بہانا ہی گیا
 تو کہ جب پہلا ہوں میں تب اُسکا جی نکلتا تھا
 مے گلوں کا نشیما جھکیاں لے لیکر رو دیکھا
 یہ حسن اتفاق آئینہ تیرے رویہ و ٹوٹا
 میرا میرا سے کہ بہت پکار رہا
 کہ ہمایاں گنیر تر حشم کی
 کلی نے یہ سُن کہ تیرا حشم کیا
 عشق کا اپنے آخری دیوار دیکھنا
 تجکو بھی ہونصیب بہ گلزار دیکھنا
 تو ہمایاں کا ہے کو سو تیرا ہے گنا

کیا دن تھے وہ کہیاں بھی دل آرمیدہ تھا
 قاصد جو داں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
 تجھے ہر آن رے باس کا آنا ہی گیا
 ہم اسیروں کو بھلا کیا جو بہار آئی نسیم
 جی گیا میر کا اس لیت و حل میں لیکن
 جولے قاصد دو پوچھے میر جی ایدھر کو چلتا تھا
 مغاں مجھ مست بن پھر خندہ قفل نہود بگا
 کہاں آتے میسر ہو کہو تجھے خود نہا اتنے
 لگی میں اُس کی گیا سو گیا نہ بولا پھر
 شبِ حشر میں کم نظم کیا
 کہاں میں نے گل کا ہے کتنا نہارت
 آنکھوں میں جی مرلے ادھر یار دیکھنا
 عینا دل ہے دریغ جدائی سے رشکِ باغ
 جو اس شو سے میسر روتا ہے گنا

جسے ابر ہر سال روتا رہے گا
 ہمیں کچھ کہئے گا تو ہوتا رہے گا
 جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا
 تیرے بلا کشتوں کا ہم نے حساب دیکھا
 ہے خیر یہ صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا
 کیا یا رہرو سا ہے چلے رخِ سحری کا
 خانہ خراب ہو جو اس دل کی چاہ کا
 قصہ یہ کچھ ہوا دلِ غفراں پناہ کا
 تیغِ قتال کو سر چڑھاؤں گا
 کیا جدائی کو منہ دکھاؤں گا
 اک دن یونہی جی سے جائیے گا
 کسی دن آپ میں بھی آئیے گا
 کعبہ و دیر سے بھی جائیے گا
 کسے دیر لانے میں بنائیے گا
 فراقِ بھلا بہت جو باس کیا
 کیا پتھنگے نے اتنا اس کیا
 شوق نے ہم کو بے حواس کیا
 دل نے پھر زور بیقرار کیا
 آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا
 گھر بلا مٹھے اور ہم سے بچھا یا نہ گیا
 جی جو اچھا تو کسی طرح لگا یا نہ گیا

میر: ہر رونے والا چلا ہوں جہاں سے
 تو یوں گایاں غیر کو شوق سے لے
 بنیاب جی کو دکھایا دار کو کباب دیکھا
 دار کا نہیں ٹھکانا بابتِ سحر کی گم ہے
 لیکن ہی نام اُس کا سوتے سے چونک اُٹھے
 ہم میر بگر سوختہ کی جلد خبر لے
 گزرا بنا ہے چرخ سے نالا لپگہ کا
 یک قطرہ خون تو کے قرہ سے ٹپک بڑا
 طربِ مستند کتب جو آؤں گا
 وصل میں رنگ اڑ گیا میرا
 کبتک یہ ستم اُٹھائیے گا
 فکل تصویر بخود کی کب تک
 شرکتِ شیخ و برہن سے میر
 اپنی ڈیڑھ اینٹ کی بدی مسجد
 غل کو محبوب میں قیاس کیا
 صبح تک شیخ سر کو دھنتی رہی
 سو جہت کچھ نہیں ہمیں اُس بن
 تا بقدر انتظار کیا
 ہم فقروں سے بے ادائی گریا
 دل کتیں آتش سچاں سے بچا یا نہ گیا
 گل نے ہر چند کہا باغ میں رہ پراساں

کھلاشتے میں جو بڑی کایچ اُس کے میر
 مانند شمع آتش غم سے پگھل گیا،
 ہم خستہ دل ہیں تجھے بھی نازک مزاج تو
 میر غش کیا جو خط لے اُدھر نامہ ہر چلا
 یہ چھوڑ دیکھ کے رُخ زرد پر ترے
 مر گیا میں ملا نہ یا رافوسس
 رخصتِ سیرِ باغِ ہم کو ہنوئی،
 گل کی جفا بھی دیکھی دیکھی وفا سے بیل
 کی سیرِ جذباتِ گلچین نے کل حین میں
 ٹک لطف سوا کر کھیر گو کہو کہو ہو
 ہم تو اسیرِ کنجِ قفس ہو کے مر چلے
 جنونِ میر کی باتیں رشتِ اوگشتن چن چلین
 مطرب نے بڑھی تھی غزل اکِ میر کی شکو
 ہو گا کسی دیوار کے سائے میں پڑا میر
 مرتے ہیں تیری نرگس بیمار دیکھ کر
 جاتا ہے آسمان لیے کوپے سے یا س کے
 افسوس ہے کہ منظر اکِ عمر تک ہے
 ڈھب ہیں تیرے سے باغ میں گل کے
 جاے روغن دیا کرے ہے عشق
 سیر کر میر اس چمن کی شتاب
 رہی گفتمے دل میں داستانِ میری

سمنِ ناز کو اک اور تازیانہ ہوا
 بزمِ جہاں میں روتے ہی روتے میں گل گیا
 تیوری چڑھائی تو نہ کیاں جی بھگ
 یعنی کہ فرطِ شوق سے جی بھی اُدھس چلا
 کتاب ہے میر رنگ تو لچا اب نکھر چلا
 ہائے افسوس ہمد ہزار افسوس
 یونہی جاتی رہی ہزار افسوس
 اک مُشتِ ریٹے تھے گلشن میں جائے بیل
 توڑا تھا شاخِ گل کو بھکی صدا سے بلس
 سوتب تک کہ نیکو ہجڑوں سے تیری خواہو
 لے اُستِ تیاقِ سیرِ حین تیری کیا خبر
 نہ جو بیگل نے دم مارا نہ چھڑیاں بید کی ہلیاں
 مجلس میں بہت وجد کی حالت رہی سبکو
 کیا راجا نعت سے اس آرام طلب کو
 جاتے ہیں جی سے کس قدر آزار دیکھ کر
 آتا ہے جی بھرا دردِ دیوار دیکھ کر
 اور مر گئے ترے تئیں کیا ر دیکھ کر
 بگئی کچھ دماغ میں گل کے
 خونِ بیلِ مسرِ غ میں گل کے
 ہے خزان بھی سراغِ ہں گل سے
 نہ اس دیار میں تجھ کوئی زبانِ مبی

گئی ہے فکر پریشاں کہاں کہاں میری
 بھر آپ ہی آپ بچے کتا ہوں کیا کہوں
 ٹہنی بوند بھی ہے سوشلخ زعفران ہے
 کتنے ہو بات کس سودہ آپ میں کہاں ہے
 تم تو کرو صوا جی بندے میں کچھ رہا نہیں
 کعبے میں جا کے بیٹھیاں تیرا مگر خدا نہیں
 اس طرح کے رونے کو کہاں سے جگر آوے
 کہ بھر جھوٹا یہ یہاں سے لگئی گھما کر حراموں کو
 کہ گڑے زلفِ رخ کیا کیا بتاتے اس گستاخ کو
 گل دگلزار کیا درکار ہے گو مرغیاں کو
 کسی دیوار کے سائے میں منہ پر لکے داماں کو
 ہنسی و دل چاہے میری اور دنیاویوں چلا آئے
 دل پر خون کی اک گلابی سے
 رات گزرے گی کس خرابی سے
 ہم ہیں فارغ ہوئے شبتابی سے
 نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسی کی
 کہ اس سست پیاں میں بو تھی کسی کی
 مگر میسر کو آرزو تھی کسی کی
 آنکھ او جھبل پہاڑا جھبل سے
 دود و بچن کے ہونے میں اک بات ہو گئی
 نو میدی اور امید سادات ہو گئی

ترے فراق میں جیسے خیال غفلت کا
 آتا ہے جی میں حالِ بد اپنا بھلا کہوں
 نازِ حمیرا وہی ہے بلبل سے گوزاں ہے
 از خوش رزتا اکثر رہتا ہے میرا س بن
 سننے لگے ہو دیر دیر کیجیے کیا کر کیا نہیں
 نازِ بتاں اٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
 جب نام ترا لیجے تب چشم بھراؤ
 نسیم مصر کب آئی سوادِ شہرِ کندہاں کو
 گل و ٹکس ہے نیز نگِ قضا مت سرسری گزرتے
 کوئی کاناسریرہ کا ہماری خاک یریں ہے
 کیا سیر اس خرابی کا بہت اب چلے سو ہے
 یہ رسم آمد و رفتِ دیار عشق بازی ہے
 عمر بھر ہم رہے شہرِ رابی سے
 جی ڈبا جائے آج صبح سے ہائے
 کام۔ تھے عشق میں بہت پر مسر
 یہ چشم آئینہ دار رو تھی کسی تھی
 سحرِ بنجودِ پائے گل ہم کو لے آئی
 دم نزع دشواری جان اس نے
 مر گیا کوہن اسی غم سے
 کل اسے ہم سے اُس سے ملاقات ہو گئی
 کتنا خلافت ہم ہو ہو گا کہ وہ یہاں

فقیرانے آئے صدا کر چلے
 وہ کیا چیز ہے آہ جکے لیے
 دکھائی دیے یوں کہ بیخود کیا
 کوئی نامیدانہ کرتے نگاہ
 کیونکہ قصد جو وہ پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
 بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بہرے بنے
 اس کے کوچے میں نہ کر شور قیامت کا ذکر
 دل پر خون ہے یہاں تجھ کو گمان ہی شیشہ
 شیشہ بازی تو ٹھک اک دیکھئے آنکھوں کی
 جا کے پوچھا جو میں کل کارگاہ میں
 کہنے لگا کہ کدھر بہکا پھرے ہرے مست
 دل ہی سائے تھے یہ اک وقت میں جو کد گداز
 گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی
 لبت تک داغ دکھاویگی اسیری مجھ کو
 دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں
 بیکراری جو کوئی دیکھے ہے شکستہ ہے
 نہیں دسواں جی گنوانے کے
 میرے تغیر حال پر مت حبا
 دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
 بچہ کھینچے تھے داغ دکھائے تھے

میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
 ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
 ہمیں آپ سے بھی حُب اکر چلے
 سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے
 جان و ایمان، محبت کو دعا کرتے ہیں
 نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہیں
 ایسے ہنگامے تو یاں روز ہو کرتے ہیں
 شیشہ کیوں ست ہوا تو کہاں ہے شیشہ
 ہر فرخہ پر مری اشکوں سے رواں ہے شیشہ
 دل کی صورت کا بھی لے شیشہ گراں ہے شیشہ
 جس طرح کا تو چاہے تو یہاں ہے شیشہ
 شکل شیشے کی بناے ہیں کہاں ہے شیشہ
 چلتے ہیں رشک سے یوسفؑ کے خیرار کئی
 مر گئے ساتھ نے میرے تو گرفتار کئی
 دقت ملنے کا مگر داخل آرام نہیں
 کچھ تو ہے میرے کہ دم تجھے آرام میں
 ہائے رے ذوق دل لگانے کے
 اتفاقات ہیں زمانے کے
 اور بھی وقت ہے تجھ بہانے کے
 دل نے مدد بڑے اٹھائے تھے

کچھ سمجھ لے تجھے یاروں نے
اب جہاں آفتاب میں مسم ہیں
اجرت میں نامہ بر کی دیتے ہر جان تلک تو
افسانہ غم کا تلک آیا ہے مدتوں میں
دیکھیں تو تیری کبتک یہ کج ادائیاں ہیں
تلک نیکے سو برس کی ناموس خامشی کھو
کام آنے کا نہیں ایک بھی یار آخر کار
جسم را دیکھ کے تلک کچھ جوین میں زر گس
ڈالے اُپھلے ہے آفتاب ہنوز
مدت سے تلک ہیں یقین آنکھیں در حرم سے
اندنوں یاروں کی نظروں سے نہاں ہوتی ہو

کس توقع پہ دل لگائے تھے
یاں کبھی سرو و گل کے سائے تھے
اب کارشوق اپنا پنچا ہے یاں تلک تو
سو جائیو نہ پیارے اس داستاں تلک تو
اب ہنسنے بھی کسی سے آنکھیں لڑائیاں ہیں
دو چار دل کی باتیں اب منہ پر آئیاں ہیں
ہاتھ سے جائیگا سر رشتہ اکار آخر کار
آنکھوں میں جاتی رہیگی یہ بہار آخر کار
کبھی دیکھا تھا تج کو دریا پر
پردہ اٹھا تو لڑکیاں نظریں ہماری ہم سے
خوش رہو تیسرے مرجاں جہاں رہتے ہو

رباعی

ہر صبح غموں میں شام کی ہر ہنسنے
یہ ہمت کم کہ جس کو کہتے ہیں غم
ت کے جو بعد جی بحال آتا ہے
رہے دُور گئے جان یوں چلی جاتی ہوا

از احوال متاخرین وارث رقم دقات و عارث اجم حقائق حارسِ محروسہ
رہ رہے غم کی ہمت کی ہمت کی ہمت
ناتواں رہ رہے غم کی ہمت کی ہمت کی ہمت

ہر صبح غموں میں شام کی ہر ہنسنے
یہ ہمت کم کہ جس کو کہتے ہیں غم
ت کے جو بعد جی بحال آتا ہے
رہے دُور گئے جان یوں چلی جاتی ہوا

از احوال متاخرین وارث رقم دقات و عارث اجم حقائق حارسِ محروسہ
رہ رہے غم کی ہمت کی ہمت کی ہمت
ناتواں رہ رہے غم کی ہمت کی ہمت کی ہمت

آفریں سپرد نور اللہ مرقدہ - از دوست ۵

سیاہ بخت کے گھر کون ہے جولاؤ حریف مرے مزار پہ جلتا ہے دل بجائے چراغ
شکل کہ پہنچے اس صفِ ترکان میں ان نصیب کیونکر سپاہی جائے فرنگی کی بارگاہ میں
مولوی غلام حسین المتخلص بہ محضول الہ آبادی، عالم بنیظیر و فاضل خوش تقریر

میا ز میدانِ دلائل چابک سوارِ عرصہ فضائل، شاہِ فارسی بزد، بندہ بادے ملاقات
نہ کردہ لیکن اکثر از زبانِ یاران آں دیار و صفِ آلِ بزرگوار شنیدہ، درادائل چند سے
ریختہ ہم گفتم طبع و درمند داشت، از کلامش ظاہر است، صلش از شاہجہاں آباد بدو بر آ
تخصیص علم در آں شہر آمدہ استقامت نمود از یکہ مدتہ ماند مشہور بہ الہ آبادی شازدہ

جان بجاں آفریں سپرد رحمہ اللہ ۵

زمین پر مدت ٹپک سکونہ ہی یہ سگ نہ سن ہی ارے ابو ہریرت یہ کسی کجبت کا دل ہی
کوئی نہ منع کرو اس کو مے پرستی سے اہی یہ نامِ خدا عالم جوانی ہے
یہ نہیں ممکن کرے زاری دلِ ناکام کم گریہ آنکھوں میں نہیں باقی ہے بہر نامِ غم
جب سی دل لگا ہی زلفوں میں نہیں گناہ آہ عید کو لینے نہیں دیتا یہ کافر دام دم
بات کہتا غیر سے اور دیکھنا ہر دم ہمیں سب سمجھتے ہیں پیارے یہ تری ایہ نامِ غم
میر قمر الدین المتخلص بہ منت از عجیب زادہ اے قصبہ بسولی ہمراہ نواب عابد الملک

بجالی خوبی بسر میرد حقائق سلامت دار داد از دوست ۵

منت ایسے کہ دل دیا تو نے اے مریجاں کیا کیا تو نے
شیخ غلام احمد قادری المتخلص بہ منشی ساکن دادری سہ کار نارنولی کہ قصبہ است از
دار الخلافہ شاہجہاں آباد، از شاگردانِ مرزا مظہر جان جاناں پیشہ واقفِ تخلص داشت
جون از شاہ واقف واقف شد منشی "نمود در انشا پردازی خیلے مربوط است شعر فارسی خوا
مگوید در ریختہ ہم، از چندے وار فیض آباد است، خوش اوقات، پاکیزہ صفات، تلاشِ حرف

تازہ می زاید خدا سلا متشش دارد - از دوست ۷

سحر تیرنگ سے کر مرے دل کو نساں اپنا کہ میں زبان کیا ہی تجھ کاں ابرو پہ جاں اپنا
پیر الیتا ہے نقد من کو آئینہ آنکھوں میں خدا کے واسطے ملک کر جیا کو پاسباں اپنا
گر بیارہا ہے زخم دل تری بیدار کا ظالم کہ ترک نہ ہے آب تیغ سے ہر دم دہاں اپنا
نہ پہنچے بجو آفت ہرگز اس گورنگی گردش سے زمین خاک ری کو کیا میں آسماں اپنا
مسا فر تخلص نید انم از کیت و کجائیت اینقدر مید انم کہ از معاصرین من است یک
شعر از بگوش خورده از کلاش چاشنی تصوف می آید از دوست ۷

اب چھوڑ کر کشت جو کبے کو جائے واں بھی یہی صنم ہو تو کیا منہ دکھائیے
شیخ ولی اللہ تخلص بہ محب مردیت لڑکری پیشہ خوش اندیشہ اشلش از شاہجاں آباد است
از شاگردان مرزا محمد رفیع سودا سخن او خالی از لطف نیست پیش ہر ماں خاں بطرف فتح آباد
بسر میرد از دوست ۷

عارض اُسکے تھے عرق سے یوں سحر بھیگے ہوئے جلی خنم سے دد گلبرگ تر بھیگے ہوئے
اشک سے ترگاں ہو خنم تجھ تک پہنچتی نہیں نگاہ مانع پر داز ہیں طائر کے پر بھیگے ہوئے
میاں کاظم علی التخلص بہ معقون از جوانان الہ آباد است گاہ گاہے نماید از دوست
سکایت کیا قیوں کی کہوں اس لاؤ بالی سے سمجھتا ہی نہیں کچھ نیک و بدہ خور دسالی سے
شاعر درد مند و گداز حافظ فضل علی التخلص بہ ممتاز سر رشته طرز کلامش استوار و
گل فکر بانش رنگ لالہ زار سخنش شاعرانہ و طرز نش استادانہ مردیت حافظ قرآن
از شیخ زاد ہائے شاہجاں آباد از تلامذہ مرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ شنیدہ ام کہ الحال
بطرف دکن رشتہ - یک مثنوی سیم بہ لاطی نامہ خوب گفتہ کہ سلا بردار تا بہ عصائے
کلیم رسانیدہ - سب سے مانند شاخ گل برو گلہائے فکر و اندیدہ چند بیتے از اں بیاد است
من مثنوی ۷

ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ پہن
 کوچ و مقام اُس کا سب اپنے ہاتھ
 ہاتھ میں رکھتے ہیں اسے ہوشمند
 سمجھتے نہ کیے جہاں شہر و تیغ
 اتنا کم آزار اور اس شفیق
 کس میں یہ توفیق ہے کہ جو خیال
 چوب نہیں دلبر خوشخو ہے وہ
 اسکے گھرانے کو جو کیجے خیال
 کوئی تو ہے خامہ معجز طراز
 کوئی تو ہے ہر سر تیغ و شمشیر
 اُس نے گھرانے کو بڑائی قدیم
 بیدہ رکھنے سے وہ دارستہ ہے
 غرض ازیں قبیل بسیار گفتمہ و درہائے معانی سفتہ من اشعارہ
 ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا
 عشق کے غم سے کوئی بیش مقدم نہ سمجھ
 ڈروں میں کس لور بخش سیاریں کیا تھا
 جناے یا نے کس طرح کر دیا میوس
 تھے ہی واسطے اے عدم سے ہم یاں تک
 کوئی ہزار دعا مانگے یا کرے تعویذ
 میں تیسے دل کو رکھتا ہوں ایسے نہیں
 کیونکے سر سبز ہوشا ہی دگدائی کی ہوں

سب سے ہے ممتاز کو لاٹھی عزیز
 جب کہیں چلیے تو ہے بے عذرا تھا
 ڈرتے ہیں سب اس سے درندہ اور گزند
 اُس کو لگا بیٹھے والے بی ریغ
 اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
 ہاتھ پکڑا کرتے کو لیوے سنبھال
 یار ہے وہ قوت بازو ہے وہ
 چھوٹے بڑے جتنے ہیں سب ہی کہا
 کوئی شکر ہے نے نعمہ سراز
 نام بزرگان بہ بزرگی علم
 دال ہے اعجاز عصائے کلیم
 راستی اپنی پہ کسر بستہ ہے
 ہنوز جو صلہ با تو ہے آشنائی کا
 یہ عجب طرح کی شادی ہے اسے غم نہ سمجھ
 میں خباں کو جو رد وں بہار میں کیا تھا
 اور اپنی خاطر امید دار میں کیا تھا
 وگرنہ ہستی ناپائدار میں کیا تھا
 لکھا ہوا نہ مٹے کوئی کیا کرے تعویذ
 کہ آشنا کا دیا آشنا کرے تعویذ
 رہی آہ مرے دل میں خدائی کی ہیں

بال و پڑ توڑ کے جب تو نے نفس کو سونپا
 طالبِ وصلِ بتان پھر بھی ہوا ہے ممتاز
 گزرا کبھی شاید کہ وہ میاں میں
 اک دہریہ ممتاز سے چھپا کہ توصلِ بارغ
 اتنا ہیں کما سسکے مری بات کو بھرا
 ہمارے رونے میں دل سے بخارا اٹھتا ہے
 ہے اندنوں دلِ نالاں فرنگ کا گڑیاں
 عشق میں عرضِ تمنا مانعِ دید ہے
 دل کے بچانے کی کچھ خاطر پر اپنی تو نہ لانا
 یاد اُس شمع کی اس دل میں بھری رہتی ہے
 گو کہ آنسو رہے تو بھی ہے یاں، نم باقی
 مدت، ہنریہ تو ہونا زماںِ مد و بخت کی شرط
 جو کیفیتِ نوے میں تو کیا خار میں ہو
 جدِ پتنگ تو روتی ہے اس کے حال پہ شمع
 کر تو خبر نصیحت، کا ہم پر لے ممتاز
 بے نیازی عشق کی وہ کچھ تمھارا ناز یہ
 از موز و نانِ جہان و خوشدیانِ زماںِ حاضر صاحبِ ہر باںِ محترم خاںِ متخلص بہ
 محترم چلنے است خوش معاش و بارِ باش لو کر ہی پیشہ ہمراہِ برادرِ خود خواہ
 ممدیٰ خاں کہ صاحبِ رسالہ دسر کا رنوار اقامتِ علیخانِ بابر و عمدہ روزگار ماندہ
 ہمہ بہ اور انشِ شوقی شعر دارند، درآں مہال از ہمہ طرزِ کلامش مؤثر، از شاگردانِ
 شاہِ رکن الدین، عسکری تخلص، با فقیرِ بارِ آشناست، خدائیش بسلامت وارو۔

وہیں آخر ہوئی صیادِ رہائی کی ہوس
 دل میں باقی کی کچھ اک داغِ جدائی کی ہوس
 آتا ہے نظر جامہ گل چاک چمن میں
 ہلک غنچہ گل دیکھیے اور تاک چمن میں
 بن یا کر دوں سیرِ چمنِ خاک چمن میں
 کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے
 رہے رہے کبھی آج بھی پکار اٹھتا ہے
 میرا ہی دستِ دعا منہ پر مرے دیوا ہے
 چپ تورہ ممتاز چہرہ دیو لگا آخر یار ہے
 لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے
 چشمہ ہر خند کہ ہو خست تری رہتی ہے
 قابلیت جو ہے ممتاز دھری رہتی ہے
 جو رنگ و بو ہو گل میں تو کیا بہار میں ہو
 بلا سے یہ بھی کہیں طور اپنے یا میں ہو
 سخن تو کہتے ہیں اس سے جو احتیاط میں ہو
 اُس کا کیا انجام ہو گا جس کا ہی آغاز یہ
 از موز و نانِ جہان و خوشدیانِ زماںِ حاضر صاحبِ ہر باںِ محترم خاںِ متخلص بہ
 محترم چلنے است خوش معاش و بارِ باش لو کر ہی پیشہ ہمراہِ برادرِ خود خواہ
 ممدیٰ خاں کہ صاحبِ رسالہ دسر کا رنوار اقامتِ علیخانِ بابر و عمدہ روزگار ماندہ
 ہمہ بہ اور انشِ شوقی شعر دارند، درآں مہال از ہمہ طرزِ کلامش مؤثر، از شاگردانِ
 شاہِ رکن الدین، عسکری تخلص، با فقیرِ بارِ آشناست، خدائیش بسلامت وارو۔

از دوست

جود دل گرے اہل دلوں کے وہ کہ ہر
 اہم سیر کو کہاں جابین
 کوئی تیرا خیال جاتا ہے
 مٹنے کی میاں تری موت کر
 سوا بارگربوں پر آسری جان پہنچے
 پیچھا تو جنوں کے آنے لگے ہیں مجھ تک
 جس نے دیکھی ہو یا رکی صورت
 محترم کیا میاں کروں تجھے
 خون ہو کر سرشک ہوتا ہے
 پونچھوں اس کو اگر میں دامن سے
 یعنی جیتی نہیں ہے آنکھوں سے
 دنیا کا دین کا نہ ادھر کا نہ ادھر کا
 یار بن سونی ہیں سبھی جاہلین
 دل کو ہر چند یار سمجھائیں
 بجاتا ہے ہائے دل تیرس کر
 تو بھی نہ دیکھنے کو رہ بدگمان پہنچے
 شاید بار کے دن نزدیک آن پہنچے
 کب خوش آئے ہمار کی صورت
 اس دل داغدار کی صورت
 اُس میں ہوتی ہے یا کی صورت
 شکل پکڑے نگار کی صورت
 ہائے ری ہائے یار کی صورت

مجنوں مخلص شہسب در غلیم آباد طبع موزوں دار و شعر خود را پیش میر
 ضیا سلمہ اللہ میگز راندا زنداتی کلا مشک بوے دردندی می آید از دوست
 جی مرا از بس ترا محو خیالی نور بختا
 دن میں سو سو بار اُس کے رو برو جانا مجھے
 کتنا سمجھا دو کوئی شوخ مرا سمجھے گا
 خط تو بھیجا ہے پر اب خوف یہی ہر دل میں
 اتو بھولا ہے تو بوق یہ بتاں کی مجنوں
 پتیری تو گرد کو بھی نہ ہرگز صبا لگی
 نہ ولی ہے نہ جگر داغدار پہلو میں
 دل سے جو شعلہ اٹھا تھا سو چراغ طور کا
 اس میں سودا کی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے
 مجھ پہ چو کچ کر گزرتی ہے وہ کیا سمجھے گا
 نہیں نے کیا اسکو لگا اور وہ کیا سمجھے گا
 پر کوئی دن کو مرے یار بھلا سمجھے گا
 اے میری خاک چٹکوں کہاں کی ہوا لگی
 بہا ہے آگے کوئی سقیہ بار پہلو میں

کہ بطرفِ خیر آباد است خیر آباد باشد۔ از دوست سے
 دیں جلد تیری جفا کو دل صد چاک میں ہم دیکھیں گر کچھ بھی وفا تجھ بت بیباک میں ہم
 نعرش پاکی نکلے راحتِ جان عاشق تیسرے قدموں سے جدا ہو کر طے خاک میں ہم
 نجات دل نہیں ہو چکے ہریت قاصدِ اشک پہرے حالِ پنہ کے صبح میں تجھے ڈاک میں ہم
 ابنِ مضمون بسیار خوب است لیکن بندش درست نیست ہر کہ محاورہ دانست
 مبدا نہ۔

خوش ہم عریانی سے استنہ ہیں برنگِ بوہر گل نکلے جاتے ہیں ٹھہرتے نہیں پوشاک میں ہم
 ”خوش ہم عریانی“ ناموزون است چرا کہ میم بار ارجاں سپیدہ است کہ عینِ چوں
 چشمِ خزاں از میانِ رم کردہ است و اس سخت عیب است نیز از دوست سے
 نہ پھرے نالوں سے راتوں کو معینِ ن آنچہ آہ کینک بینگے گردشِ افلاک میں ہم
 یہ جانِ تابِ عشق سے جلی افسوس کسی نے آن کے اکدم خبر نہ لی افسوس
 نہ آیا یادِ پوری بھی اب ڈھلی افسوس
 مضمون اس کے از خاطر رفتہ است۔

ایں محاورہ درست نیست، مردمِ شاہجاں آباد دوپہر ڈھلی میگوبید نہ دوپہر
 مگر مردمِ بیرونجات۔

اٹھائے لیتے ہیں اہلِ محلہ اس کہ آج معین سے چھٹی ہی سیالے تو ہی گلی افسوس
 بیتاب ہو رنگِ جو فاقوں میں ہو شمع یاب کوئی اسیرِ بیتِ خانگی نہو
 مضمون خوبے یافتہ مگر لفظ بیتِ خانگی نامانوس است فقیر دیہج جانشیدہ،
 میاں یہ آہی ہر یک کو منہ دکھاتی ہے تو اسی قبضے کیوں انگڑیاں ڈھاتا ہے
 شاہِ مجنوں مجنوں تخلص، تو سلم، نمیرہ بشن ناتھ کہ دیوانِ محمد شاہ بود پند
 خیر ہاں مذہبِ داشت این غریب مسلمان شدہ لیکن تامل پورے کفر و نفاق از دلش

زلفہ سرو با برہنہ با حال پریشان میگردد بیشتر حسرت تخلص داشت بعدہ حافی نہ و چون صحبت میرانشا را اندر رفت مجنون تخلص کرد، خود را از شاگردان میر تقی می شمارد لیکن ہماں مثل است خر عیسے اگر بیکہ رود، از دست -

پھر اب یہ چو نیلا ہے کل دوں قرار ٹھہرا کتاب ہے مجھے چل بے تو کب کا یار ٹھہرا
 بوسے کے بدلے گالی دے بیٹھا مجھ کو چٹ سی تو اپنے منے سے ابھی بے اعتبار ٹھہرا
 بدیع الزمان خان التخلص بہ تخلص جو آنے است حین عمدہ روزگار اصل او اتہ
 شاہجہاں آباد است مدتے در خدمت فراشخانہ سرکار نواب عالیہ سرفراز بود از
 چندے معزول شدہ بوطن خود رفت، ارشاد گردان شاہ و اہل، جستہ جستہ خوب
 میگوید با فقیر نیز آشناست خدا سلامت دارد ۵

ہاں نکلتا ہر کجھو نامہ جگر سے باہر اندنود، تیرتی ہے تاثیر اثر سے باہر
 شبکو خورشید صفت صبح کو مانند لال دیکھنا اُس کا تو ہے شام و سحر سے باہر
 یجا تو دل کو یوں تو ترا اعتبار ہے پر شہر اس زمانے میں تو لڑتا ہے
 محمد علی خاں ولد نعیم اللہ خاں مشہور بہ مرزائی مردیست بکمال قابلیت و انسانیت
 خوش معاش و عمدہ روزگار و سرکار نواب عالیہ انٹر نیڈ مات و دد دست سرفراز
 میشود و در علم موسیقی ہم دستے ہم رسانیدہ و زینتے پیدا کردہ بیشتر مشغول بہمن است گاہ
 گاہے دوسرے شعر ہم میگوید قفقالی سلامت دارد ۵

رباعی

جو کوئی کسی کو یار کلیا دے گا یہ یاد ہے وہ بھی نہ کل پا دیگا
 اس و در مکافات میں نہیں ای غافل بیداد کرے گا آج کل پا دیگا
 مرزا علی نقی محشر تخلص از کشمیر است در بدوہ لکھنؤ استقامت دار و لیکن قبی
 کہ تخلص قیامت دارد سلامت باشد از دست ۵

دریا میں لیکے لاش کو میری بہادیا قاتل نے میرے قتل کا یہ خواہا دیا
 بہارستانِ باغِ سخن دانی و جہنستانِ گلزارِ معانی شیخ بہدانی المتخلص بہ مصحفی
 طبعِ روانش جدولِ کتابِ فصاحت و فکرِ بیانش مسطرِ بیاضِ بلاغت، رنگینیِ نظمِ سرخی
 بابِ گلزار، وچیدگیِ الفاظش چوں سنبُلِ بوستانِ ازنجبا سے امروہہ مولدش اکبر پور
 کہ قصبہ است وطنِ بندگانش از قدیم متصل دہلی الحال در شاہجہاں آباد بہ پیشہ تجارت
 بہر سیر و از دیوانِ ادو دوسہ جزوِ نظر در آمدہ قصیدہ و غزل و مثنوی ہمہ خوب، کلامش
 بیشتر شاعرانہ، از تخلصِ او معدوم ہے شود کہ مردے صلح است، بر لے جامِ پیر مثنوی
 خوب گفتہ چنانچہ ایں چند شعر قلمی سے نمایہ از مثنوی دوست ہے

ز بس آئینہ رو ہے طفلِ حجام نہیں بن دیجیے اس کے دل کو آرام
 جو دیکھے انگلیاں وہ گوری گوری بنے خورشیدِ پانی کی کٹوری
 دو جس کے روبرو ناگاہ آیا اُسے حیرت نے آئینہ دکھایا
 ملائب آئینے کو اپنا نائی بنائی چار ابرو کو صفا نئی
 نہ گھینچے خسامہ مواسکی تمثال کہ وہ سے عاشقوں کی ناک بال
 سنے ہر مصحفی اب تر بھی نی انحال منڈا کر سر کو ہوجا فارغ البال

من غزلیات

برہم زن تقریر نہیں پسرو جواں کا جوں غنیمت میں غنقدہ ہوں بچ اپنی ہی زبان کا
 پیری میں ادب بھی ہوئے غافل ہزارِ حیف بے اختیار لگیں ہم کہ یہ خواب صبح
 گل گتر سے جہل مری، نوید کے آگے سر سبز ہوش گرد کب استاد کے آگے
 ایک دن رے کے نکال دیتی ہیں انساں گفتِ دل اس ملک دامنِ محراب سے جہاں آلودہ
 تلخ ہو جالینے میں اس کے مزا سے کچھ اور چھپر کرگالیاں کھانے میں مزا ہے کچھ اور
 مارڈالا ہے مجھے زلف کی دکن کے نشیں بیو فاتیہ بھی کتا ہی جانا ہے کچھ اور

کوئی دم تو بھلا ضبطِ نفس کر
 نہ اتنی سی لے بانگِ جرس کر
 مجھے تو اس جہن کا غارِ خس کر
 کرتا ہے کب ہمارے وہ سوال پر نظر
 مشتاقِ بوسہ رکتے ہیں مُنہ ل پر نظر
 جب ہم کرینگے نامہ اعمال پر نظر
 نہ ترا پیار بھلا اور نہ ستم ہیں ہمیشہ
 کہ سمجھتے ہیں تری بات کو ہم ہیں ستر
 ہے اسی ڈھب پہ لگا د غلط اندازِ ہنوز
 چین دیتی ہے نہیں شوخی پر دازِ ہنوز
 مجھے غافل دہرا آئینہ پر دازِ ہنوز
 لہو بھرا تارِ دامن ہے ہم کو ہستائینہ
 سولے ہند کے دیکھی نہ خاکِ قابلِ خیز
 سارن کا ساگر ہے ہر میار، مچھ پتہ تو ہر روز
 آرہتی ہے اس بات کی ہم تک بھی خبر نہ
 جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم غمِ مفروز
 ہو کو بتر کی طرح آپ پر فشاں کاغذ
 بھیجے تہتے ہیں نہ غریب سے نہاں کاغذ
 بیچنا یا رکھنا نہیں آساں کاغذ
 چلیں، جہن سے تو ہوتا ہے غارِ دامگیر

دلاتا چند آہ و نالہ بس کر
 کوئی خوابیدہ ہم سے جاگتے ہیں
 جہاں کا گل بنے وہ شوخ یا رب
 ہے اس کی آئینہ میں خط و خال پر نظر
 قلیاں ہوا ہے جبے لب یار کا ندیم
 اک حشر تازہ ہو دیگا دیوانِ حشر میں
 یاریہ دونوں اگر کم ہوں تو کم ہیں ہتہ
 او نا فہم مریجاں کوئی کیا سمجھے
 آچکا خط پہ سرِ مونہ کی نازِ ہنوز
 بے پردہ بال کیا تو بھی نفس میں جھک
 ہوں میں لے مصحفی آئینہ تیرنگ و لے
 ہے دلبروں میں تو ہی عاشقوں کا اک خوریز
 اٹھا غبار تو وہ بھی ہوا مشابہِ خط
 بادل سے برستے ہیں مے دیدہ تر روز
 اغیار کی مجلس میر جو تہ جاتے ہو شب کو
 لے مصحفی اُس کو چے میں دل سبک لگا ہر
 شوق سے لکھے اگر جانبِ جاناں کاغذ
 دل بہ دل راہ جنس ہوتی ہے وہ آپس میں
 پرینت پڑنے جو کوئی ہو سوئے نامہ شوق
 ہوئی ہے سبک یہ فصلِ بہارِ دامگیر

سمجھ کے رکھو قدم دل جلوں کی تربت پر
 واقف اے پیک نگہ دیدہ تر ہے درپیش
 لہیران کی مے دیکھیے صورت کیا ہو
 کسے ہر جوں جوں اپنے حُسن کے وہ شمع آرائش
 نہیں کچھ مٹھی اتنا تو مٹس سوچتے کیا ہو
 دیکھ لیتے ہیں ہم اس گاہ گاہے ردِ گل
 نہ نہاں دلِ جگر زخم نمایاں کے تلے
 آشیایِ بندہ کی تکلیف نہ کہو ہوس
 فصاحب بیان و بلاغت نقان بہار پیراے عبارت خوش الموب حین آرا
 معانی مرغوب مرزا غلام حیدر مختص بہ مجذوب خلف استاد استادان مرزا فتح
 سودا سلمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ دیر آشناست لیکن باہر کہ آشناست آشناست علو
 طبعیتش با وجہ سخندان بنجاموشی مربوط و مزاحش بحال کم گوئی مبسوط، الحق
 خاموشی کہ داشت از کمال داشت آب گہر مہج صدا یت آشنا
 گاہ گاہ از غزل و شعر فکر مے سنایا، خدا بش سلامت دارد از دست
 اشک آنکھ میں ہو عشق سے تاملیں غم ہے
 چھوٹے اگر قفس سے تو خاموش مصغیر
 چہر میں حُسن کے باب وہ کل اندام لے آیا
 عجیب سے اپنے دل کی باز محبت میں
 خواباں سے بچہ دل ملا کرے مے گم
 مباد ہو کوئی تیرا شنہار دامنگیر
 دن ہیں برسات کا دورہ میں خطر ہے درپیش
 اتہواں آئینہ ہی آٹھ پھر ہے درپیش
 ہمارے عشق کی ہوتی ہریاں اتنی ہی افزائش
 بطور امتحان کیجیے کبھی اس سے بھی فرمائش
 تباہد یہی سلامت چاک دیوارِ نفس
 جس طرح لالہ کیوں ہو گل خنداں کے تلے
 گر رہینگے کسی دیوارِ گلستاں کے تلے
 یہ گاہ از غزل و شعر فکر مے سنایا، خدا بش سلامت دارد از دست
 یہ گھر ہے وہ خراب جو آتش سے نم ہے
 میاں نے سنایا تیرا تو ہم رہے
 ادھر غنچہ صراحی اور ادھر گن جام لے آیا
 جو کوئی صبح اس کو لگیا تو شام لے آیا
 دھڑکا ہے یہی کہ کسا کرے گاہ

یا دہی کچھ نہیں کہاں - چپے
 میں بچہ تو یا رکم نہیں دوچار کے لیے
 جنت میں تیرے سایہ زیوار کے لیے
 پھر یمن سے عجز ہے زنا کے لیے
 جہاں وعدہ اُسے عالم سے ہو دیدار کا
 تصور دلیں نت رہتا ہی اس دلدار کا
 جس نے جہاں میں آن کے مساک کی ہوس
 لگا مندی کو ہاتھوں میں یہ ظالم عید تڑپیں
 تمہارے ہی سخن کی ٹلکے سب تائید کرتے ہیں
 عین میں گرتے نالے کی ہم تقاید کرتے ہیں
 غیر کی معلوم ہوگی چاہ دن دوچار میں
 یا داؤے گاجے اللہ دن دوچار میں
 سرو میں ہم نے گلے اب تک پھیلیاں کھیلیاں
 بھلا تم زہرے دکھو اثر ہوئے تو میں جانوں
 مے پیاں میں کچھ نوع دگر ہوئے تو میں جانوں
 تم اپنی رلف اکھو لوسے ہوئے تو میں جانوں
 دو لگا اُسی کو دل جو طرح دار ہو کوئی
 یا رب مری طر نہ گرفتار ہو کوئی
 حق کا نظر پڑے ہے یہ اسرار گاہ گاہ

شکر ہم اس طرح جانے چلے
 چاہوں مدد کسی سے نہ اختیار کے لیے
 طوبے کے نیچے بیٹھ کے روؤں گارزار
 مجذوب ہر سبجہ و منت تھی شیخ سے
 ہمیں کیا لطف ہی منہ دیکھنا واں یار کا لینے
 کیا ہے دل نے مستغنی وصال یا سے ہمو
 گھرا من کا اُسی کو ملا آسمان تلے
 بتاں خرابانی عشاق کی تمہید کرتے ہیں
 کہو کس طرح تم سے بحث کریں پیش یجاؤں
 بھڑک اٹھنا ہے شعلے کی طرح ہر نخل بھیل
 خط بھی نکلے گا ترے اہبار دن دوچار میں
 اتنے مجذوب اس صنم کے قول پر بھولا ہی تو
 آہ میں اپنی شمر ڈھونڈی ہے مجذوب
 عداوت کی تمہاری کچھ اگر ہوئے تو میں جانوں
 تمہارا ہے جو عہد و وفا اس کی تم جانو
 نہ اندیشہ کرو پیارے کہ غیب ہی وصل کی تمہوی
 اشراف یا کمینہ طلب گار ہو کوئی
 نہ سایہ چین میں نہ صیاد کے حضور
 - دیکھوں ہوں نقاب میں رخسار گاہ گاہ

ہر وقت کی طلب سے مبادا سے ہو قدر
 گزے ہے یوں خیالِ وطن جوں کر ہو یاد
 طاقت کہاں کہ حال کے اب غیب سے
 رسوا تو یہ ہوا ہوں کہ ناصح کی بات کا
 آدے بھی میسا مری بالیں پہ تو کیا ہو
 مجدوب ترے عجزِ تکبر سے ہوں نالاں
 خور و جفا یہ یار کی دل مت نگاہ کر
 مجدوب گر ہے خواہشِ عشقِ تباں تجھے
 ہم سے ہو خفا غیر سے برباد کرے ہے
 زلفوں کی گرہ دینے سے کچھ ذمہ لے یار
 اعجازِ جو تجلب کے کرے گوشِ فلک پر
 پھرتا تجھے خورشید جو دیکھے بس ربام
 تیری ہی سن کر رہتا ہوں میں سخت ایک
 خط لکے پر یہ کثرتِ عشاق پھر کہاں
 بد کہنے کو کسی کے معیوب ہانتے ہیں
 خاطر میں کون لائے میرا سخن کہ مجھ کو
 میر غرض علی الصلح از شاہ جمال باد است مروّشاش و بناش کشادہ پیشانی خوش معاش
 متواضع دیا بکشت شاعر بنظرِ مثنوی خوش تحریر مخزن اشعارِ غرّامعدن انشا و اتمام

لہ اس نذیر یہ فطرت سے لکھا ہے۔ لیکن صبح ہمارے ہونے ہی۔

مدعا رطبیب خوش نصیب بجزاات قریب بغایات یزدانی از راه قدر شائعی نکتہ دانی
خان عالیشان خلف حافظ رحمت غایت خاں غفر اللہ لہ سد صدر و پیہ میداد چندے در
بریلی اقامت داشت الحال معلوم نیست کہ کجاست از شمار سخیست او کم نظر آمدہ مگر
ایں چند بیت کہ در تنیبت شادی خان بلند مکان محبت خاں سائہ اللہ در زمین قصیدہ
لیک ٹیک گفتہ چنانچہ بنگارش می آید بعضے مضامین تازہ یافتہ و زبان افغانہ بہت
خدایش سلامت دارد از دوست ۷

پھر ہی بادل شد گاں در پے ازار فلک
ماد نے کھول دیا ہے کفِ سیہیں اپن
نشہ عیش سے ہی سرویاں تک سرشار
حسن کے خلوتیاں یزم خنامندی میں
محفل عیش میں بلبل نے بجادی شہنا
غمزہ یہ گرم کہ ہو برق زنِ خرمنِ عمر
چشمِ آشوب قیامت سے لکھا دے محضر
شعلہ حسن کی گرمی سے عرقِ زہرِ حبس
قلقل شیشہ یہ کہتا ہی کہ مت بیٹھ خموش
ساتی شوخ کے ہی کہ غینمت ہی وقت
شیخ اگر کچھ بھی ہو غیرت کی تری دل میں تگ
جشنِ نواب فلک رتبہ محبت خاں ہی
لختے زادوں کہ جو دیکھو تو بنگامِ سرود
وہ جو گلگون سواری کا ہی تیری مخصوص
مہِ نواں ہی اور کا ہسٹاں بحرِ قطس

متصل چہرے کے ہی ناںور پہ چھاتی کے ٹمک
دو سرا ہاتھ جو پایا تو بجایا دستک
کہ لیا چاہی ہے پچھنے کے نکلے ان کی گزک
شعلے سے باندھی ہیں پڑانے کے پاؤں پہ کفک
گوشتہ بنغ میں پچھنے نے اٹھالی ڈھونک
عشوہ یہ ظلم کہ ہو رہن قومِ نردک
صفِ محشر کو اٹ مارے ہی ہر ایک پلک
دیکھی ہو گی کبھی تاب میں موتی کی جھلک
جام ماری ہے صفِ بادہ کشاں پر چمک
ساغر عمر تو ابر نی ہے مت جائے جھلک
ساغر شیشہ اٹھا سمجھ دے سجادہ ٹیک
جس کی شادی میں ہیں سب جمع بزرگ کو چمک
مچ رہا ہی وہی غلِ رعشہ ہلک ہلک
کیا کون نصفِ بہاں عقل چلی جائے ہلک
اُس کی مدد ہی خاکِ پیہ مرصعِ لہرِ ہلک

لبایا جلدی کا اُس کی ہر کہ جوں مرغ دما ہاتھ اٹھانے میں گیا فرش سے لے خوش تنک
 گہ صورت کرے تصویر کو اُس کی منظور قبضہ وہم سے اڑ جائے ہی بے شبہ تنک
 ازیں فیصل تعریف ہر کیلے نمونہ بعد قصیدہ مرزا رفیع سودا دریں زمین الحی کہ
 خوب گفتہ است خان فیثاں محبت خاں خلف حافظ الملک حافظ رحمت حناں
 التخلص بہ محبت باوجود اسباب امارت طبع موزوں تواضع مقروں دار بعضی اوقات
 کہ آں منبع جو دو سخاۃ ردان شعرا بمضمون تازہ مائل میشود باصلاح خواجہ حسن نامیاں حسرت
 جرات نمونہ اشعار بر جستہ ادا ینمایا اکثر با صاحب سخنان زان از رطبت خوش خلقی صحبت
 میدار د از منتقامات وقت است سلمہ اللہ

آپ پاکچہ غیر دل کو چپ چپکے رقم کرتے ہیں یہ جو ہو جھوٹ تو ہم ہاتھ قلم کرتے ہیں
 مذکور جو مجلس میں ہوا درخش کسی کا سنتے ہی ٹھکانے نہ ہا مویش کسی کا
 تھا ارادہ تو نہ آتے ابکے ہم تیری طرف پر کریں کیا جو پڑا اپنا قدم تیری طرف
 غور کیو تک محبت کی نگہ سے حسرتیں نزع میں بنی دیکھتا ہو دمدم تیری طرف
 زلف سے تیری اتصال ہوا خوش مرا آج بال بال ہوا
 عاشقوں میں بے لکھا تو نے آج چہرہ مرا بحال ہوا
 غیر کے گھرنے دم رکھا تو نے دل محبت کا پائمال ہوا
 دیکھتے نمی جو کہ ہم عشق ابر بے تھے دکھ لایگا کوئی دن میں آپ تو اپنے کئے کو پائیگا
 جوں ہمارا دل ہیں لاتا تھا گلیوں میں تری اُس کے کوچ میں ترا دل اب تجھ لیجا لیگا
 کی کس نے دلا تجھ پہ یہ بید ادبیل میں سنتا ہوں جو ہر شب تری فریاد بیل میں
 بس یہ اسے کچھ جھکونیں سنگوہ جہنم کا بوسہ سو یہ اپنا ستم ایجا د بیل میں
 کیا دیوے گا کوئی ہیں تعلیم محبت رکھتے ہیں ہم اس فن کا تو استاد بیل میں
 حدویش کی خوبی تو تو ندر میں نہیں ہے اکیر میں جو کام بہتہ سوز میں نہیں ہے

دلبر تو مرا کل سے نہیں نا صح مشفق
نہیں ملتا ہی تو مجھ سے بُتِ خود کام کس عیش
یوں دیکھتا ہوں زلفِ سیہ قام کی طرف
جی چاہی بوسہ سے مجھے جی چاہے اور کچھ
ہوا سزا پر منظور کے ہونے سے بے ظاہر
جو چاہی ہوش تو بہوش ہو جامِ محبت سے
صاحبِ ہوش و گوش میری جان اتخلص بہ مدِ ہوش
قدس سرہ جوائے است خوشرو و نیکو از شگردان
میر سوز سلمہ ہنوز ابتدائے شمع
اگر زمانہ فرصت میدہد گاہے دوسہ شعر میگوید
بافقیہ بسیار آشناست
سلامت باشد از دست ۷

یاجس تازہ سحر تونے مراد دل خدا جاتے ہی اس کو یا ترادل

مردیت منتخلص بہ شہِ اقی از ملکِ متوسطین مولدے شاہجہاں آباد است
اکثر شعرا و دارطرافِ شہرِ شہوراند با فقیر در فیض آباد ملاقات شدہ است در احاطہ اپن محل
مسکن در دگاہ گاہے در بازار بر خوردیشود ظاہر بہ پیشہ معلقی جائے قرار دارہ عمرش
قریب شصت رسیدہ باشد لیکن با ایں بزرگی بعجز و انکار پیش می آید نامش از یاد رفتہ است
غرض منصف مزاج است چند اشعار اودست آمدہ بود بطور متوسطین میگوید ۷
ظالم سے جو دیکھا سو میں آزار ہی دیکھا
جب دیکھا اسے ہم نے تو بیمار ہی دیکھا
اب تو وہ رفتہ رفتہ بیدار ہو چلیں ہیں
جو رخصت تری پیار بندہ کی جی پارگی
جو کچھ ہم کو ہر اس نے ملنے کی دہشت
نہ لطف نہ کچھ مہر نہ کچھ پیار ہی دیکھا
مشتاق کو کیا غم ہے خدا جاتے یار د
جو ناز ساقی آگے نازک مزاجیاں تھیں
ہم غریبوں کی اگر تھے نہ کی غنوار گی
نہیں اس قدر دل لگانے کی دہشت

ابھی ل میں ہو روٹھ جانے کی دہشت
مکان پیدا کیا ہو دوسرے میری جان کیدھر
جہاں دم پہلے بایاں ہو تو پھر آہ و فغان کیدھر
تو تو اپنے حسن میں ہو ویراں مغر و ہے
سینہ و دل حسرتوں کی مابں ملک مہمور ہو
ہم ہیں اور تیری بیوفائی ہو
پھر جو دیکھا تو واں حسدانی ہو

ملا تو ہوں تجھ سے مرجبان لیکن
چلے تم میری چشمِ دل سے لے سرور و ان کیدھر
غینت جان لے مشاق یہ رنج و تعب یا پنا
پاس خاطر ہم غریبوں کی کہاں منظور ہے
جی میں خطرہ بھی نہیں تیرا گزرتا لطف یار
یا رب تک کہ آشنائی ہو
اپنی ہم بندگی پہ بھولے تھے

ردیف التون

از احوال ہلکے متقدین ملا توری از قاضی زاد ہائے قضیہ اعظم پر بود با ملا
فیضی کہاں ربط داشت شعر فایسی میگفت گاہ گاہے ہندی ہم میگفت از تذکرہ
محمد قایم ہین یک شعر یافتہ شد قلمی مینماید از دوست

تیرا کہس کہ خیانت کند البتہ ترسد بیچارہ توری نہ کر دے نہ ڈرے

تامی تخلص از نامہ دارن دیار دکن است بزبان شہر خود دیوان خوبے دارد چوں
بنیاد ریختہ اول از زبان دکن است بنا برین صاحب سخنان این فن و معنی شاسان
مغز سخن طرز زبان ہر دیار را معیوب نمیداند و پیروی معانی میکند حاصل کلام از
کلام نامی بوئے درمندی ہویدا است رحمہ اللہ از دوست

یعنی آپکے کی یاد سے غافل نہ کرو
دل ہاتھ لومرا مجھے بید نہ کرو
سب کچھ کرو پر ایک کھن دل نہ کرو
اور ان کے ساتھ تامی کو شامل نہ کرو

مجھ کو برہ کے پنٹھ میں کاہل نہ کرو
ہم دل دیا تمھیں کہ با روکھ ہیں
کار جلاؤ رکھ کر راضی ہیں ہم
اور ان تیری ہیں یا ہم ہیں تو رے غلام

سید شجاع الدین دیگر توری تخلص از سادات بلدہ ہجرت است توری بیشہ
مدتے بعد از روزگار در حیدر آباد سر بُرد از بسکہ قابلیت داشت و مردم آں زیار
و را نوقت قابل و دست بود نہ رفته رفته بہ تعلیم پسرِ زیرِ سلطان ابوالحسن ناما شاہ
مقرر گشت و عہدِ بچہ ہم رسانید آخر الامر حاسدان آں دیار او را بحبوت وزیر زادہ
متم ساختہ بچہ یارہ از اسباب غرت گزیدہ در بلدہ سر ہند استقامت ورزید چندے
بسر بردہ بر حمت آلتی پویت غفر اللہ از دست ے

نوری ایکے دل کی کسی سے نہ کہہ سکتا حاصل ہوا اب اس سے دوائے جوتھا سوتھا
از شعرائے قدیم مرزا علی قلی نیم از تخلص متوطن شاہجاں آباد مرد سے بہ د
بجاں قابلیت شعر فارسی و مرثیہ و ریختہ پنجابی میگفت

چنانچہ اکثر از مرثیائے او مشہور اندر حمد اللہ از دست ے

جداں میں تری ہم کیا کہیں کس طرح بتو ہیں بجائے موبدن و آگ کے شعلے نکلتے ہیں
بقیہ رشت کو ہے زندگی نقص کہاں مرچکے سیلاب تب کہتے ہیں یہ اکیر ہے
از احوال متوسلین | امیر شاہ کر ناجی تخلص محاصر میں آبر و اد اعل سلطنت
محمد شاہ مردے ظریف طبع بود اکثر از لطافت و ظرافت مرمان را بخندہ می آورد
و خود میخندید مگر تہمتے میگرد متوطن شاہجاں آباد بود تلاش صنعت ایہام بسیار
داشت کہ راج الوقت متوسلین بود و خدایش بیا مرزد از دست ے

نکین حسن دیکھ کر پی کا	رنگ گل کا لگا مجھے پھیکا
دیکھ موبن تری کمر کی طرف	پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
رکھیوت چشم کرم دولت اپنے خورد کی	لب صدف کے تر نہیں ہر منہ ہو گوہر میں آب
تری نگاہ کی گرمی سے لے کہاں آبرو	ہمارے سینہ میں تو داہر اہے تیروں کا
پیالہ پیوے ہے سونوروں سے	کھولے بے لب نہرا زوروں سے

نہیں دیکھ سکتا آسماں پھر ہم کہاں اور تم کہاں
 بیٹھے مرنے کا نہ کرو سو اس ہونا ہو سو ہو
 پاس میری تب تو آتا ہی جو دل پاتا ہے وہ
 تری بھادیں سنہی میری اہل ہی
 قیامت کا جودن سننے سے کھل ہی

جو آیا اپنے قابو میں تو پھر منہ دیکھا کیا ہے
 دیکھی ہیں میں نے پیاری آخر تمھاری آنکھیں
 لیچا جب دل کتیں منہ دیکھتا میں رہ گیا
 حیف ناجی کو پوچھا کس لہریں میں بہ گیا
 شمع رو ہے ہمارا موم کی ناک

یہ دن بہار کے ایجان مفت جاتے ہیں
 جنھوں سے وعدہ کیا ہی انھیں مچاتے ہیں
 عسارضی میری زندگانی ہی

زندگانی بہت پیاری ہے
 پر یہ مشکل کہ طالب زر ہے
 جو مسیحا کا نام لے کر ہے

یہ تو طالب کے ہیں اور یاں خدا کا نام ہی
 جیا ہو گا کوئی بندہ خدا کا

لیا ہی ذرہ ذرہ حسنِ ہر دیار سے کر چننا
 کئی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے اور تو نہیں چننا

نادر تخلص مرید بابہ رحمہ اللہ در کوئٹہ فیروز شاہ میاں مذہب ندرت سخن

کر لو کرم ای دوتاں پھر ہم کہاں اور تم کہاں
 آج تو ناجی سخن سے کر لے اپنا عرض حال
 غم نہیں گرد لبری کی دل کو لیجا تا ہے وہ
 تب تم یہ رقیبوں سے خلل ہے
 کیا فردا کا وعدہ سرودہ دے

ہو جب آئینے میں جلوہ گرت میں لیا بوسہ
 زلزل کتیں میں ہرگز لاتا نہیں نظر میں
 مجھ کو باتوں میں لگا کیا جانے کیا کہہ گیا
 ڈوب گئے کئی ملک جب کوئی لبِ دریا پہنچا
 جو کوئی کچھ کے پھل جادے

نہ سیر باغ نہ ملنا نہ میٹھی باتیں ہیں
 ہمیں تو بوسہ نہ دینے کا نہ کہکے دیا
 اُس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں

تجھ کو کیوں کر جا کر دوں ایجاں
 جان ہے جیوڑا ہے دلبر ہے
 لبِ جاں بخش آگے تیرے سخن

ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہی
 سخن سن اُس بُت کا فردا کا

پوچھو خود بخود ہی مارضِ خورشید کی خوبی
 بلند آواز سو گھڑیاں کتاب ہے کہ لے خافل

نادر تخلص مرید بابہ رحمہ اللہ در کوئٹہ فیروز شاہ میاں مذہب ندرت سخن

میگفت اشعارش لم بهم میرسد مثل مشور است کہ النادر کا معدوم فکر سر پایہ و
 سخنش با استادان ہمایہ خدایش بایمزد از دوست ۵

زلف کو کنا پریشاں عقل کی دوری ہو یہ ہر گردہ میں اس کو دل ہو گناٹھ کی پوری ہو یہ
 دلبر کیوں ہو چشم سے عاشق کی دور نہیں دل مل رہی ہیں چشم کا ملنا ضرور نہیں
 لپٹی ہی جا ہو مکھڑی سے خورشید رُ کے زلف اتنی بڑی ہوئی ہے یہ ذرہ شعور میں
 مرزا نور اللہ از مردم شاہجاں آباد بود کہ ہر یک فرنگی بچہ تعشق بہم رسانیدہ آوارہ
 میگشت یعنی کارش بود اکتیدہ بود دگر احوال معلوم نیست از دوست ۵

کبھی تو آکے مرے دل کے داغ کو دیکھو یہ یوں جلے ہے کہ جیسے چسراغ کو دیکھو
 علی نواز خاں مرزا مدد کو کہ از عمدہ رفقایاں عمدۃ الملک بود دند چا سچا المال دہیں
 شہر موجود نہ اس شعر بنام او شانیدہ شد خدایش سلامت دارد ۵

بار آئی سنی اڑتی خبر سی چمن میر آج ہے بیل کی برسی
 خواجہ محمد اکرم المتخلص بہ تزار از شاگردان میر تقی است فقیر اورانہ دیدہ ہمیں غل
 بنام او شنیدہ چنانچہ بنگارش می آرد از دوست ۵

کیا کیسے غرض صبر کا مقدور نہیں ہو اک نہ خم نہیں دل پہ کہ ناسور نہیں ہو
 ہر طرح کی باتیں ہیں تری بزم میں پر ایک افانہ مرے حال کا نہ کہ نہیں ہو
 آتا ہو تو آجا مری بالیں پہ نہ گرنہ کوئی دم میں سے نکا کہ یہ نہ بخور نہیں ہو
 کیا پرستش احوال جس سے مستہ عشق اس محکمہ حق میں دستور نہیں ہو
 نزدیک ہو مرنے کے دفائستہ نزار اب ملک دیکھنے چلے تو بیت دور نہیں ہو

میر عبد الرسول نثار از بجاے رزگار و از شرفائے نامدار مرد نیست سجدہ
 خنیدہ سلسل از اکبر آباد است و بزرگان شہر عصر قیامیر با قدر برمی بردند بندہ
 اورا در شاہجاں آباد دیدہ بود از یاران میر محمد تقی است باطن و فکرش برتر افزا

سلمہ اللہ احوال احوال معلوم نیست کہ کجاست ہر جا کہ بہت سلامت باشد از دست
 جو بی یعقوب یوسف دیکھا منظور آنکھوں سے تو اتنا پھوٹ کر مت دک جائے نور آنکھوں سے
 کب دیکھ تو چین کا کیا ہی ڈھنگ تجھ بن منہ سیڑا ہی گل کے گلشن میں رنگ تجھ بن
 ہر سمت مدد مٹا تر پیسے ہر خاک مخوں میں ہی صحن خانہ میرا میدان جنگ تجھ بن
 یاں مل کے پھر رہے دتار پر تو اپنی واں عاشقوں کے سر پر پڑتے ہیں نگ تجھ بن
 ذرا کرتے تھار اس پہ ڈردن میں یہ کہ وہ شوخ اس بھی حرکت سے کہیں نیرا نہوے
 ہاتھ سے ان جامہ زیوں کو کھچا دیں گی ہم یہ گریباں دامن صحر کو دکھلاویں گے ہم
 کیا ہوا ہم بھی جو دنیا میں یہ ناشادہ ہی تو سلامت رہی اور یہ تری بیدار رہی
 حق نہ مینا میں ہی ایسے نہ فانوس میں شمع نشینہ دل میں مے جوں وہ پر نیراد رہی
 انتہا شوق کا پاؤں تو لکھوں امی قاصد کیسہ کچھ حال زبانی جو تجھے یاد رہی
 ہم اس جفا شعار کے آفت رسیدہ ہیں پہنچے نہ آسمان کا ستم جس کی گرد کو
 از سلک متاخرین | محمد پناہ خاں | نشر غلص جو نیست مؤدب و متواضع
 با فقیر بسیار دوستی دارد بشتر کہ فضل آباد میماند اکثر در فقیر خانہ بروز مشاعرہ می آمد
 اگرچہ در ایاں شعر بیگفت لیکن گوش دل بر سخنائے رنگیں داشت ہمراہ نواز
 بیرم خاں الحال در شاہجہاں آباد مقیم بہت شنیدہ ام مشق سخن از اصلاح حضرت
 خواجہ میر درد دام افصالہ مینماید اشارش مشور شدہ است سوائے دوسرے بیت
 از دیوبند نرسیدہ نو مشق است خوب خواہد گفت

آنکھیں سو نحت دل کو آنسو نکال دے ہی مرے کو جس طرح سی بانی اچال ہے ہی
 نعیم اللہ المتخلص بہ نعیم از شاگردان میاں محمد عاتم مردیت متوطن شاہجہاں آباد
 میگاہند کہ بسیار بر غلط است بندہ اور اندیدہ است واللہ اعلم دیوان مختصر
 دارد از کلام اچھن معلوم میشود کہ فکرش سرسری است بعالم اعلیٰ نرسیدہ است

مگر بعضے جتہ جتہ خوب میگوید اس غزلش مشہور عالم است ۷

کیا فائدہ جو غیر سے وہ ہمنما رہی
ہم کی تو اب تلک ہی دار و مدار ہی
بن گئی اُس کے جان و دنگ میں اور جس
مدت مجھ میں ادویہ اُس میں قرار ہی
یہ جو راگِ ادویہ بیدار رہے گا
تو کا ہیکو عالم میں کوئی شاد رہی گا
یہ گالیاں دے دے کہ ترا آنکھیں کھانا
مجھ کو تو لبِ گوز نکلا یاد رہے گا
جان بھی اُدھر گئی جس طرف کو قاتل گیا
میں بھی جاتا ہوں اُدھر جس سمت یزول گیا
گرہیں کئے گا ہم بھی کہیں گے کچھ نہ کچھ
گالیاں دیدے کے غیروں کو بہت تو ہل گیا
آیا نہیں ہی اس کا جو پیغام اب تلک
اس دستے نہیں مجھے آرام اب تلک
بلبل تجھے ہی صحبتِ گل اور سیرِ باغ
ہم کو وہی قفس ہی وہی دام اب تلک
اپنے ہی کچھ بھرب کا شاید قصور ہے
ورنہ وہی، ہی صبح وہی شام اب تلک
کھبا ہی جب سے ترا یہ جمال آنکھوں میں
ترا ہی مجھ کو رہی ہے خیال آنکھوں میں
خیال کر کے تری موکمر کو روتا ہوں
وہ کیونش رو دیٹے جس کی بال آنکھوں میں
کس سے لگا دیں دل کوئی محبوب ہی نہیں
اور سچ کہو تو کام یہ کچھ خوب ہی نہیں
کبھو دل سے نغمہ کو اپنے
یاد کرتے ہو یا ر سچ کہو
گو فرض کیا ہم نے غمخوار بہت ہوں گے
ہم نہ کوئی ہو گا یوں یا ر بہت ہوں گے
دیکھ آئینہ خانے میں گر تجھ کو نہیں باؤ
تجھے تو جہاں میں بھی دلدار بہت ہوں گے
شاکی ہے ابھی سے دل تو وعدہ خلافی کا
ایسے تو کسی آگے اقرار بہت ہوں گے
ایکدن بھی نہ کیا تو نے گزریف ادھر
اب تو کرتے ہو یاں ہم سے محبت لیکن
حالِ سنتا ہی نہیں ہی کسی شیدائی کا
مجھے جو گور میں بھی یاد وہ گلفام آئے گا

جونی بقراری میں خبر اس کی نہیں لانا تو پھر لے نامہ برکتن تو میری کام آویگا
 سیاں امان اللہ معمار المتخلص بہ نثار مرے از مردم شاہجہاں آباد است
 تازہ کو است اکثر لفاظ عمارت رابعبارت کرسی نشین میکند و کار ریختہ و غزل رنجوبی
 در ہر بیت بسر انجام میرساند تا حال در ہماں شہر است ہمیں یک شعر او بگوش خوردہ
 غیر دروازہ پہ بیٹھا راہ ہی تکتا رہا شب کودہ کو ٹھوں ہی کو ٹھوں گھر بہارا
 از موز و نان جہاں محمد عسکری متخلص بہ نالاں متوطن شاہجہاں آباد است از تازہ
 گویان آں دیار ہماںجا ممکن دارد، از شاگردان میان حاتم سے

تھا منتظر کہ یار کا پیغام آگیا قاصد تو آج روز مرے کام آگیا
 از مردم شرفا و نجبا میر تقی سلمہ اللہ المتخلص بہ تدا متوطن دہلی بایر متواضع
 آشنائے دست طبع موزونے دارد و اکثر بوضع خود میگوید سلامت باشد سے
 صنم کا طاق ابرو دل عبادت گاہ جانے ہی بڑا کافر ہی تجھانے کو بیت اللہ جانے ہی

ردیف الواب

از ملک متقدمین | غفر اللہ لہم درویش خفی و حلّی شاہ ولی اللہ المتخلص
 بہ ولی مشہور و معروف مرے بود از خاک گجرات بر یک صنم عاشق شدہ در وقت
 محمد عالمگیر بہ ہندوستان جنت نشان آمدہ در خدمت شاہ گلشن قدس اللہ سرہ استفادہ
 حاصل نمودہ از توجہ آن بزرگوار مقبول اعلیٰ و ادنیٰ گردید تعریفش از احاطہ تحریر و تقریر
 بیرون است بندے ریختہ راجنیں متحکم نمود کہ الحال از بلند ہا طاق سپہ اسیر و
 چوں دکھنی است اکثر زبان خود حرف زارہ است ابتدائے ریختہ از دست اول
 استاد یس فی بنام دوست تیمنا و تبرکاً بقلم می آرد رحمہ اللہ سے
 دل کو گر مرنبہ بہ در پس کا دیکھنا مفت ہے مری بھر کا

برنگِ ابر دریا بارہی رومالِ عاشق کا
 شاید کہ اُسے حالِ مر یاد نہ آیا
 نجاتِ دولتِ حُسنِ خدا داد
 گیا کیسا۔ گی آرام لے کر
 چلا ہے آج فوجِ شام لے کر
 جو کوئی آتا ہے تیرا نام لے کر
 رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم
 یہ خوبی کچھ نہیں سہتی سدا لے مہرباں سمجھو
 فائدہ کیا اگر بدام نہیں
 جوں شمع سر بلند ہیں ہر انجمن میں ہم
 جو برقِ بقیار رہیں۔ گر کفن میں ہم
 ہاتھ سے ہاتھ ملا درد سے سہنا کوٹا
 پھر گویا ان تلوں میں تیل نہیں
 سوالِ آہستہ آہستہ جوابِ آہستہ آہستہ
 ملنے کو رقیبوں کے فراموش کرے تو
 ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کرے تو
 خواباں کی نگاہ میں بلا ہے
 زخمی ہے شکار کیوں کے جاوے
 جنت سے بہار کیوں کے جاوے
 نگاہِ پاکِ بآزںِ کیمیا ہی
 ساکنِ نری نالی کا ہر آن میں ولی ہی

پنو چھو عشق میں جوشِ دُخرو شل کی مہبت
 پھر میری خبر لینے وہ صیاد نہ آیا
 ہمیشہ ہے بہارِ سروِ آزاد
 جب آیا مستِ ساقی جام لے کر
 نجانوں خط ترا کس بے خطا پر
 میں اُس کو جوں نگیں کرتا ہوں سجدہ
 صنم کے لعل پر وقتِ تکلم
 نذرِ آزار میرے دل کو لے آرام جاں سمجھو
 زندگیِ جامِ عیش ہے لیکن
 جوں گلِ شگفتہ رو ہیں سخن کے چمن میں ہم
 اکبارِ ہنس کے بول سخنِ درنہِ حشر تک
 سُن کے احوالِ مرانا صحیح مشفق نے ولی
 تِل میں نل کو ملائے لیتے ہیں
 عجب کچھ لطف رکھتا ہی شبِ خلوتیں تھرو
 اکبارِ مری بات اگر گوش کرے تو
 ایجان ولی وعدہ دیدار کو اپنے
 دیکھوں ہوں جسے وہ بتلا ہی
 دل چھوڑ کے یار کیوں کے جاوے
 ہر حُسنِ ترا ہمیشہ یکساں
 غنیمتِ بوجھ ملنے کو ولی کے
 باغِ ارم سے بہتر مہن تری گلی ہے

خود رس نے تجھ کو کیا ہی اس قدر سرکش
 کہ ناطقین نہ لادی تو ترے ہاں گولی آوی
 آغوز ہیں آنے کی کہاں تاب ہو اس کو
 کرتی ہی نگہ جس قد نازک پہ گرا نی
 عالم میں تری ہوش کی تعریفیں کی ہو
 ایسا تو نہ کر کام کہ مجھ پر سخن آئے
 ولی اگر گوہر کان حیا کی کیا کہوں خوبی
 مری گھر اس طرح آتا ہی جوینی میں راز آئے
 یں ولی پہنے کو دنیا میں مکان عاشق
 کو چہ زلف ہے یا گوشہ تنہائی ہے
 از سلک متوسطین | محمد واحد متخلص بہ واحد اہل سلطنت محمد شاہ طفلی بود
 شیریں میلقت در صغر سن در گزشت متوطن شاہجہاں آباد در محلہ بجل مسجد سکونت
 داشت از متوسطان بود از وست ۵

سورج کی بھانت آئینہ دل صفا کیے
 اک قرص نان پر جو کوئی اکتفا کرے
 غنچہ گلستان سخن میر ابو الحسن صاحب ہمت المتخلص بہ وحشت مرے بود از سلک
 متوسطین بنیرہ تیر انداز خان مرحوم سپاہی پیشہ بعلاقہ نوکری برمی برد مشق شعر
 بمشورہ مرزار فیج سودا سلمہ اللہ میگرد در آیامے کہ مشاعرہ در شاہجہاں آباد بخانہ
 خان آرزو مقرب بود مدتے شد کہ بقضائے الہی فوت شد جوان اہل بود رحمہ اللہ ۵
 قاتل اگر کہے کہ سسکتا ہے چھوڑیو
 خنجر تو ایک دم کے لئے منہ نہ موڑیو
 گناہی جھکوں آج پیارا جہاں خراب
 شاید کہ مر گیا ہے کوئی خانان خراب
 کبیرت جھوٹ دیکھا ہے تجھے جب میر بکنا ہوں
 صریحاً تو چلا جاتا ہی اور کتا ہے آتا ہوں
 ایک جا کہ پہ نہیں ہے تجھے آرام کہیں
 ہی عجب حال مرا صبح کہیں شام کہیں
 میر ولایت اللہ خاں حقایق و معارف آگاہ مقبول درگاہ آلہ صاحب کمالا
 وافیہ و حالات شافیہ مفتخر الامایان میر ولایت اللہ خاں گوبہ دریائے زیادت و
 جو ہر تیغ شرافت چہ راغ بزم ہدایت المتخلص بہ ولایت ابن میر باقی اصلش از
 خوست است از میدان حضرت خواجہ جعفر قدس سرہ بندہ در شاہجہاں آباد اکثر اہل

بزرگ را بہ مجال فقر ایدہ در عالم پیری رخش مثل ماہ می درخشید و راہس فہری
شاہانہ معاش مینود۔ عالم عالم اکرام و انترامش میکردند۔ طبع شریفش بآل تصنیف
بسیار بود چہ از فارسی و چہ از ریختہ ہمہ بہ تصوف و توحید بر طرز خود فروودہ است
عارفی میباید کہ مغر کلامش را دریافت نماید قریب دوازده سال شدہ باشت کہ
بہ رحمت الہی پیوست۔ یک رباعی از دقلی مینماید مشے نمونہ از خزولے غفر امد لہ است

در بحر محیط غنیر بانی کیا ہی ظاہر ہی جو کچھ ہی یاں نہانی کہا ہی

گر پیاسا ہی پی، پیر نہا غوطے مار باہر تو ہجر خاک فشانی کیا ہی

از سلک متاخرین لالہ نول رائے مقبول خاطر ارباب صفا لالہ نول رائے

المخلص بہ وفا از تذکرہ محمد قایم چاں ظاہر گشت کہ جو انے است نو ناستہ بزیور
علم و عمل آراستہ ہوش و گوش و فہم و ذکا صاحب علم و حیا لطافت مزاج از محل زیارہ
مانند بلبل دل از راست دادہ۔ برادر خردش راہہ گلاب رائے دیوان مدار المہام
امیرالہ ولہ نواب نجیب غاں مرحوم بود، لیکن ایں عزیز مصروف الکتاب و غرق مطالعہ
کتاب طلب ہر کمال دانگیر حال طبع در دمنہ داشت۔ عاشق مزاج بود اکثر فارسی
و ریختہ میناید خدا بر عمرش بمیزاید از دوست

کے ہی کس سے دل احوال اپنا پڑا ہی یاں ہوں حنجال اپنا

ہو دی گدل سے محو غم یار کب تلک کیوں ہندیش یہ جایگا آرا کب تلک

کنے لگا وہ سن کے مرانالہ و فاس یارب جا کرے گایہ بیمار کب تلک

کس گل تازہ نے اس باغ میں کی بلوہ گری ہم ذرا داغ سے جس کے نہ خبر دار ہوئے

پوچھو ہو کیا کہ حال تیرا کس طرح سے ہی کیا جانتی نہیں، ہو میاں جس طرح سے ہی

ہوتے تو دل سچ میں گرفتار ہو گیا اب چھوٹنا پہ زلزلہ سے دشوار ہو گیا

دینا تو دل نہ آپ کو منظور تھا ولے تب دل گئی یہ آنکھ میں ناچار ہو گیا

ہو دی گدل سے محو غم یار کب تلک

کنے لگا وہ سن کے مرانالہ و فاس

کس گل تازہ نے اس باغ میں کی بلوہ گری

پوچھو ہو کیا کہ حال تیرا کس طرح سے ہی

ہوتے تو دل سچ میں گرفتار ہو گیا

دینا تو دل نہ آپ کو منظور تھا ولے

تب دل گئی یہ آنکھ میں ناچار ہو گیا

لگتے ہیں اس کے کان بے افیاد و مبہم
 ورنہ وہ آفتاب کہاں جلوہ گر نہیں
 واں کے معاملے کی کسی کو خبر نہیں
 اَنْ بَنْ ہوا الیتام سے زخم کن کتیں
 ریجھ ہے لیکن نرالی ہی کچھ اپنے یار کی
 نکلا نہ تمام روز گھر سے
 یعنی کسی صنم کے تئیں یار کیجئے
 کیا چیز ہے کہ دست سے انکار کیجئے
 بلد رہن کو ہے نالاجرس کا
 آخر شش و دہی جان رکھتا ہی

ہوتی ہی گالیوں سے تمہاری زبان خراب
 بستر گس پر بھی لرزاں ہیں قدم دھرتی ہیں ہم
 یاں تو میتابی سود کی آج ہی مرتے ہیں ہم
 جی دھڑکتا ہے کہ کوئی پس دیوار نہو
 غرقا پھنسا تھا دام میں لیکن نکل گیا
 بل رہا ہی وہ طح پانی کی ہر یک سنگ میں
 بجھ نہیں جانتا چہ درغ اپنا
 آپ کرتا ہوں میں سہ درغ اپنا

ہوئے ہیں غرق دریا اس گھڑ، جب عین طاری
 عفو کر عفو کہ اے شوخ خطا کی ہم نے
 میسر مبارک علی ولد شاہ قدرت پیش پدر خود و بر مشد آباد سکونت دار و

کچھ حیرت نظر نہیں آتی مجھے کہ آج
 اپنی ہی چشم کے تئیں تاب نظر نہیں
 حسنِ عمل پر اپنے نہ بھول اس تیر کہ شیخ
 کس تیغ برق جلوہ کو دیکھا کہ اب تلک
 الفت دل کیا زیادہ ہم سے ہی اغیار کی
 آنے کا مرے وہ سن کے چرچا
 دل کو کیس ہی جی میں اغیار کیجئے
 گر مانگتا ہے جی کے تئیں دیکھئے وفا
 رفیق ہرزہ گو ہے دشمن جاں
 دکھ نہ دے اس قدر وفا کے تئیں
 اپنی غرض کو ہم تو سبھی دکھ سہیں لے نیک
 بلکہ اپنی اغلاب بخت سے ڈرتے ہیں ہم
 کس کا وعدہ کر لیا ہی اس نے لے محرم تو کیا
 حال دل کیونکے کوں اس ہی وفا غیروں میں
 راضی وہ ہو کے رات سچ میں مچل گیا
 میکشوں نے میں پایا بھنگیوں نے بھنگ میں
 شعلہ زن ہے ہمیشہ داغ اپنا
 یار تک از خویش رفتہ ہوں کہ دمام
 نہ نشی پار ہی بہ کہ گئی اپنی نہ دار آئی
 ساتھ تہ سے کی اگر مرد وفا کی ہر نے
 میسر مبارک علی ولد شاہ قدرت پیش پدر خود و بر مشد آباد سکونت دار و

ہوئی شعل میری دلِ میناب میں آتش نہ دیکھی تھی کسی نے اب تلک سیاب یہ آتش
میرہا در علی از یارانِ میاں حسرتِ المخلص بہ وحشت سید زادہ خوش اوقات نیک
صفات جوانِ وضعدار در پیشہ پسگری استوار اکثر در تینا تی بطرون گور کپور بھرت و زگار
بسر میرد۔ طبع موزونے دارد۔ با فقیر بیا رافتا ست۔ بفرایش یارانِ آں دیار بارہ تا
دیگر مانند بکٹ کمانی نفہ است حقتماے سلامت دارد از دست ے

شبِ روزِ وصل کو رویے کہ عجب دہل و نہارتھا کبھی ہم سیار کو لطف تھا کبھی ناز تھا کبھی پاتھا
مرا دل ہوا شک ٹپک گیا جلا آہ و نالہ سی پک گیا تو از سرِ جوں ہیں سر گیا میں اجل و دس ہیں پکار
رابعی

جب تک کہ کہیں نہ تھا ٹھکانا دل کا دشوار تھا اک قدم بھی جانا دل کا
کو چا تر دیکھا ہے سو جانے کے لئے اب لحظہ بہ لحظہ ہے بانا دل کا
شاہِ واقف المخلص بہ واقف عارف اسرارِ برایت و واقف رموزِ حقیقت
کاشفِ مکاشفات و جانی سالکِ مراتب و صدانی اصل سے از شاہجہان آباد است
درا دائل کہ مشقِ سخن در عالمِ مستی و میاکی داشت بیا ربصفا حرف میزد الحال بسبب
فضیلتِ عقاب فکرش بر سپہر معانی بلند پرواز شدہ کہ بنظر ہجو پاست نظراں مئی آید
از انجملہ اسچہ بضم میر سید قلمی بینماید تحفہ لے طائرِ بیانش را چوں ہلال از تیز بالی روز بید
بلند تر گرداند۔ در وقتیکہ بسر کار نواب شجاع الدولہ بہ ہمت نقش نویسی ناحق گرفتار
شدہ بود در اں مقدمہ سببِ حال خود ایں غزل گفتہ ے

دور آیا ہے کہ ہوں شاہ و گدا پہری میں بیخفا پہرے میں اور اہلِ خطا پہرے میں
تمام غزل ہیں طورا در کردہ است طرزِ کلامش انانہ بفرز ناص علی و جب لہا
ایراست الحال ازیں فہی شکر گذشتہ معصوف بخواندین منطق و معانی در مل و نجوم است
خدا با انصرام رساند با فقیر بیا دوستی دارد سلمہ اللہ ے

تھام رات مرا جی صدائے در میں رہا
 اٹھا جو شعلہ جگر سے تو پھر جگر میں رہا
 کہ گل کا ایک رنگ آتا ہی اور اک رنگ جاتا ہی
 آد پر نالے تو اور آگ لگاتے ہی رہے
 ٹھونکروں سے تو بہت یا ر جگاتے ہی ہے
 جی سے جاتے رہی ہم اور تم آتے ہی ہے
 رو یا سر بازار میں سرزائوں پہ دھر کے
 جوں نورِ نظر تک مری آنکھوں سے نہ سر کے
 اک رو سیہ ہم ہیں کہ اور دھر کے نہ اور دھر کے
 بیگانے کا کیا دوش جو دشمن ہوئے گھر کے
 کر دم چھپے ہم دام میں ہو جائیں ندیاں کو
 چراغِ آہ سے روشن کیا شامِ غریباں کو
 بس ہوائے یار ترا سایہ دیوار مجھے
 پر کسی دام میں مت کیجو گرفتار مجھے
 وہ صنم ہم سے آشنا ہوگا
 نہ ملو گے ملو گے کہ یہاں ہوگا
 میں نہ مانوں اگر خدا ہوئے
 خضر راہِ بنحو دی ہوتی ہو گل کی بو مجھے
 مجھے جس خار کا ڈرتھا پہلو میں زرد کھٹکا
 زباں سے گو نہ کہا جی کا حال ہی سو ہوگا

جہاں و مدہ زرا بکہ شبِ نظر میں رہا
 جلایا بھکھو مرے ضبطِ آہ نے جوں شمع
 چمن سے کون باتیں اپنے جانے کی نہ تباہی
 اٹک سے آتشِ دل ہم تو بجھاتے ہی ہے
 نقشِ قالی کی طرح سو کے نہ چو گئے ہم آہ
 کہوئے بادِ صبا وہ میاں وادہ میاں
 مانع ہوئے آنے سے جو بھکھو تری در کے
 جب دیکھئے اس کو یہی حسرت ہی دل میں
 کوئی علم پہ نازاں ہی کرامات پہ کوئی
 دیتی ہی نہیں حینِ مجھ چشمِ دل اس بن
 صبا کہی تو چمن کے عندلیبانِ غزلخواں کو
 دُعا دن آج کا بھی اور نہ آیا تو تو پھر ہم نے
 جنت و سایہ طوبے انہیں درکار مجھے
 ہو جس سیرِ چمن لے تو چنی ہے یاں سے
 کبھی ایسا بھی اے خدا ہوگا
 اور دُشِب بھکھو ہو یہی دھر کا
 خوب رو ہو کے بادِ وفا ہو دے
 جب کہ یاد آتا ہی گلشن میں مرا گلِ دُشِب مجھے
 یہ دل پھر آہِ مرقانِ تباں سے بے طرح اٹکا
 و دایع یار سے دل پر لال ہی سر ہے

۱۔ اس نسخہ میں "دُشِب" لکھا ہے "دُشِب" ہونا چاہیے

پوچھ جن سلوک آہ مجھ سے اُس بُن کا
 تم تو شبِ عدہ پر اپنے گھر سے چل کر رہ گئے
 اُن مٹنے کا اُس کے یاد آتا ہے سواں
 جب تک وہ مقابلِ بے مغرور نہ ہو دے
 سرگوشی سے جو سامنے کرتا ہی مبری بات
 درد جو بے اختیار ہم سے ہم آغوش ہے
 غیر کے ہاتھ اگر ہم سے بھی لے یار ملے
 سبک ملتے تو ہونٹا ہر مہر پہ دسڑکا ہی مجھے
 واقف کرتے جہ کوئی لڑکے تھے تو کہہ
 کروں میں شکوہ تیری بیوفائی کا
 ابھی جو اس بھی ثابت مجھے نہیں آئے
 صدائے بانگِ دہ کردہ درتہ لب، د
 غرہ نو قریب کرم یار پہ واقف
 نہ قاصد ہی پہنچ سکتا ہے اب اس تک گام اپنا
 بہت موقوف شکوہ وصل پر تھی اس جہاں جو کہ
 دام سے زلف کے پھر بدل کو چھوڑا یا نہ گیا
 اچلا ہٹ کتے ہیں کہ شوقی سے وہ شوق
 جبرِ جانگاہ کس طرح گزرے
 قلیں میں لیں بلا اوقات
 صبح پر دھل یار کی ٹھہری
 کیا طرح اُس گلی میں کہہ تو صبا

دہی ستم دہی ایذا کی چال ہے سوہو
 صبح ہوتے ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے
 اک قدم رکھا تو دس جاگہ چل کر رہ گئے
 بیتابی دل کوئی طرح دُور نہ ہو دے
 ڈرتا ہوں اُسی کا کہیں مذکور نہ ہو دے
 یاد سے واقف تو آج کس کی ذرا موثر ہو
 عکس سے اپنے بھی پھر آنکھ نہ زہنا رہے
 کہیں مجھ سے نہ کوئی اور گرفتار رہے
 بھول ہوں راہ پوچھوں ہوں آیا تھا کام کو
 جہاں میں نام نہ لے کوئی آشنائی کا
 خدا کے واسطے مت نام لے جدائی کا
 کیا بانیے کیا آج مے دل پہ تعب ہی
 اس ابر کے دامن میں نہاں برقِ غضب ہو
 اتنی مضطرب ہوں کس طرح بھجوں پیام اپنا
 کیا سو یک نگہ نے اُس کی قصہ ہی تمام اپنا
 سر سے اس نجات یہ کامرے نہ یا نہ گیا
 میری آنکھوں کے قصور میں سما یا نہ گیا
 یار بن آہ کس طرح گزرے
 اپنی دلخواہ کس طرح گزرے
 آہ پچھہ انتظا کی ٹھہری
 میرے مشتِ غبار کی ٹھہری

مت بلڑاؤں سے بس کراؤ قہقہہ
 روزِ نزاں چمن میں جو دیکھا ہزار کے
 آوارہ ہے کے دل سے شکیبِ قرار و ہجر
 یارانِ ہمیشین و رفیقانِ دوستدار
 جب مُند گئی یہ آنکھ تو ایدوست بعد مرگ
 سب انگشت میں جاوگی تویہ کہیہ بجو گل سے
 شکیبِ طاقت و صبر و توانِ دینِ دل پہنہ
 خون آنکھوں سے ہم جو روئے ہیں
 جو صنمِ ہم تجھ سے دل لگاتے ہیں
 کبھی کبھی جو کرم کی نگاہ کرتے ہو
 ہمارا ستورے دنوں میں یہ حال پہنچا یا
 یہ کون ٹمبے کہ راقف ہی میں نہیں واقف
 میں تو گیا تھا سو نپکے دل کو دفا کے ہاتھ
 جب ہم سے قول وعدہ دیدار کا ہو ذکر
 کہو کیا اُس کو وعدہ کی حقیقت پوچھے گیا ہو
 توقعِ زندگی کی دوستان رکھیے گامِ کم ہم سے
 جس کی خرمی سے زندگانی اپنی وابستہ
 پیار کی باتوں سوا ہم بھی تو رہ سکے نہیں
 ہر آن ہم ہی کیوں ہے عبرت بد گمان تو
 اک روز کی بندائی میں مکتے ہیں یا نہیں

اب تو دار و مدار کی کھٹھری
 اک مشت پر پڑے تھے تلے شاخائے
 یارب کہاں بسیں گے یہ اُجڑے دیار کے
 سب آشنا ہیں زندگیِ مستعار کے
 پھٹکے ہیں پاس کون کسی کے مزار کے
 تجھ لے بیو فاکیا فاندہ ہے خونِ بیل سے
 سبھی آوارہ ہو کر اٹھ گئے تیری تغافل سے
 تیری مڑگاں کے کانٹے بوئے ہیں
 سو وہ ہم سے خدا کے کھوئے ہیں
 غرض کہ جان مری دل میرا کہتے ہو
 بھلا رقیب سے کیوں کر نباہ کرتے ہو
 وہی نہ جس پہ لہر کی نگاہ کرتے ہو
 لے آہ چھڑ گیا یہ کہاں سے جفا کے ہاتھ
 مارے ہی میری ہاتھ پہ تب منہ چھپا کے ہاتھ
 وہی شام و سحر و اور وہی امروز فردا ہی
 کہ جو نقشِ قدم چھپتا نہیں کوئی صنم ہم سے
 خفا رہتا ہی سو ساعت بساعت مُبدم ہم سے
 دل میں آتا ہی کہ کچھ کہئے یہ کہہ سکتے نہیں
 اپنا سا اور کونہ مجھ میری جان تو
 یکبار یہ بھی کر لے مرا امتحان تو

کیا کیا کہا تھا کیونکے لیا تھا ہمارا نام
 پنچھو فتنہ برپائی گو میری سرفراقت کی
 یہ دل پھر آہ مرگانِ تباں سے ز طبع اٹکا
 نہ آیا پھر نظر جیسے۔ گیا جوں عمر رفتہ تو
 جگر میں آہ ہے آنکھوں میں غم ہے
 ان رقیبوں کو گئے گزری ہیں کیا لے یا رہم
 جو صنم خاطر نہ رکھے عاشقِ رنجور کی
 مرگاں تری ادھر کہ ادھر میرے رو کریں
 ہر چند وہ جمال ہی آنکھوں کے سامنے
 تیری نگہ لطف سے دالہ ہیں یاں ہم
 گہ اٹھتے گئے بیٹھے نا علاقیتوں سے
 دیارِ عشق میں ٹک دیکھ تو لبِ دستم و دست
 محمد و ارث الہ آبادی المتخلصین وارث، فقیر اور امیدہ بعضے از یاران آل
 دیارِ شنیدہ کہ مردیست طالب علم ریختہ و فارسی میگوید طبع و زونے دارد بجائے
 تخلص کہ وارث است اکثر بالفناخذ در یاد میکند یعنی وارثا در ہر مقطع می آرد،
 از سبب بعد و کم شہرتی اشعارش بگوشِ بخبرِ درہ اپنچہ میسر آمد نوشتہ شد عانا در شہر خود
 یعنی بہ الہ آباد مقیم است سلامت باشد از دست نہ

قاصد خدا کے واسطے پھر کر بیان ؟
 اٹھا مجلس سے وہ اور اہل مجلس پر قیامت کی
 مجھے بس خار کا ڈر تھا سو پہلو میں مے کھنکا
 بنارس کی میں گلیوں میں بہت بڑولا بس بھنگا
 خدا جانے یہ کس کا تازہ غم ہے
 وہ شریکِ بزم ہوویں اور نہ پاویں یا رہم
 اے لہو سے بھلی صاحبِ سلامت دور کی
 اب کس کے دل میں دیکھے ناخن و زکریں
 لیکن بھماں مجال جو کچھ گنہ گرو کریں
 جوں عکس ذرا پھیرنے میں روکے کہاں ہم
 جوں سایہ جہاں تو گیا اید دستِ ہاں ہم
 کریں ہیں متم اش سی نہیں ہیں جس سے ہم ڈرنا
 محمد و ارث الہ آبادی المتخلصین وارث، فقیر اور امیدہ بعضے از یاران آل
 دیارِ شنیدہ کہ مردیست طالب علم ریختہ و فارسی میگوید طبع و زونے دارد بجائے
 تخلص کہ وارث است اکثر بالفناخذ در یاد میکند یعنی وارثا در ہر مقطع می آرد،
 از سبب بعد و کم شہرتی اشعارش بگوشِ بخبرِ درہ اپنچہ میسر آمد نوشتہ شد عانا در شہر خود
 یعنی بہ الہ آباد مقیم است سلامت باشد از دست نہ

تری گلی میں کوئی گر کے پھر اٹھا بھی ہے
 ہماری خط کا جو اب اس نے کچھ لکھا بھی ہے
 کیا کچھ شکر رکھتے ہو ڈالو می کی آڑ میں
 پیوستہ ہو گئی ہے مری پاڑ ہاڑ میں

خوبی کلام از کلام ظاہر است اعتبار شری و بیان نیست ۷
 اکہ مرتبہ چاہیے اس سیر کو وارث عالم کا ناما جو میں اک آن میں دیکھا
 غنچہ گشت کیا ست و فہم یہ محمد علی التخلص بہ وہم جو نے است بیار اہل دہل دل
 خوشیغ انیک خصال، فرزند ارجمند میر تقی التخلص بہ خیال کہ بفرمایش فردوس آرامگاہ
 قصہ بوستان خیال گفہ است بست دسہ جلد دارد القصہ تمام عمر در ان قصہ صرف
 بنزدک اس کردہ است کہ مقدور بشر نیست۔ چون تخلص پدرش خیال بود بنا بریں
 تخلص خود دہم کردہ است۔ از سبب فکر روزگار کم بایں طرف راغب میشود۔ در
 انتخاب نمودن اشعار ذہنی و شعورے خوب دارد۔ چون از یاران بندہ است
 تعریف او بزبان خود گفتن خوشما نیست بر ہمنہ ظاہر است خدا سلاش دارد از دست
 خدا ہی دوستو حافظ ہے اب مے دل کا ہوا ہی دشمن جاں یارب سبب دل کا
 کچھ اسے تو متعرض نہو کہ آنے کا تری گلی میں یو ہیں پڑ گیا ہی ڈھب دل کا
 جا کے اُس سے اتنا اب کوئی ہے ترے غم سے جاں بلب کوئی
 صبر و ہوش قرار و تاب و تواں چل بے رفتہ رفتہ سب کوئی
 مرتے ہیں تب جو پاتے ہیں آرام نہیں مرتا ہے بے سبب کوئی

حرف الہا

از سبک متقدمین اغفر اللہ لہم ہاشم تخلص در دکن شاعری گزشتہ اور بہت
 (نہ) دکن در ہند دلبہن ہوں تیجا ابچھے کہ کھڑی چاندی بچن، خط کی پیچ و تاب چھے
 ہا تلف تخلص نیز دکن است، او است ۷

تمری انکھیاں اور زلف سحر کا فرہار سا راجا اسلام اور تقویٰ کہاں زہد اور سلمانی کہاں
 از احوال متوسطین اسید ہدایت علی خاں صوبہ عظیم آباد اب تہ ای سلطنت محمد شاہ

غفر اللہ ہدایت تخلص می نمود یک شعر از دہگوش خورده رحمہ اللہ

ہرگز یہ میری عشق کا سرخاش نہوتا کرتا نہ اگر آکے میرا پردہ دری زنگہ
میرا ہینگا شخصے از بنباے دہلی بود بر شخصے تعشق دانت پایش مادر زاد لنگ میکرد
طبع موزد نے داشت گاؤ گاہے دوسر بیت میگفت از مشا ہیرنود حاسدن رقیبان
بحرم عشق ویرا کشند یک رباعی از دہگوش خورده خدایش مغفرت کناد از دوست سے

میری ایذا سے منہ نہ موزا دل نے شیشہ مری زندگیا کا ڈا دل نے

کام اس بت سنگدل سے ڈالا بھکھا مارا آخر مجھے نہ چھوڑا دل نے

از متاخرین امیاں ہدایت اللہ شمع انجمن فصاحت و بلاغت المتخلص بہ ہدایت

مردیت متواضع دمودب مثل و محاورہ بند عالی طبع و دردمند شاعر دلہ پذیر

سخن سنج بہ نظیر اصل سے از شاہجہاں آباد ہست در طائرۂ سنہرت خواجہ میر درد

چند سے ہمارا سند تہ رائے یکدل تخلص کہ شاعر فارسی گو بود در بنارس اودہ بسر بردہ

در تعریف بنارس مثنوی خوبی گفتہ حالادر خدمت خواجہ میر درد گوشہ نشینی اختیار

کردہ بسر میرد خدایش سلامت دارد از دوست سے

شہید تیغ ابرو ہے ایردام گیسو ہی ہدایت بھی تو کوئی زور ہو شہدا شکستہ ہو

یاد کرتی ہے زلف کی ہے تہر پھر گئی دل پہ سانپ کی سی لہر

تیری زلفوں کی کچھ چسلی تھی بات روتے ہی روتے گذری ساری رات

حیرت میں ہوں کہ تیرے تئیں ای شب صاف ظاہر میں بیکھتا ہوں کہ عالم ہی خواب کا

بھلاست تو مری جان کچھ ہدایت نے تمہاری جو سے شکا دہ کبھی کیا ہر گنا

مگر یہی کہ بے اختیار ہو کے کبھی کچھ اور بس نہ جدا ہو گا رو دیا ہو گا

مگر تیرا دیکسی کی نہ فغاں سنتے ہو اپنے طلب ہی کی سنتے ہو بھان سننے ہو

آئینہ سا ہی مکہ قرہ اردشن چشم بدود چشم مار و شش

اے ہدایت شب جوانی کا
صبح پیری نمود ہوئی تیری
موجب صد عیش و عشرت ہم کو نیری دیدہ
نہا جانے صنم آدے نہ آدے
غنیمت ہے کوئی دم سیر گلشن
باتیں اشارتوں ہی سے کرتی ہیں انگھڑیاں
گو یا کہ تیری ہجر میں میں مر گیا ہوں رات
کچھ ہوا تجھ پہ ماجرا ریشن
چل مسافر کہ دن ہوا ریشن
مل گئی جس دن گل تیری اُسی دن عید ہے
بھر دسا کیا ہے دم آئے نہ آدے
پھر اپنا یاں قدم آدے نہ آدے
بیمار ہیں نہیں انھیں طاقت جواب کی
تعبیر جز وصال نہیں میرے خواب کی

رباعی

کوچے میں تیرے جو آن کر بیٹھ گئے
جس طرف کو تو نے آنکھ اٹھا کر دیکھا
جی تو کرتا نہیں کو جسے تری جانے کو
مرزا محمد المتخلص بہ ہاتف شخصے است در شاہجاں آباد در عالم درویشی شغل
شعر در رباعی بسر می برد۔ اکثر خمس تضمین می کند ہمیں یک شعر از دو بگوش خورده ہے
مت چہ ہمنش کہ جہاں میں کہاں ہے
یہاں تک روئے کہ چشم تر بیٹھ گئے
مانند حباب گھر کے گھر بیٹھ گئے
گر ریزاں میں خوشی ہی تو بھلا جاتا ہوں
دل جس جا کہ لگ گیا اپنا وہاں ہے

حرف الیاء

از بیک متقدمین حکیم یونس از قدیم ست احوال معلوم نیست
ہو معطر اب تک صحرا متام
اس نہیں اور پردہ کی گل بگیا
سو گیا جب یہ جگہ باغیا مجھے
بخت میرا جاگ اٹھا تھا سو گیا
ایں شعر ہم از قدیم است، معلوم نیست کہ از کسیت معانی پر پیچ دارد

توحید عشق کی ہوں اثبات کو نہ پوچھو باقی رہنا سے جس نے جہی ہے مالا

یعنی لفظ مالا ہر دو نفی است و نفی نفی اثبات می شود۔

احوال متوسطین مصطفیٰ قلی خاں یکزنگ در گھنسن بہار سخن آب و رنگ و

در چمن گلزار معانی ببل خوش آہنگ مصطفیٰ قلی خاں التخلص بہ یکزنگ مرد عمدہ و

در عمد فردوس آرام گاہ بنیرہ خان جہاں لودھی در سلک ملازمان بادشاہی منسلک و

معاصر میں آبر و خدائش بیا مرزدا ز دوست سے

یہی گویا سلام ہے تیرا

ہم بھی تیرے کبھی تھے آشنا

جب سے تیرا وہ دوستا رہا

کوئی دشمن بھی تہا ہے اپنی جاں کا

کردن اُس ماہ کو سیلی کا تارا

کیا کیوں عشق میں نے افکارا

راستی ہیگی دار کی صورت

درد میرا ہی مجھے آخر کو درماں ہو گیا

تیرا خواں کا تو وہ یکزنگ پیکاں ہو گیا

رہا ہی روٹھ دن دو چار یکزنگ

پہناں نگہ تماری یہ گہمتی سے کم نہیں

میرا صبر و قہر رجاتا ہے

ہاتھ سے یہ شکر رجاتا ہے

کیا کر ہائے اُسے طاقت گفتار نہیں

شاہد کبھی تو جا لگی اُس دلیرا۔ کے ہاتھ

ہاتھ اٹھا جو را در جفا سے تو

اس قدر کیا ہی حمایت غیر کی

خلق یکزنگ کی ہوئی دشمن

مجھے مت بوجہ پیاری اپنا دشمن

اگر آئے میرے گمروہ پیارا

بڑا دشمن ہوا وہ شوخ یکزنگ

حق کہے جو کوئی سو مارا جائے

وصل اور ہجر اُس صنم کا مجھ پہ یکساں ہو گیا

بھٹکواسل کی توقع تھی مدد کی وقت پر

بنا بر مصلحت ہے یہ جو تم سے

کیوں تیغ کھینچتے ہو میاں ہم میں دم نہیں

نہ کہو بہ کہ مار جاتا ہے

گر خبر لینی ہے نو لے صیاد

چاہتا تھا کہ کسے عشق کی باتیں یکزنگ

برگِ خاں او پر لکھو احوال دل مرا

کہا جانے وصال ترا ہو کسے نصیب
 ہم نو ترے فراق میں اے یار مر گئے
 نہ تو ملنے کے قابل اب رہا ہی
 نہ اپنا وہ دماغ و دل رہا ہی
 مٹ تلون اس میں سمجھو آپ سا
 مصطفیٰ خاں عاشقِ یک رنگ ہی
 نہتا نہیں تو بات کسی ہی لے سخن
 تیرا غور تجھ کو نہ جانوں کر گجاک
 زبانِ شکر ہی منہ ہی کا ہر بات
 رکھے ہی خوب روضا ہر کرامات
 خیالِ چشمِ داہر و کر کے تیرا
 عبت تو کیسی پر اپنی کیوں ہر وقت روتا ہی
 چند بیت در مرثیہ امام علیہ السلام خوب لفظت است و آل اینست ۷
 زخمی برنگ گل ہیں شہیدانِ کربلا
 گلزار کی منط ہی سیا بان کربلا
 کھانی چلا ہی زخمِ ستم شاہوں کے ہاتھ
 دھو ہاتھ زندگی سے دہمان کربلا
 اندھیر ہی جان میں کہ اشامیوں کے ہاتھ
 ہی سر بریدہ شمع شبستان کربلا
 یکر و تخلص مردے بود ار شاگردان میاں آبرو ایکن فکرش عالی معلوم میشود
 ہیں یک شعر ازوشنیدہ ام ۷

ہیں دل پہ میری داغ ترے ہجر کے لئی گنتی میں جن کی عمر مری سب بسر گئی
 میر عزت اللہ بکدل تخلص سید عالمی نہ بہ بود عاشق سخن اکثر با شعرا و دستی
 داشت شعر کم میگفت پیشتر فکر مدح و منقبت ائمہ اطہار صلوات اللہ الملک العفار
 بشوق و ذوق تمام نظم می نمود چنانچہ ایں نعت شہور از دستِ خدایش
 سامت دارد ۷

توں داغ اتنا کی قسم
 سر و گلزار ہاں تئی کی قسم
 میریہ ان لکھا کی قسم
 میں تو عاشق ہوں تھی کی قسم
 ال فدا ہوں مجھے خدا کی قسم

پیر احمد محبوب روزگار و یار طرح دار میر احمد متخلص بہ یار ولد شاہ المیدار
 متوطن شاہجہاں آباد جو آنے بود بکمال و جاہست و ملاحت کہ یوسف ثانی تو انکست
 دران زمان عالم عالم فریفتہ رخ نیکو و آشفٹہ زلف او بود۔ در وقت احمد شاہ
 ہنگامہ حسن او گرم بود ایں ہمہ شعرائے متوسطین مانند پروانہ دل خود را بر شعلہ حسن
 می سوختند و ادین را بینا صحبت میداشت اکثر اصلاح سخن از میر محمد تقی سلمہ اللہ
 می گرفت بطع موزونے داشت گاہ گاہی دوسہ بیت میگفت۔ از کتب عربی ۳
 شرح ملا خواند بود۔ میر ضیا سلمہ اللہ با و نظر الفت داشتند چنانچہ تا حال ہر وقت
 کہ یاد او میکنند میگنید غرض کہ در عین جوانی از جہان نانی درگزشت رحمہ اللہ سے
 اس چمن میں ناتواں میں سب کے او پر بار تھا خوش رہوای بسل و گل تم کہیں ہیں غارتھا
 جائے سنگ لوح تربت نصب کیجئے تاکوئی خانے کہ یہ حسرت کس دیدار تھا
 آفریں ای دست گنج محبت آفریں یہ گریباں ایک مدت گلے کا ہار تھا
 انعام اللہ خاں شاعر دردمند و حریں انعام اللہ خاں متخلص بہ یقین ولد
 اظہر الدین خاں جو آنے بود در عہد محمد شاہ غفر اللہ لہ از ملائذہ مرزا ظہر جان جاناں
 اضلش از شاہجہاں آباد است بسیار نازک مزاج و میرزا منش بود۔ صاحب یونست
 از بکہ اشہار دار دمختان تعریف نیست۔ بے ترقی در تذکرہ خود زشتہ است کہ مشہور
 چنین است کہ میرزا منظر تمام دیوان گفتہ دادہ است خود موزوں نیست مرآتین
 نبود لیکن میرزا رفیع سہ داو میر سوز سلمہ اللہ گواہی دادند کہ روزے مایاں فرخانہ
 انعام اللہ خاں رفتہ برائے امتحان عربی طرح نمودیم ہر چند مباافہ کردیم یک مصرع
 موزوں کرد ذائقہ سخن نمی ہم نہ داشت۔ واللہ اعلم۔ باشد مارانیں چہ کار۔ مترج
 نیک ہر دو کان کہ باشد۔ اشعارش بسیار نیکین و موثر اند سخن او خانی از درد دنیا
 نیست۔ میگنید پدرش بیگناہ اور اکشت و پار چہ پار چہ کردہ در دریا انداخت بہش

چنر معلوم شد کہ پدرش تعلق خاطر بادختر خود داشت نوذبا اللہ و او ازین چیز ہا
مانعت میکرد برائے اتھائے ایں حرکت اور اشد کرد اکثر جنس شہادت میدہند
خدا بتریدان دایں چیز اشعار انتخاب کردہ قلمی می نماید از دوست ۷

ہوے داغ سے پر سینہ سوزاں میرا اب درنگ آگ سے رکھا ہی گلستاں میرا
رواگر دیجے اُس کو بھی تو کچھ عیب نہیں آئینہ سے بھی گیا یہ دل حیراں میرا
کبھو یہ تھا کہ ہم پر وہ بت مغرور رویتا بُرا جب دیکھا حال دل رنجور رویتا
اگر مگر نہ میں اُس شوخ کی خاطر شاں کرتا خدا جانو فامیری کی حق میں کیا گماں کرتا
رہا میں بے خبر انوس لذت سے ایسری کی جو میں یہ جانتا کنج نفس میں آشیاں کرتا
اُتر کو جب خشم و رضا میرا برابر ہو گیا حیف مضمون روئنے کا بھی مکر ہو گیا
کیا بدن ہو گا کہ جس کے کھولے جاوے کا بند برگ گل کی طح ہر ناخن معطر ہو گیا
عجب اتفاق است کہ ایں شعر تو ارشد باشعرا اندرام مخلص کہ ہم عصر او بود

معلوم نیست کہ ایں معنی در اصل از کیست ۷
ناخن تمام گشت منظر جو برگ گل
یقین

اس قدر غرق لہ میں یہ دل زار نہتا بے خانہ سے نری پاؤں کو سرو کار نہتا
دل میں زاہد کی جہنت کی ہوائی ہی ہوس کو چہ چار میں کیا سایہ دیوار نہتا
اُس گل کی کچھ حجاب ہیں درمیاں نہتا جس دن کہ یہ بار نہ تھی گلستاں نہتا
ام و نفس ہی چھوٹ کے پنیچے جو باغ تک دیکھا تو اس زمیں میں چہ ہیں نشاں نہتا
اتنا جہاں ہیں کرنی کی بیون نہتا ملتے ہی تیری مجھ سے یہ دل آنا نہتا
جو کچھ کہے ہیں تجھ کو یقین ہے منتر تری بندہ جو تو بُستاں کا ہوا کیا حاف نہتا
ہمارا شور و سن مجنوں کو بھولی طح نالی کی کوئی شیریں کو مٹہ پر نی بجا سکتا ہی کیا قدرت

کساں اس نام سے یہ صید جاسکتا ہو کیا قدرت
تجھ سے خوشخواری کی طرزا و مجھ سے غمخواری کی طرح
آج بادل بڑھ اُڑے ہیں یہ برس گزرد
اس نگر میں چاندنی راتوں کو بھی پٹے ہو چوہ
حیف ہم آئے نہ بوجھی اپنی بال دہر کی قدر
پھر ندی اگر کسی نے اُس دوائے کی خبر
کچھ تو اُڑتی سی سنی ہو گل کے آنے کی خبر
کچھ بھی ہو تم کو ہمارے آشیانے کی خبر
سر پہ آیا مرے اس طور سے جلاؤ کہ بس
ہم ہوئے ایسے بُرے وقت میں زاد کہ بس
آج جس طرح کا دیکھا ہی پر زاد کہ بس
دل کچھا جاتا ہی اُس نصف پیشاں کی طرف
سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف
کچھ وصل کے نشہ نے نہ کھو یا خار حیف
جی دھڑکتا ہی مبادا لگ اٹھے دامن کو آگ
دکھا کر گئی تہوں کو شور پر لانے کا کیا حاصل
جوز تلواروں میں پھندا دل اُس کو غم کھانیا حاصل
پھر اُٹھا بد و ماغوں کا قیامت اُس کو کہتے ہیں
وہ کیا تھا زخم تیشہ کا براجت اس کو کہتے ہیں
شہادت اس کو کہتے ہیں سہاوت اس کو کہتے ہیں
دیوانا مجھ کو اب بتیادہ کیوں تدبیر کہتے ہیں

بتاں کی مجھ سے خاطر جمع ہو یاں تک کہ نہ ہیں
عاشق اور معشوق عالم کی سندر کہتے ہیں سب
کیا مری شرکان ترکی ابر نے ڈالا ہے شور
خاں گور و منہ کا لیتا ہی مئے دل کو چہرہ
اب جو اڑ بیٹھیں قفس کے بام پر مدم و نہیں
دل ہمیں لکھ چلا تھا اپنے جانے کی خبر
بلبلیں سہم چلی جانی ہیں باغوں کی طرف
سچ کہو اے بلبلو کس باغ سے آتی ہو تم
آج اس لطف کی دیکھی ہو میں بیداؤ کہ بس
کچھ پروا نہیں طاقت نہ ہی تب چھوٹے
تو نہ تھا حیف یقیں ورنہ دوانا ہوتا
سحر کی ڈوری جو سنتے تھے سو یہ دیسی یقیں
ناصر سے غم نے مجھ کو کیا شرمسار حیف
جاتی میندہ بے مزگی ہجر کی یقیں
جلتی بلتوں کو نہ ملان تیلیا کپڑوں کے ساتھ
چمن میں مجھ سے دیو نے کیے لیجانے کا کیا حاصل
جھینپلوں کی پھانسی دی سو وہ ہرگز نہیں مہیتے
دوبارہ زندگی کرنا مصیبت اُس کو کہتے ہیں
ہو تو ایسا ریشریہ کو ہنس کے بعد خسر کے
یقیں مارا گیا جرم محبت پر رہے طالع
کوئی دن چلو پھر نہ دس عبت زنجیر کرتے ہیں

بنبودھوں میں مچالو یہ گلستاں پھر کہاں
 مرتا ہے یہ دیوانا اب کھول دو زنجیریں
 گریباں آپراہی پھٹکھل کی طرح دامن میں
 پڑا ہو گا دیوانا باولا سا کوئی گلخن میں
 بندوں کو اعتراض خدا پر رو نہیں
 کس کس طرح کی باتیں آتی ہیں میری من میں
 کیا عیش کر گیا ہو ظلم دیوانہ پن میں
 خار و خس جمع ہے شرار کہاں
 ہم کہاں تو کہاں ہمار کہاں
 بہار آدے تو لے صیاد مرہ ہم کو خبر کیجو
 آئینہ کو کہتے ہیں اے شوخ پری خانہ
 ڈرتا ہوں چھلک جاؤی لبر زیر ہے پیمانہ
 جمع آسائش کہاں ہوتی ہو بیتابی کے ساتھ
 کس قدر بقدر ہی یہ جنس نایابی کے ساتھ
 زباں حیرت سے اپنی ہو گئی بیکار کیا کہئے
 یہ دیوانا کچھ اتنا تو نہتایا کیا کہئے
 کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہئے
 اپنے نے کیا یہ کچھ بنگانے کو کیا کہئے
 نرا برا نہیں یہ سنفل کچھ جلا بھی ہے
 یہ دل کچھ آب رسیدہ ہی کچھ جلا بھی نہیں
 کہ میرے بیزہ رکھنے میں کچھ فرا بھی ہے

اس طرح صیاد کب آزاد کرتا ہی تھیں
 کرتا ہی کوئی یار داس وقت میں تدبیریں
 نہ لڑا ہو گا کوئی مجھ را نگیں باؤں پن میں
 یقین ہی جیتے ملتے کی جبر کیا پوچھ کر لو گے
 شکوہ جفا کا یار سے کرنا رو نہیں
 جب دیکھتا ہوں تنہا تنہا کسی چمن میں
 مجنوں کی خوش نصیبی کرتی ہو داغ دامن کو
 ہم تو حاضر ہیں عشق یار کہاں
 باغباں در نہ بند کر آخر
 اسیران چمن کی نامرادی پر نطر کیجو
 منہ اپنا نہ دیکھا ہو جائے گا دیوانہ
 کچھ عمر نہیں باقی ساقی تو شباب آجا
 خواب میں کس طرح دیکھوں تجھ کو بخوابی کو ساتھ
 مفت نہیں لیتی وفا کو شہر خواہاں میں یقیں
 گئی شب بھول شاد دیکھ روئی یار کیا کہئے
 یقیں کو ملنے کی سن خبر وہ بدگساں بولا
 زنجیر میں بالوں کی پھنس جائے کو کیا کہئے
 دل چوڑ گیا جھکودا سے توقع کیا
 آگہ چہ عشق میں آفت ہوا اور بلا بھی ہو
 اس اشک و آہ سے سودا اگر نہ ہما کو کہیں
 بہ آرزو ہو کہ اُس بیوفائے تو پوچھوں

خبر کیا پوچھے مرغِ چمن سے آشیانے کی
 گئی پکڑی شمعِ گل میں اور پروازِ اوّل میں
 یہ لذت جس نے اپنے یار سے پائی ہو سو جانے
 مُنت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے
 میں جو بن غنچہ ہر گز رہ نہ سکتا تھا کبھی
 رفیقانِ موافق ساتھ زنداں بھی گلتاں ہی
 عبتِ پالی تھی سینے بیچ آہ بے اثر ہم نے
 نہ روئی ہجر میں پر وصال کو دن بہ چلے آنسو
 گئی یہ کہہ کے آنے سے خزاں کے پتیرِ بیل
 خوش آئی ہر مجویہ بات تک مجنونِ عُیاں سے
 جو سرِ پاؤں پہ دھریکے تبرِ صی ہوتاں ہم
 جو چھپ کر دیکھی گل تو کب صیادِ واقف تھا
 یار اگر منظور ہے دنیا و عقبے سے گذر
 جب ہو عاشقِ دلربائی کیا کرے
 وصل کی گرمی سے مجھ کو ضعف آتا ہی قیاس
 معاوضہ میرِ وفا کی جو یہ جفا ہو دے
 یہ سب ترارتے ہیں دعا و رشتی یار کہہ دو
 ملک ایک انصاف کراتی بھی کرتا ہو جفا کوئی
 گزرا وصل سے گزیر میں دیکھو رضا اس کی

ایسوں کو توقع کب ہی پھر گلشن کی جانے کی
 ندیِ فرصتِ مانی نے ہمیں دُھو ہن چمانے کی
 نشوونگیاں کھانکی اور پیالی پلانے کی
 جی ہی آخر ہا کے چھوڑے گی گرفتاری مجھے
 ان دنوں کرنی پڑی ہو دلی غنچہ اری مجھے
 ہو ہی دامنِ ہم کو آتیاں آپس کی اُلفتِ نر
 یہ کیا دل اس خاک میں بویا تھا نخلِ باہرِ ستم
 اسی دن کر لے رکھے تھے گویا یہ گھر ہم نے
 پھر ان آنکھوں سے کیوں کر دیکھ سکے گا چمنِ خلی
 کیا کچھ کہاں تک چاک ہم گزرے گریباں سے
 دیکھ بٹے ہو سکتی ہی یہ جرات کہاں ہم
 ہمارے آہ و نال نے چھڑایا آتیاں ہم سے
 منزلِ مقصود ہی دونوں جہانوں سے پہلے
 بندگی سے جس نے خو کی ہو خدائی کیا کرے
 دیکھے مجھ ساتھ خواہنگی جدائی کیا کرے
 کہو کسی سے کوئی کیوں کہ آشنا ہو سے
 جو آ زمانے پہ آئے تو کیا مزا ہو سے
 کرے گناہِ میرِ دُکس توقع پر وفا کوئی
 محنت میں تیں بیتا ہو نامِ مدنا کوئی

رزم کو چھوڑ دل بے طرح تجا نہ پہ چلتا ہی
توق یا رہنے کی نہیں اس کو خدا رکے
خدا مجھے ترے داغوں سے لالہ زار کر دے
یہ خار خشک مگر آگ سے بہا کر کرے
قیامت آپ پر اس تمدی لا چکی ہم تو
کماں تلک کوئی محشر کا انتظار کرے

— > + < —

از سبک متاخرین | از خوبانِ جہاں و از موز و نانِ ماں خانِ طیشانِ حسنِ علیاں
ولدِ زہرِ لعلِ بدینِ خاںِ نبیرۂ نوابِ اسلامِ خاںِ بنِ مقیدتِ خاںِ ابنِ نوابِ میسرِ خاں
کلاںِ نعمتِ آتشی جو انیسٹ بیا رخلیق و باغ و با شفیقِ قدردانِ و قدرناسِ متخلص بہ
یاسِ اکثرِ مشورہ سخنِ بامیانِ حسرتِ دارد ہنوز بومشق است اگر طبیعتِ بایں فن
راغب شد خوب خواہد گفت درینولا مائلِ خواندنِ عربی است یوشا بجالش کہ عمر غریز
خود را بدیںِ نحو صرف نماید۔ از متوسلانِ مراتبہ نوابِ عالیہ است ایں چند اشعار
بطریقِ یادگار بقلمِ می آید۔

عشق نے تیری مجھے خلق میں تشریر کیا
میری الفت نے تری دل میں تاشیر کیا
جی ملک دی کے خنایہ تو نہ ہوتا ہرگز
تو نے کیا جانو کیوں یاس کو دلیکیر کیا
تو آپ سنی سن رہیگا جو کچھ گدڑا بھر میں
خدا وہ روز نہ لائے تری جدائی کا
کسی کو بھر میں رونا کسی کو وصل میں عیش
میں کیا کہوں ہی تماشا عجبِ خدائی کا
شیر میں نے پانی آب بہ ملاوت سخن کو بیچ
جو بات لطف دیتی ہی اس کو دہر کو بیچ
ہوتا ہی جا غریب کوئی اور شہ میں
آوارہ میر تو پھرتا ہوں اپنی وطن کو بیچ

لے دونوں نخواستیں یوں ہی ہے۔ اگر آپ ہی مصرعہ کے آخر میں ہو تو موزوں ہو جائے گا۔

یہ میں یہ تو یہ تیغ یہ تیرو خدنگ ہے
 اب یہ خفا ہے اُس سے یہ اس سے بنگ ہے
 ظالم بھلا اتانے کا یہ کوئی دھنگ ہے
 احوال پوچھنے سے مرے اس کو ننگ ہے
 اس دل میں صل یار کی کیا کیا اُمنگ ہے
 تیری شبِ فراق میں ہم کیوں نہ درگے
 منظور تھا جو اپنے تئیں کام کر گئے
 آخر ہمارا مقصد حاصل ہوا تو ہم سے
 اتنا نہ ناز کر صنم بندے کا کیا خدائیں
 کئے لگاؤ کون ہے تجھ سے میں آٹھائیں
 چشم تیرے ہی انتظار میں ہے

منظور قتل ہے تو تجھے کیا درنگ ہے
 وہ دن گئی کہ جانِ دل آپس میں تھر خوشی
 بولی ٹھٹھولی غیر سے ہم کو سنا سنا
 لطف و کرم سے پاس بلانا تو اک طر
 دیکھیں فلک وہ دُور دکھائیگا یا نہیں
 چھوٹے وہ درد و غم سے جو جی سے گزر گئے
 گوجی گیا یہ دیکھ لیا تجھ کو اک نگاہ
 ہرگز نہ کام نکلا کچھ دیر اور حرم سے
 جھکو یقیں ہو چکا تیرا وہ دل ہائیں
 میں نے کہا کہ میری ماہِ بختِ ادھ کو کر نگاہ
 گلِ زر گس میں بھیجوں میں نے

(ب)

القمر۔ قوانین حرکت و سکون اور نظام شمسی کی صراحت اور چاند کے متعلق جتنے جدید نکشافات

ہوئے ہیں ان سب کو جمع کر دیا ہے طرز بیان دلچسپ اور کتاب ایک نعمت ہے قیمت ۸۔

تاریخ تمدن۔ سٹامس ہگل کی شہرہ آفاق کتاب کا ترجمہ جو الف سے بے تک تمدن کے

ہر مسئلہ پر کمال جامعیت سے بحث کی گئی ہے۔ ہر بحث کے لئے ایک عجیب مگر پُر زار اصول

اختیار کیا گیا ہے اور ہر اصول کی تائید میں تاریخی انقادات سے کام لیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے

معلومات میں انقلاب اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ بی بی میں۔ سرکاری لائبریریوں کے

لئے تجویز کی گئی۔ قیمت حصہ اول غیر مجلد ۸ حصہ دوم مجلد ۸۔

فلسفہ جذبات۔ کتاب کا مصنف ہندوستان کا مشہور نفسی ہے۔ جذبات کے علاوہ نفس کی

ہر ایک کیفیت پر نہایت لیاقت اور زبان آری کے ساتھ بحث کی گئی ہے متعلمانِ نفسیہ

اسے نہایت مفید پائینگے۔ قیمت مجلد ۸۔

مقدمات الطبیعیات۔ یہ ترجمہ ہرگز ہنگامہ کے مشہور سائنس دان حکیم لکھنوی کی کتاب کا

ترجمہ ہے جس کا نام کتاب کی کافی ضمانت ہے۔ اس میں مظاہر فطرت کی بحث درج ہے لیکن کتاب

علم و فضل کا موقع ہے متعلمانِ سائنس اور عام شنایقین کے لئے بہت مفید ہے قیمت ۸۔

البیرونی۔ کمالاتِ ذہنی میں ابوریحان بیرونی کا مرتبہ تعریف سے مستغنی ہے دسویں صدی

کا ناقص ہے مگر تجربہ علمی اور دقیق النظری میں بیسویں صدی کا محقق معلوم ہوتا ہے ہندوستان

آیا اور ہندوستان کے فلسفہ تاریخ اور مذہب و معاشرت پر ایک بے مثل کتاب لکھی۔

بیرزہ ۱۲۔ اسے حالاتِ زندگی اور کمالاتِ علمی پر مشتمل ہے قیمت مجلد ۸۔

فلسفہ اجتماع۔ تالیف ہے اور اس کا موضوع لغزِ اجتماعی یعنی باعدہ کے اعمال و ادا

بمانی کی تحلیل و تشریح ہے موجودہ انقلابات میں اس کا مطالعہ فیکسی اور فائزہ کے خالی

نہو مجاہد اس پچھلے ہندوستان کے علماء و اخبار نے اپنے اپنے ریڈیو علمیں قیمت ۸۔

قاعدہ و کلید قاعدہ۔ مدت کے غور و خوض کے بعد اور بالکل جدید طرز پر لکھا گیا ہے۔
 اڑکھت تعلیمات مبنی نے اپنے صریحہ کے گورنر سے تخریک کی کہ اس قاعدہ کو نصاب میں
 داخل کیا جائے جس اصول اور طریقہ پر اس کی تعلیم ہونی چاہیے۔ ان کی تشریح کے لئے
 ایک پکد بھی تیار کی ہے۔ قیمت قاعدہ ۲۰ کلید قاعدہ ۴۰
دریا لٹا۔ ہندوستان کے مشہور سخن سنج میر انشا اللہ خاں کی تصنیف ہے اور دو صرف
 اور محاورات۔ الفاظ کی پہلی کتاب ہے اس میں زبان کے متعلق بعض عجیب و غریب

نکات درج ہیں قیمت ۴۰
ضیقات الارض۔ اس فن کی پہلی کتاب ہر تین سو صفحوں میں تقریباً جملہ مسائل قلند
 میں انگریزی اور اردو ان دونوں کے لئے لکھاں طور مفید ہے کتاب کے آخر میں انگریزی
 اصطلاحات اور ان کے مترادفات کی فہرست بھی منسلک ہے قیمت ۴۰

مشاہیر یونان و روم۔ پلوٹارک لائور کا ترجمہ ہے سیرت نگاری اور انشا پردازی
 میں اصل کتاب کا مرتبہ دو ہزار برس سے آج تک مسلم الثبوت چلا آتا ہے ادبیان عالم بلکہ
 تنکبیر تک نے اس چشمہ سے فیض حاصل کیا ہے وطن پرستی و بے نفسی، غم جو اغردی
 مناوں سے اس کا ہر ایک صفحہ لبریزی ہماری قوم کے ہر نوجوان کے ہاتھ میں اس کا ایک
 نسخہ ضرور ہونا چاہیے۔ دنیا کی تمام مہذب زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

جلد اول غیر مجلد قیمت ۴۰ جلد دوم مجلد قیمت ۴۰
اسباق نحو۔ دو حصے ملک کے ادیب کامل مولانا مونس حمید الدین صابو نے لکھے ہیں
 سے ہیں۔ اختصار کے باوجود عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ ج عربی نواں طلبہ
 کے لئے نادر نسخے ہیں قیمت فی رسالہ ۴۰ ان سب کتابوں کے ملنے کا بہتہ ہے۔
معمدانہ از می ابن ترقی اردو اور رنگ آباد (دکن)

